بسم الله الرحمن الرحيم

منتخب اردو

توضیح المسائل

مرجع عالیقدر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

حاج شیخ محمد اسحاق فیاض دامت ظلہ

بسمہ تعالی

کافی مومنین آیۃ اللہ العظمی شیخ محمد اسحٰق مد ظلہ کے اردو رسالے کی عدم موجودگی کی شکایت کرتے تھے مگر کچھ مجبوریوں کی وجہ سے میں مومنین کی اس درخواست اور خواہش کو عملی جامہ پہنانے سے عاجز تھا مگر اس مرتبہ الحمد اللہ مومنین کی دعائیں قبول ہوئیں اور اللہ تعالی نے مجھے اس اہم فریضے کی انجام دہی کی توفیق عنایت فرمائی اور مرجع عالیقدر حاج شیخ محمد اسحٰق فیاض مد ظلہ کے منتخب توضیح المسائل کے اردو ترجمہ کی زمداری جامعہ امام صادق علیہ السلام کے استاد علامہ اکبر حسین زاہدی کے دوش پر رکھی انہوں نے قبول کرتے ہوئے ترجمہ کا کام انجام دیا اور مومنین کی دیرینہ خواہش پوری کردی۔ الحمد اللہ اب منتخب توضیح المسائل کا اردو ترجمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ امید ہے مومنین اس منتخب توضیح المسائل میں موجود مبتلابہ مسائل سے استفادہ کرنے کی کوشش کرینگے۔

وکیل معظم لہ محمد ابراہیم حلیمی کوئٹہ

موبائل:0321-8169017

منتخب اردو توضیح المسائل

مؤلف : فقیہ عالیقدر حضرت آیۃ اللہ العظمی حاج شیخ محمد اسحٰق فیاض دامہ ظلہ

مترجم : اکبر حسین زاہدی- استاد جامعہ امام صادق علیہ السلام کوئٹہ

تعداد جلد : 1000

تاریخ اشاعت : 2015

کمپوزر : محمد بشیر عاقلی

قیمت : 300 روپے

حق چاپ محفوظ ہے

حضرت آیۃ اللہ العظمی الحاج شیخ محمد اسحاق فیاض کی زندگی کا ایک مختصر جائزہ

حضرت آیۃ اللہ العظمی شیخ محمد اسحاق فیاض (دام ظلہ) کا شمار حوزہ علمیہ نجف اشرف کے بزرگ مراجع عظام میں ہوتا ہے موصوف اپنے استاد حضرت آیۃ اللہ العظمی سید ابوالقاسم خوئی کی وفات کے بعد ان کی تدریس کی نشست پر جلوہ افروز ہوئے اور فقہ و اصول کے درس خارج کے سلسلے کو احسن انداز میں برقرار رکھا اور عراق کی بدترین صورت حال میں تمام شدائد و مصائب کو سہتے ہوئے حوزہ علمیہ نجف اشرف کے رعب و دبدبہ کو برقرار رکھا اور آج بھی تدریس کے گران قدر فریضے کو احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں اور مکتب اہل بیت کے فقہی اور اصولی شاگردوں کی تربیت کی عظیم زمداری کو نبھا رہے ہیں۔

حضرت آیۃ اللہ العظمی شیخ محمد اسحاق فیاض ۱۳۰۷ھ ش میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل ہوئے ابتدائے طور پر قرآن کریم کے ساتھ کچھ عربی، فارسی اور ادبی کتابوں کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حوزہ علمیہ کا رخ کیا اور کئی سال تک حوزہ علمیہ کے اساتید کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اعلی تعلیم کے حصول کے ارادے سے مشہد مقدس کی طرف ہجرت فرمائی اور ایک سال تک مدرسہ حاج حسن میں قیام کے

بعد ۱۳۶۹م ق کو اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نجف اشرف تشریف لے گئے موصوف نجف اشرف کی طرف ہجرت کرنے کے حوالے سے خود ہی فرماتے ہیں کہ میں آیۃ اللہ العظمی اصفہانی کی وفات اور ملکی کے آخری دور میں جبکہ آیۃ اللہ العظمی محسن حکیم کی مرجعیت کے آغاز میں نجف اشرف پہنچنے کا شرف حاصل کیا جبکہ اس وقت نجف اشرف میں پڑھنے والے طالب علموں کی زندگی انتہائی ناگفتہ بہ تھی اور طرح طرح کی مشکلات سہنے پر مجبور تھے، موصوف مدرسے میں داخل ہونے کے فوراًبعد حصول علم میں مگن ہو جاتے ہیں اور اس وقت کے مشہور استاد حضرت آیۃ اللہ میرزا کاظم تبریزی سے کتاب قوانین الاصول، حاشیہ ملا عبد اللہ اور کتاب لمعہ کا ایک حصہ پڑھنے کے بعد کتاب لمعہ کے باقی حصے حضرت آیۃ اللہ مدنی اور شیخ علی فلسفی سے پڑھتے ہیں جبکہ کتاب رسائل و مکاسب اور کفایۃ الاصول مرحوم آیۃ اللہ مجتبی لنکرانی سے پڑھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

موصوف ۲۲ سال کی عمر میں سطوح عالیہ ختم کرکے درس خارج میں قدم رکھتے ہیں اور ابتدائی دنوں میں نجف اشرف کے مشہور اساتید کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے بعد اس زمانے کے شہرہ آفاق مرجع دینی حضرت آیۃ العظمی سید ابوالقاسم خوئی کے دروس خارج میں شریک ہوتے ہیں اور کئی سالوں تک ان کے درس خارج سے کاملًا مستفد ہوتے ہیں اور ان کے دروس خارج کو ضبط قلم کرتے ہیں، موصوف کی ابتدا سے یہ روش تھی کہ وہ پہلے اپنے ہم مباحث دوستوں کو درس خارج کے دقیق علمی نکات کو

بیان کرتے تھے اور اپنے استاد مرحوم آیۃ اللہ ابوالقاسم خوئی کی تقریرات کو دوسرے دن باقائدہ لکھتے تھے یہاں تک کہ مرحوم ابوالقاسم خوئی کے درس خارج کے پانچویں دورے کو مکمل لکھنے کے بعد ان تقریرات کے مجموعے کا نام موصوف نے محاضرات رکھا اور مرحوم آیۃ اللہ العظمی سید خوئی کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے علامہ اسحاق فیاض کی تقریرات کے مجموعے پر تقریظ تحریر فرمائی اور اس تقریظ میں مرحوم آیۃ اللہ خوئی نے موصوف کی تعریف و توصیف میں جو کچھ تحریر کیا ہے شاید ہی کسی اور کے بارے میں تحریر کی ہو اس تقریظ میں آیۃ اللہ خوئی نے موصوف کو علامہ، مدقق، فاضل کے القاب سے یاد کیا ہے۔

آیۃ اللہ العظمی خوئی کی حیات ہی میں حضرت آیۃ اللہ العظمی شیخ محمد اسحٰق فیاض کا شمار حوزہ علمیہ نجف اشرف کے مشہور و معروف اساتید میں ہوتا تھا۔ صدام رژیم کے دور اقتدار کے اختتام پر موصوف نے اپنے ہی دفتر میں مکتب اہل بیت کے شاگردوں کے لئے درس خارج فقہ و اصول کا انتظام فرمایا اور شاگردوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس درس میں شرکت کر رہی تھی اور یوں کہنا بالکل مبالغہ نہ ہوگا کہ آیۃ اللہ العظمی شیخ محمد اسحٰق فیاض کا حلقہ درس حوزہ علمیہ نجف اشرف کا پر رونق ترین اور پر جمعیت ترین درس مانا جاتا ہے اور ان کا درس خارج مختلف ویب سائٹ پر طالب علموں کے لئے میسر و دستیاب ہے۔

موصوف بہت ساری کتابوں کے مولف ہیں اور ان کی تمام تالیفات عربی زبان میں ہیں ان میں سے کچھ کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے جبکہ ان کی بہت سی تالیفات ابھی تک چاپ ہو کر منظر عام پر نہیں آئیں۔

موصوف باب العلم کے شہر نجف اشرف میں مقیم ہیں اور اس وقت ان کا شمار شیعہ مرجعیت و فقاہت کے اہم ستونوں میں ہوتا ہے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ انہیں طول عمر عطا فرمائے اور ان کے سایہ عاطفت کو ہمارے سروں پر برقرار رکھے اور حوزہ ہائے علمیہ کو ان کے وجودِ بابرکت سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔

مرحوم آیۃ اللہ العظمی سید ابو القاسم خوئی کی وہ تحریر جس میں انہوں نے آیۃ العظمی شیخ محمد اسحٰق اسحاق فیاض کی علمیت، فضل و تقوی کے حوالے سے جو تعریف و توصیف کی ہے وہ ہو بہ ہو یہاں ہم پیش کرتے ہیں جس سے فقیہ عصر حضرت آیۃ اللہ العظمی شیخ محمد اسحٰق فیاض کے فضل و تقوی اور رفعت علمی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مرقومه حضرت آیت الله العظمی خوئی (قدس سره)

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین محمد وعترته الطیبین الطاهرین واللعنة الدائمة علی اعدائهم اجمعین الی یوم الدین وبعد فانی احمد اصیغ الی علیا ولد فی برمن تربیة نقرین مدی الکفاءة واللیاقة حتی نال الواحد منهم تلو الاخر درجة بعد درجة من العلم والفضل ومن وفقت لرعایته وحضر ابحاثی العالیة فی الفقه والاصول هو فرید فی بابه العلامة المدقق الفاضل الشیخ محمد اسحٰق الفیاض دامت تأییداته وقد حرر علی الجزء الاول من کتابه (المحاضرات فی اصول الفقه) الذی کتبه تقریرا لابحاثی باسلوب لطیف وکلام جمیل بالاشادة وانا مجاب وانی ابارک له هذا الجهد المبین واسأل الله تعالی ان یرزقه لاتمام مراحله انه ولی التوفیق فی ٦ جمادی الثانیة ١٣٨٤ ابو القاسم الموسوی الخوئی

موصوف کے چاپ ہو کر منظر عام پر آنے والی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

رساله توضیح المسائل	تعداد جلد: 1	زبان: فارسی
مناسک حج فارسی	تعداد جلد: 1	زبان: فارسی
جایگاه زن در نظام سیاسی اسلام	تعداد جلد: 1	زبان: فارسی
حکومت اسلامی	تعداد جلد: 1	زبان: فارسی
ترجمه قسمت هایی از زندگی آیت الله خویی	تعداد جلد: 1	زبان: فارسی
زندگی نامه فارسی	تعداد جلد: 1	زبان: فارسی
محاضرات فی اصول الفقه	تعداد جلد: 5	زبان: عربی
الأراضی	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
النظرة الخاطفة فی الاجتهاد	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
تعالیق مبسوطة علی العروة الوثقی	تعداد جلد: 10	زبان: عربی
منهاج الصالحین	تعداد جلد: 3	زبان: عربی
مناسک الحج عربی	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
احکام البنوک	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
المباحث الأصولیة	تعداد جلد: 13	زبان: عربی
الإستفتاءات الشرعیة	تعداد جلد: 2	زبان: عربی
المسائل الطبیة	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
المسائل المستحدثة	تعداد جلد: 1	زبان: عربی

موقع المراة فی النظام السیاسی الاسلامی	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
الحکومة الإسلامیة	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
مائة سوال و سوال حول الکتابة و...	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
حیاة سید الخویی	تعداد جلد: 1	زبان: عربی
السیرة الذاتیة تعداد	تعداد جلد: 1	زبان: عربی

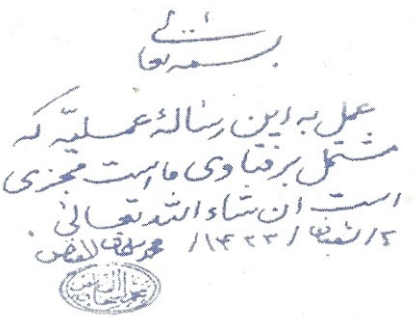

تقلید کے احکام

اسلامی شریعت کے احکام دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں

1. اصول دین سے وابستہ احکام

2. فروع دین سے وابستہ احکام

اصول دین سے وابستہ احکام

وہ احکام ہیں جن میں تقلید جائز نہیں ہے۔ مکلّف کے لئے ضروری ہے کہ اصول دین (یعنی اللہ تعالی، پیامبر، معاد اور امامت) کے بارے میں از روئے دلیل اعتقاد پیدا کرے۔

فروع دین سے وابستہ احکام

فروع دین کی دو قسمیں ہیں:۔

1. ضروری احکام۔ یہ وہ احکام ہیں جن کے لئے کوشش و تلاش کی ضرورت نہیں۔ ان احکام میں اجتہاد و احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے نماز کا واجب ہونا، روزے کا واجب ہونا، کسی بے گناہ انسان کے قتل کی حرمت، زنا کی حرمت وغیرہ

2. غیر ضروری احکام۔ مکلّف خود مجتہد نہ ہو اور احتیاط پر عمل بھی نہ کر سکتا ہو اس طرح کے احکام میں تقلید ضروری ہے جن کا تعلق فروع دین کی دوسری قسم سے ہے۔ بنابر این فروع دین اور غیر ضروری احکام میں ہی تقلید منحصر ہے جیسے حلال، حرام۔

(مسئلہ نمبر 1:) اسلامی شریعت کچھ اوامر اور نواہی پر مشتمل ہے جن کی اطاعت ہر مکلّف پر واجب ہے اس حوالے سے ضروری ہے کہ ہر انسان یا تو خود مجتہد ہو یا محتاط ہو (اتنا پڑھا لکھا ہو کہ خود احتیاط پر عمل کر سکتا ہو)۔

احتیاط۔ عبارت ہے کہ مکلّف کو کسی عمل کے واجب ہونے کا احتمال ہو اور حرام کا احتمال نہ ہو اسے انجام دے اسی طرح مذکورہ بالا مسئلے کا برعکس یعنی حرام ہونے کا احتمال ہو اور واجب ہونے کا احتمال نہ ہو۔ اسے ترک کرے۔

احتیاط۔ کبھی عمل کے تکرار کا سبب بنتا ہے اور کبھی تکرار کا سبب نہیں بنتا۔

تکرار عمل کی مثال۔ مسافر نہیں جانتا کہ نماز تمام پڑھے یا قصر پڑھے اس صورت میں اگر مسافر احتیاط پر عمل کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ ایک مرتبہ تمام اور ایک مرتبہ قصر پڑھے۔

عمل کے تکرار نہ ہونے کی مثال۔ مکلّف کو معلوم نہ ہو کہ نماز میں اقامہ ضروری ہے کہ نہیں اگر مکلّف احتیاط پر عمل کرنا چاہے تو اقامہ پڑھ لے اور اگر مکلّف بغیر اقامہ کے نماز پڑھ لے تو

نماز دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اگر چہ اس بارے میں مکلّف اجتہاد کے ذریعے حکم شرعی کو دریافت کرسکتا ہے یا تقلید کے ذریعے اپنے مطلوب کو حاصل کرسکتا ہے۔ مگر احتیاط پر عمل کرنے کے لئے فقہی احکام میں کافی آگاہی کا ہونا ضروری ہے اور یہ کام عام لوگوں کے لئے خاصا دشوار ہے۔ مثال کے طور پر ایک نابالغ بچہ نذر کرے اور اس کا والد نذر سے منع کرے اس صورت میں نذر کرنے والا شک کرتا ہے کہ اس کا نذر درست ہے یا نہیں ؟

ایک طرف اس نے نذر کیا ہے چونکہ نذر واجب ہے دوسری طرف والد نے منع کیا ہے والد کی بات نہ ماننا حرام ہے اس صورت میں احتیاط ممکن نہیں ہے اس صورت حال سے نکلنے کے لیئے دو ہی راستے ہیں یا تو خود اجتہاد کرے یا تقلید کرے۔

(مسئلہ نمبر 2:) دینی احکام میں تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کسی مجتہد کے فتوے پر عمل کیا جائے عمل کئے بغیر تقلید کا کوئی معنی نہیں بنتا۔

(مسئلہ نمبر 3:) شرعی اعتبار سے لڑکی کے 9 سال قمری کے مکمل ہوں تو بالغ ہوتی ہے اسی طرح لڑکا 15 سال قمری کے مکمل ہونے سے بالغ ہوتا ہے، اگر لڑکا پندرہ سال قمری کے مکمل ہونے سے پہلے ہی زیر ناف سخت بال اگنے لگیں، بیداری یا خواب کی حالت میں منی خارج ہو جائے تو بالغ ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 4:) جس مجتہد کی تقلید کی جائے اسے بالغ، عاقل، بارہ امامی، مرد، مجتہد، عادل اور حلال زادہ ہونا چاہیے۔

عادل ہونے کا مطلب ہے وہ تمام واجبات کو بجالائے اور محرمات کو ترک کرے۔

(مسئلہ نمبر 5:) اگر جامع الشرائط مجتہدین کے فتوی میں اختلاف نہ ہو تو مقلد کیلئے جائز ہے وہ ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرے لیکن ان کے فتووں میں اختلاف ہونے کی صورت میں اعلم کی تقلید کرنا واجب ہے اگر جامع الشرائط مجتہدین آپس میں برابر ہوں تو اس صورت میں ایسے مجتہد کے فتوے پر عمل کرے جس کا فتوی احتیاط کے مطابق ہو یہ احتیاط ممکن ہونے کی صورت میں ہے اگر احتیاط ممکن نہ ہو تو اس صورت میں مقلد کو اختیار ہے جس کی چاہے تقلید کرے۔

(مسئلہ نمبر 6:) مکلّف کے لئے ضروری ہے کہ وہ اعلم مجتہد کی تقلید کرے اور مجتہد اعلم کے بارے میں تحقیق و جستجو کرے اس دوران وہ احتیاط پر عمل کرے چاہے وہ عمل تکرار کا سبب ہی کیوں نہ بنے۔

(مسئلہ نمبر 7:) مکلّف کسی مجتہد کے اعلم ہونے کے گمان سے تقلید کرے اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ اعلم نہیں تھا تو ضروری ہے مکلّف مجتہد اعلم کی طرف عدول کرے۔

(مسئلہ نمبر 8:) انسان اعلم مجتہد کی تقلید کرتا رہے اور ایک عرصے کے بعد کوئی دوسرا مجتہد اس سے اعلم بن جائے تو اس کی طرف عدول کرنا واجب ہے۔ اگر مرجع تقلید فوت ہو جائے تو ضروری ہے زندہ اعلم مجتہد کی طرف رجوع کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 9:) مردہ مجتہد کی تقلید پر باقی رہنے کے لئے ضروری ہے کہ زندہ اعلم مجتہد کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے اجازت لی جائے۔

(مسئلہ نمبر 10:) اگر مجتہد مر جائے اور مرحوم مجتہد زندہ مجتہدوں سے اعلم ہو تو مردہ اعلم مجتہد کی تقلید پر باقی رہنا واجب ہے چاہے اس کے فتوے اسے یاد ہوں یا نہ ہوں۔ چاہے اس کے

فتووں پر عمل کیا ہو یا عمل نہ کیا ہو لیکن زندہ اعلم مجتہد کی موجودگی کی صورت میں اس کی طرف عدول کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 11:) مردہ مجتہد کی ابتدائی طور پر تقلید کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ تمام زندہ و مردہ مجتہدوں سے احکام شرعی میں اعلم تھا۔

(مسئلہ نمبر 12:) مرجع تقلید کی عدالت چار طریقوں سے ثابت ہوتی ہے۔

1. اسکی عدالت پر خود انسان یقین پیدا کرے۔ یعنی اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھے اور اسے آزمائے۔

2. دو عادل اشخاص اس کی عدالت کی گواہی دیں۔

3. کوئی ثقہ شخص عدالت کی گواہی دے۔ ثقہ وہ شخص ہے جو کہ لوگوں کے درمیان سچ بولنے میں مشہور ہو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنے میں معروف ہو اگرچہ وہ عادل نہیں ہے اور تمام کاموں میں دینی احکام کی پابندی نہ کرتا ہو۔

4. اس کا ظاہر اچھا ہو۔ لوگوں کے درمیان حسن معاشرت کی شہرت رکھتا ہو اسکی ظاہری رفتار و گفتار کی لوگ تعریف کریں اور احکام دینی پر پابندی سے عمل پیرا ہونے میں مشہور ہو۔

(مسئلہ نمبر 13:) مجتہد اور اعلم کی پہچان تین طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

1. مقلد خود مجتہد اور اعلم کی پہچان کی اہلیت رکھتا ہو اور خود اہل علم ہو۔

2. ایسی شہرت جو اطمنان کا باعث بنے۔

3. ایسے دو عادل اشخاص جو اس بارے مہارت و ملکہ رکھتے ہوں گواہی دیں۔

(مسئلہ نمبر 14:) کسی شخص میں مرجع تقلید بننے کی صلاحیت نہ ہو تو ایسے شخص کو فتوی دینے کا حق نہیں یعنی ایسے شخص کے لیئے جائز نہیں کہ وہ فتوی دے، اسی طرح اگر کسی میں قضاوت کی صلاحیت نہ ہو اور وہ قضاوت کرے تو حرام ہے۔ ایسے شخص کے پاس قضاوت کی نیت سے شکایت کرنا، شہادت دینا، جائز نہیں ہے اس شخص کے حکم پر مال لینا حرام ہے چاہے جس نے مال لیا ہے وہ مال اسی کا ہی کیو نہ ہو۔ ہاں اگر اپنے حق کو لینا صرف اسے شخص کی طرف رجوع کرنے پر منحصر ہو اور اس نے فیصلہ بھی درست کیا ہو اور مال بھی حقیقت میں وہی مال ہو اس صورت میں مال کا مالک اپنا مال لے سکتا ہے۔ ہاں اگر جس مال کے حوالے سے مذکورہ شخص کی طرف اس نے رجوع کیا ہے وہ اس کے ذمہ تھا تو اس صورت میں حاکم شرع سے اجازت لینا ضروری ہے اور اس شخص سے جس میں قضاوت کرنے کی صلاحیت ہے اس کے پاس اپنی شکایت لے جائے یا خود جامع الشرایط مجتہد کے پاس جائے البتہ ان شرائط میں سے ایک اعلمیت ہے یا اس شخص کی طرف رجوع کرے جو کہ مجتہد کی طرف سے قضاوت کے لئے منصوب ہوا ہے۔

(مسئلہ نمبر 15:) اگر ایک شخص کسی کام کے بارے میں کسی دوسرے شخص کا وکیل بنے تو وکیل کے لئے ضروری ہے کہ اپنے موکل کی تقلید کو مد نظر رکھ کر کام انجام دے یعنی اپنے موکل کے مرجع تقلید کے فتوے کو مد نظر رکھے نہ کہ وکیل اپنے مرجع تقلید کے فتوے کو۔

(مسئلہ نمبر 16:) کوئی شخص مجتہد کی طرف سے ایسے اوقاف کا متولی بن جائے جن کا کوئی خاص متولی نہ ہو یہ وکیل و ماذون مجتہد کے فوت ہوتے ہی معزول ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اسے چاہیے زندہ مجتہد کی طرف رجوع کرے اور اس سے اپنی زمداری کی تعیین کروائے لیکن وہ شخص اگر مجتہد کی طرف سے وقف پر متولی ہو یا اموال قاصرین پر منصوب ہو مثلا مجتہد اسے کہے

میں تجھے اس وقف اور یتیم کے مال پر متولی و سرپرست قرار دیتا ہوں تو اس صورت میں مجتہد کی وفات کے بعد بھی متولی کی ولایت نافذ ہے۔

(مسئلہ نمبر 17:) اگر عادل شخص گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسکی عدالت ختم ہو جاتی ہے مگر توبہ کرنے سے اسکی عدالت لوٹ آتی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ خدا کے حکم کی پابندی اسکی طبیعت میں مستحکم ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 18:) اس رسالے میں جو احتیاط ذکر ہوا ہے وہ واجب ہے، مکلّف پر واجب ہے وہ اپنے اعمال کو احتیاط مذکور کی بنیاد پر بجالائے اور مقلد کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اس بارے کسی اور مجتہد کی طرف رجوع کرے۔ ہاں اگر احتیاط، احتیاط مستحب ہو تو اس صورت میں مکلّف کو اختیار ہے بجالائے یا ترک کرے۔

طہارت کے احکام

1. مطلق پانی۔ وہ پانی جسے کسی چیز سے منسوب کئے بغیر پانی کہنا درست ہو، جیسے دریا کا پانی، نہر کا پانی، نلکے کا پانی۔

2. مضاف پانی ۔ وہ پانی ہے جسے کسی چیز کی طرف منسوب کرکے پانی کہا جائے جیسے گلاب کا پانی، انگور کا پانی۔

مطلق پانی کی قسمیں

1. کثیر پانی۔ وہ پانی ہے جو زمین سے ابلتا ہو اور منبع رکھتا ہو جیسے کنویں کا پانی جو کہ ابلتا ہو ، نہروں کا پانی، نلکوں کا پانی، بارش کا پانی جب وہ برس رہی ہو۔ یا ابلتا اور پھوٹتا نہیں ہے لیکن اس پانی کی مقدار کُر جتنی ہو یا اس سے زیادہ ہو۔

آب کر

کر پانی کی مقدار وزن کے اعتبار سے 399 کیلو گرام ہے اور مساحت کے اعتبار سے دو ایسے برتن جنکی لمبائی، چوڑائی، گہرائی ساڑھے تین بالشت معمولی ہوں ساڑھے تین بالشت کو ضرب لگائی جائے تو اس کا ماحصل 42 بالشت اور بالشت کا ساتھواں حصہ بن جائے۔

2. آب قلیل۔ ایسے پانی کو کہا جاتا ہے جو زمین سے ابلتا نہ ہو اور اور اس پانی کی مقدار کُر جتنی بھی نہ ہو اور بارش کا پانی بھی نہ ہو۔

کثیر و قلیل پانی کے احکام

کثیر و قلیل پانی خود پاک ہوتے ہیں اور حدث و خبث کو بھی پاک کرتے ہیں مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کثیر پانی کسی نجس چیز سے مل جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا کثیر پانی متنجس سے بھی مل جائے تب بھی نجس نہیں ہوتا جس طرح پیشاب، پاخانہ، خون یا اس طرح دیگر نجاستیں آب کثیر سے مل جائیں اور اس کا رنگ ذائقہ بُو تبدیل نہ ہو جائے تو اس کی طہارت برقرار ہے۔ ہاں اگر نجاست کی وجہ سے ان مذکورہ بالا تین صفات میں سے کوئی صفت تبدیل ہو جائے تو پانی نجس ہوگا۔

جب قلیل پانی کسی عین نجس سے مل جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے مگر قلیل پانی کسی متنجس چیز سے مل جائے جس میں عین نجس موجود نہ ہو تو اس صورت میں قلیل پانی نجس نہیں ہوگا مگر احتیاط مستحب یہ ہے کہ ایسے پانی سے اجتناب کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 19:) اگر کثیر پانی عین نجس کی وجہ سے نجس ہو جائے اور اس کی صفات تبدیل ہو جائیں تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر نلکے کا پانی چھوڑا جائے تا کہ اس کی صفات زائل ہو جائیں۔

(مسئلہ نمبر 20:) اگر قلیل پانی کسی نجاست سے مل جائے تو وہ نجس ہو جائیگا اور اس کو پائپ لائن کے ذریعے آنے والے پانی کو اس کے ساتھ ملا دیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا اس میں یہ ضروری نہیں کہ پائپ لائن کا پانی اس قلیل پانی کے ہر حصے تک پہنچ جائے۔

مضاف پانی کے احکام

مضاف پانی حدث اور خبث کو دور نہیں کر سکتا چاہے زیادہ ہو یا کم، مضاف پانی نجس چیز سے لگتے ہی نجس ہو جاتا ہے اور اسے آب کثیر کے ذریعہ سے بھی پاک نہیں کیا جا سکتا۔

بیت الخلا کے احکام

انسان پر واجب ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت اور دوسرے تمام مواقع پر اپنی شرمگاہ کو ان لوگوں سے چھپائے جو اچھے برے کی تمیز رکھتے ہوں، میاں بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ سکتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 21:) مرد کی شرمگاہ سے مراد پاخانے کی جگہ اور عضو تناسل ہے جبکہ عورت کے لئے احتیاط واجب کی بناء پر اپنے پورے بدن کو یہاں تک کہ اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو بھی چھپائے۔

(مسئلہ نمبر 22:) بنابر احتیاط واجب پیشاب و پاخانہ کرتے وقت رو بہ قبلہ اور پشت بہ قبلہ ہونا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 23:) کسی کو قبلے کا پتہ نہ ہو اور قبلہ کے بارے میں مایوس بھی نہ ہو تب تک بنابر احتیاط واجب پیشاب و پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 24:) پیشاب کی جگہ کو بنابر احتیاط واجب قلیل پانی سے دو بار دھویا جائے جبکہ کثیر پانی سے ایک مرتبہ دھونا کافی ہے، پیشاب کی جگہ پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے پاک نہیں کی جاسکتی مگر پاخانے کی جگہ معمول سے زیادہ پاخانہ سے آلودہ ہو تو اس صورت میں پانی سے دھویا جائے البتہ پاخانے کی جگہ معمول سے زیادہ ملوث نہ ہو تو اس صورت میں انسان کو اختیار ہے کہ وہ پانی سے دھوئے یا پتھر ڈھیلے، کپڑے وغیرہ سے پاک کرے البتہ پانی سے دھونا بہتر ہے۔

(مسئلہ نمبر 25:) استبراء کی کیفیت۔ پیشاب کرنے کے بعد بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے ساتھ مقعد سے لیکر عضو تناسل کی جڑ تک سونتے اور اس کے بعد انگوٹھے کو عضو تناسل کے اوپر اور انگھوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اس کے نیچے رکھے اور تین دفعہ سپاری تک سونتے اور پھر تین دفعہ سپاری کو جھٹکے دے۔ استبراء کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی رطوبت استبراء کے بعد خارج ہو جائے اور انسان کو پیشاب ہونے کا شک ہو جائے تو اپنے شک کی پروانہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 26:) انسان پیشاب کرنے کے بعد استبراء نہ کرے اور اس کے بعد کوئی رطوبت پیشاب کی نالی سے خارج ہو جائے تو جہاں رطوبت لگی ہے دھویا جائے اور اگر وضو کیا ہے تو دوبارہ وضو کرے۔

(مسئلہ نمبر 27:) خواتین کے لئے استبراء ضروری نہیں ہے اگر کوئی رطوبت شرمگاہ سے خارج ہو جائے تو وہ پاک ہے اس سے وضو باطل نہیں ہوگا۔

وضوء کا طریقہ

وضوء نام ہے چہرہ اور ہاتھوں کو دھونے سر اور پیروں کو مسح کرنے کا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مطلق اور پاک پانی سے چہرے کو لمبائی میں پیشانی کے اس جگہ سے لیکر جہاں سر کے بال اگتے ہیں ٹھوڑی کے آخری کنارے تک دھویا جائے اور چوڑائی میں بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے پھیلاو میں جتنی جگہ آجائے۔ اسکے بعد دایاں ہاتھ کہنی سے لیکر انگلیوں کے سروں تک دھونا ضروری ہے اسی طرح بایاں ہاتھ دھویا جائے دونوں ہاتھوں کو دھونے کے بعد سر کے اگلے حصے کو وضوء کے پانی کی تری سے مسح کرنا چاہیے دائیں ہاتھ سے دائیں پیر اور بائیں ہاتھ سے بائیں پیر کی انگلیوں کے سروں سے پیر کی ابھار تک مسح کرنا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 28:) بائیں ہاتھ کو دھونے کے بعد اسی تری سے مسح کیا جائے اور مسح کرنے کے لئے وضوء کے پانی کے علاوہ کسی اور پانی سے ہاتھ کو گیلا کرنا جائز نہیں ہے۔ واجب ہے انسان وضوء کے پانی کی تری سے سر اور پیروں کا مسح کرے۔

(مسئلہ نمبر 29:) مسح میں شرط ہے کہ اعضائے مسح (سر اور پیر) زیادہ گیلے نہ ہوں۔

وضوء کے شرائط

1. پانی مطلق ہو۔ مضاف پانی سے وضوء کرنا درست نہیں ہے۔
2. پانی پاک ہو۔ نجس پانی سے وضوء باطل ہے۔
3. پانی مباح ہو۔ کسی ایسے پانی سے وضوء کرنا صحیح نہیں جس کا مالک اجازت نہ دے۔

4. سر اور پیر پر مسح کرنے والی جگہ مباح ہونی چاہیے البتہ جس جگہ ہاتھ اور چہرے کو دھویا جارہا ہو اس جگہ کا مباح ہونا شرط نہیں ہے۔ بنابراین اگر انسان غصبی جگہ میں ہاتھ اور چہرہ دھولے اور مسح والی مباح جگہ غضبی جگہ کے قریب ہو تو اسکا وضوء درست ہے۔

5. اعضائے وضو پاک ہوں ہاتھ اور چہرہ کا جتنا حصہ دھونا ضروری ہے پاک ہو اسی طرح سر اور پیروں کا وہ حصہ جہاں مسح کیا جاتا ہے پاک ہونا چاہیے۔

6. پانی کا استعمال ضرر رساں نہ ہو۔ انسان کے لئے پانی کا استعمال ممکن ہو کسی بیماری یا زخم کی وجہ سے پانی کا استعمال وضو کرنے والے کو ضرر نہ پہنچائے۔ اگر پانی کے استعمال کی وجہ سے کسی بڑے ضرر کا خدشہ ہو تو پھر تیمّم کرنا چاہیے انسان ضرر کے باوجود وضو کرے تو اس کا وضو باطل ہے۔ لیکن وضو کرنا زیادہ نقصان دہ نہ ہو تو وضوء کرنا حرام نہیں ہے ایسی صورت میں اس کا وضوء صحیح ہے۔

7. نیت۔ وضوء کا مقصد اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہو۔

8. انسان خود وضوء کرے۔ انسان اختیاری صورت میں خود اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے یعنی وضوء کاملًا خود بجالائے اس کام کے لئے نائب لینا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر انسان خود سے اس کام کو انجام دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو بیمار اور مجبور ہو تو اس صورت میں کسی اور سے مدد لے سکتا ہے البتہ نیت وہ خود کرے گا اور وہ شخص اس کے ہاتھ اور چہرہ کو دھولے گا اور مریض شخص کے ہاتھوں سے اس کے سر اور پیروں کا مسح کرائے گا۔

9. موالات - وضوء کے افعال پے در پے انجام دے۔

10. ترتیب - وضوء کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنا چہرہ دھوئے اسکے بعد فوراً دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ دھوئے اس کے بعد سر کا مسح کرے اسکے بعد دائیں پیر پھر بائیں پیر کا مسح کرے۔

جبیرہ وضوء کے احکام

جبیرہ۔ وہ چیز جس سے زخم یا ٹوٹی ہوئی ہڈی باندھی جاتی ہے فقہاء جس پٹی سے زخم باندھا جاتا ہے کو بھی جبیرہ کہتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 30:) کسی ٹوٹے یا زخمی عضو کو پٹی سے باندھا گیا ہو تو ان پانچ شرطوں کے تحت انسان کو چاہیے وضوء جبیرہ بجالائے۔

1. ٹوٹا یا زخمی عضو کا تعلق وضوء کے اعضاء سے ہو جیسے چہرہ، ہاتھ، سر، پاوں۔

2. پانی کا استعمال زخم کے لئے مضر ہو۔

3. زخم پر باندھی گئی پٹی کا ظاہری حصہ پاک ہو پٹی کا اندرونی حصہ نجس ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

4. جبیرہ زخم تک محدود ہو یعنی زخم کے اطراف کو گھیرا ہوا اگر جبیرہ حد متعارف سے زیادہ پھیلا ہوا ہو اور عرف کی نظر میں جبیرہ زخم سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو بنابر این جبیرہ پر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں ہے، ممکن ہونے کی صورت میں پھیلے ہوئے جبیرہ کو مختصر کرنے کی کوشش کرے

اور ممکن نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کرے اگر جبیرہ تیمّم والے اعضاء پر نہ ہو، اور اگر جبیرہ تیمّم والے اعضاء پر ہو تو اس صورت میں واجب ہے وضوء جبیرہ بجالائے اور تیمّم بھی کرے۔

5. جبیرہ (پٹی) کا مباح ہونا ضروری ہے غصبی جبیرہ (پٹی) پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اگر مذکورہ پانچ شرائط پائی جائیں تو وضوء جبیرہ کا بجالانا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 31:) اگر زخمی یا ٹوٹا ہوا عضو کا تعلق وضوء کے اعضاء سے نہ ہو مگر وضوء کے اعضاء کا دھونا اس کے لئے مضر ہو تو اس صورت میں انسان وضوء کے بدلے تیمّم کرے اگر وضوء کے اعضاء کا دھونا متاثرہ عضو کے لئے مضر نہ ہو تو معمول کے مطابق وضوء کرنا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 32:) اگر اعضاء وضوء پر زخم ہو یا ٹوٹا ہوا ہو یا دانہ، پھوڑا نکلا ہوا ہو پاک اور کھلا ہو اور اس عضو کا دھونا مضرر بھی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے وضوء بجالانا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 33:) وضوء والے اعضاء چہرہ، ہاتھ، سر، اور پیروں کو کسی چیز سے باندھا گیا ہو جبکہ اعضاء وضوء پاک ہوں اور باندھی ہوئی چیز کھولی نہ جاسکتی ہو اور وہ جانتا ہے کہ اس صورت میں پانی متاثرہ عضو تک نہ پہنچ سکتا ہو اگر وہ چیز مسح کے اعضاء پر ہو تو ضروری ہے انسان وضوء بھی کرے اور تیمّم بھی بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 34:) بندھے ہوئے عضو کا تعلق اعضائے وضوء سے ہو اس بندھن کو کھولنا ممکن ہو اور ضرر کا سبب بھی نہ ہو مگر وہ عضو خون یا پیپ کی وجہ سے نجس ہو گیا ہو اور اس کا پاک کرنا ممکن نہ ہو اس صورت میں تیمّم کرنا چاہیے۔ چاہے اس عضوء کا تعلق جس پہ خون یا پیپ ہے اعضاء مسح سے ہو یا نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 35:) زخم پر لگائی گئی دوا جبیرہ کا حکم رکھتی ہے (اعضاء وضوء) پر لگائی گئی دوا پر انسان ہاتھ پھیر سکتا ہے اور وضوّ کر سکتا ہے۔ اگر اعضاء وضوء پر کوئی چیز لگی ہوئی ہو جیسے رنگ وغیرہ اس کا ہٹنا ممکن ہو تو ہٹا دیا جائے اگر ہٹانا ممکن نہ ہو وہ اس طرح کہ مسح میں رکاوٹ نہ بنے تو وضوء کے بدلے تیمّم کرلے اگر تیمّم والے اعضا کے لئے رکاوٹ بن جائے تو ضروری ہے وضوء بھی بجالائے اور تیمّم بھی کرے۔

(مسئلہ نمبر 36:) کسی عضو میں درد ہو یا سوجھن ہو اور اسے باندھا گیا ہو وہ جبیرہ کا حکم نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس باندھے ہوئے عضوء پر ہاتھ کا پھیرنا کافی نہیں ہے ضروری ہے وضو کیا جائے یہ اس صورت میں ہے کہ دھونا اس عضو کے لئے مضر نہ ہو اگر دھونا عضو کے لئے مضر ہو تو تیمّم کرنا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 37:) انسان کو شک ہو جائے کہ اس کا وظیفہ وضوء جبیرہ کرنا ہے یا تیمّم کرنا تو اس صورت میں احتیاط واجب ہے کہ انسان وضوء اور تیمّم دونوں بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 38:) اگر جبیرہ ہاتھ کی ہتھیلی پہ ہو تو ضروری ہے رطوبت سے جبیرہ کو مسح کرے۔

مبطلات وضو

پانچ چیزیں وضو کو باطل کر دیتی ہیں:۔

1. پیشاب۔ مذی، وذی، ودی کے نکلنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا یہ تین رطوبتیں کسی چیز کو لگ جائیں تو اسے دھو کر پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مذی۔ ایسی لیس دار رطوبت ہے جو کہ مرد اپنی بیوی سے چھیڑ چھاڑ کرتے وقت نکلتی ہے اور جماع و ہمبستری کے بارے میں سوچنے سے بھی خارج ہوتی ہے۔

وذی۔ سفید پانی کی طرح رطوبت ہے جو منی نکلنے کے بعد نکلتی ہے۔

ودی۔ ایسی سفید رطوبت ہے جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے۔

2. پاخانہ۔

3. ریح۔ یعنی معدے اور آنتوں کی ہوا جو معقد سے خارج ہوتی ہے۔

4. نیند۔ جسکی وجہ سے نہ آنکھیں دیکھ سکیں نہ کان سن سکیں نہ سمجھ سکے۔ احتیاط واجب کی بناء پر دیوانگی، مستی، بے ہوشی بھی نیند کی طرح وضوء کو باطل کر دیتی ہیں۔

مبطون، مسلوس کے احکام

وہ انسان جس سے بے اختیار اور مسلسل پاخانہ اور پیشاب نکلتا ہو اور اسے پیشاب و پاخانہ پر قابو نہ ہو اس کی تین صورتیں ہیں۔

1. جس وقت پاخانہ اور پیشاب پر قابو سکے اس وقت ضروری ہے وضو کرے اور نماز پڑھے۔

2. کسی وقت بھی وہ قابو نہیں پاسکتا ہو یا تھوڑی دیر کے لیئے قابو تو پاسکتا ہے مگر وقت انتہائی کم ہونے کی وجہ سے وضوء اور نماز نہ پڑھ سکتا ہو اس صورت میں اسکے لئے جائز ہے وضوء کرے اور نماز پڑھے بے اختیار پاخانہ اور پیشاب خارج ہونے سے اس کا وضوء باطل نہیں ہوگا۔

3. اتنا وقت وہ پاخانہ اور پیشاب پر قابو پاسکتا ہے جس میں وہ وضوء بجالاسکے اور نماز پڑھ سکے تو ضروری ہے اس دوران وضوء کرے اور نماز پڑھے اگر اسی دوران اس سے پاخانہ یا پیشاب خارج ہو جائے تو اسکا وضوء صحیح ہے دوبارہ وضوء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بے وضوء شخص کے احکام

جس شخص کا وضو نہ ہو بنابر احتیاط واجب قرآن مجید کی آیتوں کو چھونا یہاں تک کہ قرآن مجید کی حرکتوں، سکون اور اللہ تعالی کے اسماء کو چھونا جائز نہیں ہے جو شخص باوضوء نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو یا دوسرے کسی عضو کو یہاں تک کہ بالوں کو قرآن سے مس کرے۔ نیز بہتر ہے انبیاء و اولیاء کے ناموں اور حضرت فاطمہ زہرا کے نام کو بغیر وضوء مس نہ کرے۔

غسل

غسل کرنے کے دو طریقے ہیں

1. غسل ارتماسی۔ انسان اپنے آپ کو پانی میں ڈبودے اور پورا بدن پانی میں گھر جائے اگر غسل ارتماسی کرنے والے کے بال زیادہ اور باندھے ہوئے ہوں تو ضروری ہے پانی میں داخل ہونے کے بعد بالوں کو کھول لیں تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ پانی اسکے تمام بالوں تک پہنچ گیا ہے اسی طرح اگر اس کے پاؤں زمین پر ہیں تو ضروری ہے پاؤں کو زمین سے اٹھائے۔

2. غسل ترتیبی۔ پہلے سر اور گردن کو دھونے کے بعد پورے جسم کو دھوئے اور احتیاط مستحب ہے کہ پہلے بدن کو دائیں طرف سے پھر بائیں طرف سے دھوئے۔

(مسئلہ نمبر 39:) وضوء کے صحیح ہونے کے لئے جو شرائط بیان کی گئی ہیں وہی شرائط غسل کے صحیح ہونے میں بھی معتبر ہیں جیسے نیت، پانی کا پاک ہونا، مباح ہونا، پانی کا مطلق ہونا، بدن کے اعضاء کا پاک ہونا، پانی کا مضر نہ ہونا، ان شرائط کے تحت انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ غسل بجالائے لیکن غسل میں اوپر سے نیچے کی طرف دھونا واجب نہیں ہے اسی طرح غسل میں ایک حصہ دھونے کے بعد دوسرے حصے کو فوراً دھونا بھی واجب نہیں ہے مگر وضو میں چہرہ اور

ہاتھوں کو اوپر سے نیچے کی طرف دھونا اسی طرح ایک عضو کو دھونے کے بعد فوراً دوسرے عضو کو دھونا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 40:) غسل ارتماسی میں نیت پانی میں ڈبکی لگانے سے پہلے کرنا چاہیے پانی میں اترنے کے بعد نیت کرنا کافی نہیں ہے۔ وہ شخص جو پانی میں اتر چکا ہے وہ غسل کرنا چاہے تو ضروری ہے اپنے بدن کا آدھا حصہ پانی سے باہر لائے اور نیت کرنے کے بعد دوبارہ پانی میں اپنے آپ کو ڈبو دے۔

(مسئلہ نمبر 41:) ترتیبی غسل ارتماسی غسل سے بہتر ہے۔

واجب غسل

1۔ غسل جنابت 2۔ غسل حیض 3۔ غسل استحاضہ 4۔ غسل نفاس
5۔ غسل میّت 6۔ غسل مس میت

1. جنابت۔ دو چیزوں سے انسان مجنب ہوتا ہے۔ (پہلا سبب) منی کے خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے چاہے منی اختیار سے نکلے یا اختیار سے نہ نکلے بیداری کے عالم میں نکلے یا سونے میں نکلے کم نکلے یا زیادہ نکلے، ہمبستری کی وجہ سے نکلے یا کسی اور وجہ سے نکلے۔

(مسئلہ نمبر 42:) اگر انسان سے کوئی رطوبت خارج ہو جائے اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ منی ہے یا کوئی اور چیز اگر وہ رطوبت شہوت کے ساتھ اور اچھل کر نکلی ہے اور اسکے نکلنے کے بعد بدن

سست ہو گیا ہو تو وہ رطوبت منی ہے۔ اگر ان تین علامات میں سے کوئی ایک علامت نہ پائی جائے اور انسان بیمار بھی نہ ہو اور جسمانی اعتبار سے سالم بھی ہو تو اس رطوبت پر منی کے آثار جاری نہیں ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 43:) منی خارج ہونے کے بعد انسان غسل کرے اور غسل کے بعد رطوبت خارج ہو جائے اور انسان اس رطوبت کے بارے میں شک کرے کہ وہ منی ہے جو کہ ممکن ہے منی کی نالی میں رہ گئی ہو یا کوئی اور رطوبت ہے اگر غسل سے پہلے اس نے پیشاب کیا ہے تو مذکورہ رطوبت منی نہیں ہے اگر غسل سے پہلے پیشاب نہیں کیا ہے تو وہ رطوبت منی کے حکم میں ہو گی اور غسل کا اعادہ ضروری ہے۔

(مسئلہ نمبر 44:) وہ رطوبت جو عورت سے شہوت کے ساتھ خارج ہوتی ہے اور اس کے بعد عورت کا بدن سست پڑ جائے تو اس پر غسل واجب ہے اگر غسل سے پہلے عورت سے حدث اصغر سرزد ہوا ہے (ریح، پیشاب، پاخانہ) تو ضروری ہے غسل بھی کرے اور وضو بھی کرے۔ اگر عورت سے بغیر شہوت کے کوئی رطوبت خارج ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب نہیں ہے یہاں تک کہ وہ رطوبت شوہر کے چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے خارج ہوئی ہو۔

دوسرا سبب: جماع (ہمبستری)۔ ہمبستری میں منی خارج نہ بھی ہو صرف سپاری (ختنہ گاہ) عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سپاری کسی انسان یا جانور کے قبل یا دُبر (قبل) پچھلا حصہ، (دُوبرُ) اگلا حصہ میں داخل ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

احتیاط واجب کی بناء پر اگر غسل کرنے سے پہلے حدث اصغر سرزد ہوا ہے تو غسل کے ساتھ وضوء بھی بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 45:) بنابر احتیاط واجب سپاری (ختنہ گاہ) کا ادھا حصہ داخل ہونے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

پانچ چیزیں مجنب پر حرام ہیں

1. بدن کو قرآن کریم کی تحریر سے مس کرنا۔
2. بنابر احتیاط واجب بدن کے کسی حصے کو اللہ کے مقدس نام اور صفات سے مس کرنا۔
3. مسجد الحرام اور مسجد النبی میں داخل ہونا، ٹھرنا، اور گزرنا حرام ہے۔
4. مسجد الحرام اور مسجد النبی کے علاوہ دیگر مساجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے لیکن ان میں داخل ہونا ان دو صورتوں میں جائز ہے۔

اول۔ مسجد کے دو دروازے ہوں ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے نکلا جائے ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔

دوئم۔ کسی چیز کو اٹھانے کے غرض سے مسجد میں داخل ہوا جائے ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ اور گزرتے ہوئے کسی چیز کا رکھنا اور اٹھانا جائز نہیں ہے۔

احتیاط واجب یہ ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کے مزارات بھی مذکورہ احکام میں مساجد کا حکم رکھتے ہیں مگر حرم سے ملحق کمرے یہ حکم نہیں رکھتے۔

5. آیہ سجدہ کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے آیات سجدہ یہ ہیں 1۔ سورہ نجم کی آیت نمبر ۱۵ ۔ 2 ۔ سورہ حم سجدہ کی آیت نمبر ۶۳ ۔ 3۔ سورہ الم سجدہ کی آیت نمبر ۲۷۔ 4۔ سورہ علق کی آیت نمبر ۱۹۔

حیض

حیض کے خون کی کچھ نشانیاں ہیں ان نشانیوں کے ذریعے خون حیض کو پہچانا جاتا ہے۔ اکثر اوقات یہ خون سرُخ، گرم، اچھل کر جلن کے ساتھ نکلتا ہے۔

خون حیض کی چار شرائط ہیں

1. لڑکی کے 9 سال مکمل ہو چکے ہوں اور عورت کی عمر ساٹھ سے اوپر نہ گئی ہو۔
2. تین دن تک مسلسل خون آئے ورنہ وہ خون حیض نہیں کہلائے گا۔
3. دس دن سے زیادہ نہ ہو۔ اگر دس دن سے زیادہ آئے تو اس کا ایک حصہ حیض کہلائے گا۔
4. دو خون حیض میں پاکیزہ گی کا دورانیہ بنابر احتیاط واجب دس دن سے کم نہ ہو۔ عورت کو خون حیض آجائے اور پاک ہو جائے پھر 9 دن بعد خون حیض آجائے تو یہ تازہ خون حیض نہیں کہلائے گا کیوں کہ دورانیہ دس دن سے کم ہے پاکیزہ گی کا دورانیہ دس دن ہونا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 46:) اگر حاملہ عورت خون دیکھے اور یقین کرے کہ وہ خون حیض کا ہے تو اسے چاہیے وہ حائضہ والی عورت کی طرح عمل کرے اگر اسے اس خون کے بارے میں حیض ہونے

کا یقین نہ ہو جبکہ وہ خون اسکی عادت کے دنوں میں آیا ہے اور حیض کی علامات بھی موجود ہوں تو اس خون کو حیض قرار دے ورنہ استحاضہ ہوگا۔

حیض کے احکام

جو چیزیں مجنب پر حرام ہیں حائضہ عورت پر بھی حرام ہیں حیض کی حالت میں مرد و عورت دونوں کے لئے ہمبستری کرنا حرام ہے۔ اسی طرح (دُبر) پچھواڑے میں بنابر احتیاط واجب دُخول مطلّقا جائز نہیں ہے چاہے عورت کو حیض آئے یا نہ آئے۔ اسکے علاوہ حالت حیض میں مرد عورت سے لذت اٹھا سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 47:) حائضہ عورت کو طلاق دینا جائز نہیں ہے جبکہ اسکے شوہر نے (دبر) کے ذریعے ہمبستری کی ہو اور شوہر حاضر بھی ہو اس صورت میں طلاق باطل ہے ہاں اگر شوہر غائب ہو یا وہ عورت حاملہ ہو اور عورت سے ہمبستری (دخول) نہ کیا ہو تو اس صورت میں طلاق جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 48:) خون حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت پر واجب ہے کہ واجب روزوں کی قضا بجالائے مگر قضا نمازوں کا ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 49:) حائضہ عورت واجب نماز کے دوران شرمگاہ میں روئی رکھے اور وضو کرے اور قبلہ رخ ہو ذکر خدا بجالائے بہتر ہے تسبیحات اربعہ پڑھے۔

استحاضہ

خون استحاضہ خون حیض کے برعکس اسکا رنگ اکثر زرد ہوتاہے سرد اور جلن کے بغیر نکلتاہے۔ خون استحاضہ میں خون حیض کی شرائط کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

ممکن ہے عورت نو سال سے پہلے اور ساٹھ سال کے بعد یا بلافاصلہ خون حیض کے بعد خون استحاضہ دیکھے۔ خون استحاضہ کے لئے کوئی خاص حد معین نہیں ہے ممکن ہے خون استحاضہ صرف ایک دن یا چند گھنٹے آئے اور کبھی کبھار ایک ماہ اور کبھی ایک مہینہ سے زیادہ بھی آتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 50:) استحاضہ کا خون شرعی اعتبار سے حدث میں شمار ہوتاہے اور حدث طہارت کو ختم کردیتاہے اس بات کی طرف مبطلات وضوء میں اشارہ کردیاگیاہے۔ بنابر این اگر عورت کو خون استحاضہ آجائے اور روئی کی دوسری جانب سرایت کرے تو اس کا وضو باطل ہے اس صورت میں عورت کو چاہیے وضو یا غسل انجام دے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

(مسئلہ نمبر 51:) استحاضہ کی تین قسمیں ہیں:۔

ا۔ قلیلہ ۲۔ متوسطہ ۳۔ کثیرہ

قلیلہ ۔ یہ ہے کہ خون صرف روئی کے اوپر والے حصے کو آلودہ کرے جسے عورت اپنی شرمگاہ پر رکھتی ہے اور اندر تک سرایت نہ کرے۔

متوسطہ۔ خون روئی کے اندر تک چلا جائے لیکن دوسری جانب نہ نکلے۔

کثیرہ۔ خون روئی سے تجاوز کرکے کپڑے تک پہنچ جائے۔

(مسئلہ نمبر 52:) استحاضہ قلیلہ والی عورت کے لئے ضروری ہے ہر واجب نماز کے لئے وضو کرے روئی کو تبدیل کرے اور شرم گاہ کے ظاہری حصے کو دھوئے۔

(مسئلہ نمبر 53:) استحاضہ متوسطہ۔ یہ کہ عورت روئی تبدیل کرے شرمگاہ کے ظاہری حصے کو پانی سے دھوئے ایک مرتبہ غسل کرے اور ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ اقرب یہ ہے کہ وضوء غسل کے بعد بجالائے بنابر این اگر کوئی عورت نماز صبح سے پہلے مستحاضہ متوسطہ ہو جائے تو ضروری ہے پہلے نماز صبح کے لئے غسل کرے اسکے بعد وضوء کرکے نماز بجالائے۔ نماز ظہر و عصر کے لئے روئی تبدیل کرے اور وضوء کرکے نماز ادا کرے اور نماز مغرب اور عشاء کیلئے روئی کو تبدیل کرے اور وضوء کرکے نماز بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 54:) استحاضہ کثیرہ والی عورت کے لئے ضروری ہے روئی کو تبدیل کرے اور ایک غسل فجر کی نماز کے لئے ایک غسل ظہر و عصر کے لئے اور ایک غسل مغرب و عشاء کے لئے انجام دے یہ اس صورت میں کہ نماز ظہر و عصر، مغرب و عشاء ساتھ پڑھی جائے۔

(مسئلہ نمبر 55:) استحاضہ کثیرہ والی عورت کا روزہ اس صورت میں درست و صحیح ہوگا کہ وہ اس دن کی نماز صبح، نماز ظہر و عصر کے لئے غسل کرے بلکہ بنابر احتیاط واجب نماز مغرب و

عشاء کے لئے بھی غسل کرے جیسے روز جمعہ اس نے روزہ رکھنا ہے تو ضروری ہے شب جمعہ ایک غسل مغرب و عشاء کے لئے ایک غسل نماز صبح جمعہ کے لئے ایک غسل نماز ظہر و عصر جمعہ کے لئے انجام دے ورنہ اس کا روزہ صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 56:) استحاضہ والی عورت قلیلہ ہو، متوسطہ ہو، یا کثیرہ ہو، وضوء اور غسل سے پہلے قرآن کریم کو چھو نہیں سکتی اور غسل و وضوء کے بعد بھی صرف نماز کے دوران قرآن کو چھونا جائز ہے نماز کے بعد مس کرنا جائز نہیں ہے۔

نفاس

نفاس وہ خون ہے جو کہ بچے کی پیدائش کی وجہ سے رحم سے نکلتا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے البتہ اس میں یہ ضروری ہے کہ نفاس والی عورت خون کو دیکھے اور خون کو دیکھنے سے لیکر دس دن تک نفاس کا کل دورانیہ ہوتا ہے۔ بچے کی ولادت کو نفاس کی ابتداء قرار نہیں دی جاسکتی احتیاط واجب کی بناپر اگر خون تین دن سے کم آئے تو ضروری ہے عورت نفاس اور استحاضہ کے احکام پر عمل کرے۔

(مسئلہ نمبر 57:) اگر نفاس کے خون کو دس دن گزر جائیں جبکہ عورت حیض میں صاحب عادت معین ہو جیسے اس کا خون حیض سات دن آتا ہو اس صورت میں سات دن کو نفاس قرار دے اور باقی کو استحاضہ قرار دے ہاں اگر عورت حیض میں صاحب عادت معین نہ ہو تو اس صورت میں دس دن حیض قرار دے باقی کو استحاضہ قرار دے۔

(مسئلہ نمبر 58:) نفاس والی عورت پر حیض والی عورت کے احکام لاگو ہوتے ہیں۔ قرآن کو چھونا، آیات سجدہ کو پڑھنا، مسجد میں ٹھہرنا، مسجد میں داخل ہونا، اگر گزرنے کا ارادہ نہ ہو اور اسکے ساتھ ہمبستری کرنا جائز نہیں ہے اور طلاق دینا باطل ہے۔

جب تک عورت نفاس کی حالت میں ہے روزے نہیں رکھ سکتی۔ روزوں کی قضا واجب ہے جبکہ نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 59:) نفاس، حیض، استحاضہ کا غسل یا تو ترتیبی ہوگا یا ارتماسی ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے انجام دیا جاسکتا ہے۔

میت کے احکام

کسی مسلمان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد دوسرے مکلّف مسلمانوں پر کچھ شرعی زمداریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس زمداری کو واجب کفائی کہا جاتا ہے۔ واجب کفائی ابتدائی طور پر تمام مکلفین پر واجب ہوتا ہے لیکن اس واجب کو جب چند مکلّف انجام دیتے ہیں تو وہ واجب دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے اگر اس واجب کو کوئی انجام نہ دے تو تمام مکلفین گناہ گار ہونگے۔

ان زمداریوں میں سے ایک زمداری یہ ہے کہ جو مسلمان جان کنی کی حالت میں ہو اسے روبہ قبلہ اس طرح پشت کے بل لٹایا جائے کہ اسکے پاؤں کے تلوے قبلہ رخ ہوں۔ اسطرح کہ وہ بیٹھ جائے تو اسکا چہرہ قبلہ کی طرف ہو۔ ممکن ہونے کی صورت میں احتیاط واجب یہ ہے کہ جان کنی میں مبتلا شخص خود روبہ قبلہ لیٹ جائے۔

(مسئلہ نمبر 60:) مسلمان کی میت کو تین غسل دینا واجب ہے۔

اول – سدر ملے پانی سے غسل دیا جائے۔

دوئم – کافور ملے پانی سے غسل دیا جائے۔

سوئم – خالص پانی سے غسل دیا جائے جس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 61:) غسل دینے والے پر واجب ہے کہ سب سے پہلے میت کے سر اور گردن کو دھوئے اسکے بعد دایاں حصہ پھر بایاں حصہ دھوئے تینوں غسل اسی ترتیب سے دیئے جائیں اور تینوں میں قصد قربت شرط ہے۔

غسل دیتے وقت میت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور چھونا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 62:) غسل کے بعد میت کو حنوط دینا واجب ہے کافور کی تھوڑی سی مقدار سجدے میں زمین سے لگنے والے اعضاء دونوں ہتھیلیوں ، پیشمانی، پیروں کے دونوں انگوٹھوں، دونوں زانوں پر لگائی جائے۔

(مسئلہ نمبر 63:) غسل اور حنوط کے بعد کفن دینا چاہیے کفن کپڑے کے تین ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ لنگ - ایسی ہو جو ناف سے گھٹنوں تک بدن کے اطراف کو ڈھانپ لے۔

۲۔ کُرتہ - کندھوں سے لیکر آدھی پنڈلیوں تک ہو۔

۳۔ چادر - سر سے لیکر پاؤں تک پورے بدن کو ڈھانپ لے۔

(مسئلہ نمبر 64:) ہر مسلمان میت پر یہاں تک کہ اس بچے پر بھی جس کے چھ سال مکمل ہو چکے ہوں غسل، حنوط اور کفن کے بعد نماز پڑھنا واجب ہے۔ جس بچے کی عمر چھ سال مکمل نہ ہو اس پر نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 65:) نماز میت کی شرائط :۔

1. جنازہ حاضر ہو۔ غائبانہ نماز درست نہیں ہے

2. میت کو پشت کے بل لٹایا جائے

3. نماز میت پڑھنے والا روبہ قبلہ ہو

4. نماز پڑھنے والا میت کے سامنے ہو

5. نماز پڑھنے والا میت سے دور نہ ہو

6. میت کا سر نماز گزار کے دائیں طرف ہو

7. نماز پڑھنے والے کو کھڑا ہونا چاہیے

(مسئلہ نمبر 66:) نماز میت کا طریقہ۔

نماز قصد قربت کی نیت سے پڑھی جائے اور مندرجہ ذیل پانچ تکبیریں کہیں۔

1. اللہ اکبر **أَشْهَدُ أَنْ لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيکَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسولُهُ**

2. اللہ اکبر **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّد وَآلِ مُحَمَّد**

3. اللہ اکبر **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِناتِ**

4. اللہ اکبر **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهذا الْمَيت**

5. اللہ اکبر

پانچویں تکبیر کے بعد نماز ختم ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 67:) میت کو اس طرح زمین میں دفن کرنا واجب ہے کہ اس کی بو باہر نہ آئے اور درندے بھی اس کا بدن باہر نہ نکال سکیں۔ میت کو قبر میں دائیں پہلو اس طرح لٹایا جائے کہ اسکے بدن کا اگلا حصہ رو بہ قبلہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 68:) سقط شدہ بچے کا پورا بدن بن چکا ہے تو اس کو غسل حنوط اور کفن دینا چاہیے مگر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ اگر چار مہینے سے کم بھی ہو اور بدن کامل بھی نہ ہو تو اسے احتیاط واجب کی بناء پر کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفنانا چاہیے۔

مس میت

(مسئلہ نمبر 69:) اگر کوئی شخص کسی مردہ انسان کے بدن کو ٹھنڈا ہونے سے پہلے مس کرے تو غسل مس میت واجب نہیں ہے البتہ جس عضو سے میت کو مس کیا ہے وہ نجس ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عضو یا میت کا بدن گیلا ہو۔

غسل دینے کے بعد مسلمان کی میت چاہے گیلی ہی کیوں نہ ہو مس کرنے سے غسل مس میت واجب نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص کسی ایسے مردہ انسان کے بدن کو مس کرے جو ٹھنڈا ہو چکا ہو اور غسل نہ دیا گیا ہو تو واجب ہے غسل کرے۔

تیمّم

وضوء اور غسل کے بدلے تیمّم چند موقعوں پر درست ہے۔

1. انسان کے پاس نماز پڑھنے کے لئے وقت ہو اور وہ اپنے ارد گرد پانی کو تلاش بھی کرے مگر پانی نہ ملے یا اس کے پاس پانی تو موجود ہے مگر غسل یا وضوء کے لئے کافی نہ ہو۔

2. انسان کسی ایسی جگہ موجود ہے جہاں سے پانی بہت ہی دور ہو اور اسے حاصل کرنا بہت ہی دشوار ہو یا یہ کہ وہ پانی کسی شخص کی ملکیت ہو جسے حاصل کرنے لے لئے بہت التجا و التماس کی ضرورت پڑے اور اجازت کی امید بھی نہ ہو یا کسی خطرناک مقام پر ہو۔

3. انسان کسی ایسی جگہ موجود ہو جس کے آس پاس میں پانی پایا جاتا ہے لیکن پانی کا مالک اس پانی کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔ یا یہ کہ پیسے دے کر پانی حاصل کیا جاسکتا ہے مگر پیسے دینا مکلّف کے لئے ضرر کا باعث ہو یا پانی کی جگہ تک پہنچنا مکلّف کے لئے کسی حرام فعل کے ارتکاب کا موجب بنے یعنی پانی تک پہنچنے کا راستہ غصبی ہو۔

4. پانی پایا جاتا ہے لیکن وقت بہت ہی کم ہو۔ غسل اور وضوء کے ذریعے نماز بجالانے کے لئے وقت کافی نہ ہو۔ اس صورت میں تیمّم کرکے پوری نماز وقت کے اندر بجالائی جائے۔

5. غسل اور وضوء کرنا انسان کے لئے ممکن ہے لیکن پانی کا استعمال نقصان دہ ہو۔

6. پانی اتنا نہ ہو کہ انسان وضوء بھی کرے اور اپنی یا کسی انسان و جانور کی پیاس بھی بجھاسکے۔

7. کسی کا بدن یا لباس نجس ہو اور پانی اتنا ہو کہ بدن اور لباس کو دھویا جاسکتا ہو یا صرف پانی سے وضوء کیا جاسکتا ہو۔ اس صورت میں جائز ہے کہ انسان بدن یا لباس کو دھولے اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لے اور یہ بھی جائز ہے کہ انسان پانی سے وضوء بجالائے اور نجس بدن اور نجس لباس میں نماز پڑھے۔

(مسئلہ نمبر 70:) زمین پر تیمّم کرنا صحیح ہے اسی طرح اُن چیزوں پر تیمّم کرنا صحیح ہے جو زمین سے جدا ہوتی ہیں جیسے مٹی، پتھر، ریت، ڈھیلا، گچ، سیمنٹ، اینٹ، اور سنگ مرمر لیکن شرط یہ ہے کہ یہ چیزیں پاک اور مباح ہوں۔

(مسئلہ نمبر 71:) دونوں ہتھیلیوں کو ایک ساتھ زمین پر مارے اور بال اگنے والی جگہ سے شروع کرکے پوری پیشانی کے اطراف کو شامل کرکے ابرو تک پھیرے جائیں اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ دونوں ابرو پر بھی ہتھیلیوں کو پھیرا جائے۔ اسکے بعد بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر انگلیوں تک پھیرے اسکے بعد دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر انگلیوں تک پھیرا جائے۔

(مسئلہ نمبر 72:) تیمّم میں دو بار ہتھیلوں کو دو بار مارنا شرط ہے ایک بار چہرے کے لئے دوسری بار ہتھیلیوں کے لئے۔

(مسئلہ نمبر 73:) تیمّم میں قصد قربت شرط ہے اور احتیاط واجب ہے کہ اوپر سے نیچے کی طرف پھیرا جائے۔

(مسئلہ نمبر 74:) ایک عضو کے ذریعے دوسرے عضو پر مسح کرتے وقت کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے جیسے انگوٹھی وغیرہ۔

نجاسات

(مسئلہ نمبر 75:) اعیان نجس کے علاوہ ہر چیز شرعی اعتبار سے پاک ہے اسی طرح وہ چیز بھی نجس ہے جو اعیان نجس سے لگ جائے، اعیان نجس سے مراد وہ چیز ہے جس کو شریعت نے نجس قرار دیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 76:) نجاسات دس ہیں:۔

1و2- پیشاب و پاخانہ۔

انسان اور حیوان کا پاخانہ و پیشاب نجس ہے مگر تین قسم کے جانوروں کا پیشاب و پاخانہ پاک ہے۔

اول ــ وہ جانور جس کا گوشت شریعت میں حلال ہو۔ بھیڑ، بکری، اونٹ، گھوڑا، خچر، مرغی وغیرہ۔ ان کا پیشاب و پاخانہ پاک ہے۔

دوئم ــ تمام پرندوں کی بھڑ پاک ہے چاہے حرام گوشت ہوں یا حلال گوشت جیسے شکاری پرندے مردار کھانے والے پرندے وغیرہ۔

سوئم ــ وہ جانور جن کو ذبح کرتے وقت خون دھار مار کر نہ نکلے ان کا پاخانہ و پیشاب وغیرہ پاک ہے جیسے سانپ، عقرب، مچھلی۔ چاہے ان جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہ ہو ان کا پیشاب و پاخانہ پاک ہے۔

(مسئلہ نمبر 77:) حلال گوشت جانور کا پیشاب پاک ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ نجاست خوار نہ ہو اور انسان نے اس جانور کے ساتھ بد فعلی بھی نہ کی ہو۔ ہاں اگر اس جانور کے ساتھ انسان نے بد فعلی کی ہو یا اس نے اس قدر نجاست کھائی ہے کہ اسکا گوشت اس نجاست کی وجہ سے بنا ہو تو ان دو صورتوں میں اس کا گوشت حرام ہوگا اور اس کا پیشاب نجس ہوگا اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس جانور کے جوٹھے سے بھی اجتناب کیا جائے۔

3 ــ منی

انسان اور خون جہندہ رکھنے والے جانور کے منی نجس ہے چاہے حلال گوشت ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے بکرا، بیل، مرغ وغیرہ۔

4 ــ مردار

مرا ہوا جانور چاہے حلال گوشت ہی کیوں نہ ہو اگر شرعی اعتبار سے ذبح نہ کیا گیا ہو تو نجس ہے لیکن مندرجہ ذیل موارد اس حکم سے مستثنی ہیں۔

1. جس جانور کا خون دھار مار کر نہ نکلتا ہو اس کا خون مچھلی کی طرح پاک ہے۔

2. کسی جانور کو ذبح کیا جائے اور اس سے معمول کے مطابق خون باہر نکل آئے تو اس کے بدن میں اور جگر میں باقی رہ جانے والا خون پاک ہے۔

3. انڈے میں پیدا ہونے والا خون پاک ہے البتہ اس کا کھانا حرام ہے۔

6 و 7 - کتا اور سور

کتا اور سور کے تمام اجزاء، گوشت، ہڈی، بال، دانت و ناخن نجس ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ دونوں زندہ ہوں یا مردہ اور اس اعتبار سے کتوں کی تمام قسموں میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ دیگر جانوروں کے ناخن، بال، ہڈی و دانت پاک ہیں۔

8 – شراب

شراب نجس ہے۔ البتہ دیگر بہنے والی نشہ آور چیزیں جو کہ انگور سے نہ لی گئی ہوں پاک ہیں اگرچہ ان چیزوں کا خریدنا بیچنا اور پینا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 78:) انگور کا پانی آگ کی وجہ سے اُبل جائے تو پاک ہے مگر حرام ہے ہاں اگر اسکے دو حصے ابلنے کی وجہ سے ختم ہو جائیں تو اس صورت میں حلال ہے۔ اگر انگور کا پانی آگ کے علاوہ خود بخود آہستہ آہستہ ابلنے لگے تو اس صورت میں حرام ہے اور نجس ہے چون کہ اس طرح کا پانی ایسا پانی ہے جیسے انگور سے لیا گیا ہے اور انگور کی شراب اسی طریقے سے ہی بنتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 79:) کھجور اور کشمش کا شیرا نجس نہیں ہوتا چاہے آگ کی وجہ سے اُبال کیوں نہ آجائے۔

(مسئلہ نمبر 80:) الکحل (اسپریٹ) کی تمام انواع پاک ہیں۔ لہٰذا وہ پرفیوم جس میں الکحل کی آمیزش ہو پاک ہے اور نماز کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 81:) الکحل کی آمیزش والی سرکہ اور تمام کھٹی اور تُرش چیزوں کی قسمیں پاک ہیں۔

9 –فقاء

فقاء جو کہ عام طور پر جو سے لی جاتی ہے جسے جو کا پانی کہا جاتا ہے نجس ہے۔ لیکن ماءُ الشعیر کو فقاء میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

10 –کافر

کافر یا تو بالکل دین ہی نہیں رکھتا یا اسلام کے علاوہ کسی دین کا ماننے والا ہے یا تو اسلام کو قبول کرتا ہے مگر ضروریات اسلام جیسے نماز، حج وغیرہ سے انکار کرے۔ جس طرح وہ لوگ جو خود کو اہل کتاب کہلاتے ہیں جبکہ گذشتہ آسمانی ادیان جو کہ مسخ ہوگئے ہیں منسوب کرتے ہیں جیسے یہود ا نصارا یہ لوگ بنابر اظہر شرعا پاک ہیں۔

(مسئلہ نمبر 82:) کفار کے ہاتھ سے لینے والی جامد اور سیال چیزیں جیسے تیل، روٹی، شہد وغیرہ پاک ہیں مگر یہ کہ ان کی نجاست پر اسے یقین ہو۔ اسی طرح کفار کے برتن لباس وغیرہ بھی پاک ہیں جب تک ان کی نجاست کا علم نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 83:) مسلمانوں سے خریدا ہوا گوشت ،چربی، کھالیں اسی طرح مسلمانوں کے بازار سے خریدی گئیں مذکورہ چیزیں جو کہ ذبح کے نتیجے میں ہاتھ آگئیں ہیں پاک ہیں اور حلال ہیں۔ اگر مذکورہ بالا تین چیزیں کافروں کے ہاتھ سے خریدی گئیں ہیں تب بھی پاک ہیں البتہ شرط یہ ہے کہ انسان احتمال دے کہ مذکورہ چیزیں ذبح کئے ہوئے جانوروں کی ہوں ہاں صرف ذبح کے احتمال سے یہ چیزیں حلال نہیں ہوں گی اور ان کا کھانا اور نماز میں ان کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔ ہاں اس وقت یہ چیزیں حلال ہونگی اور ان کا نماز میں استعمال جائز ہوگا جب انسان کو ان کے ذبح ہونے کا علم ہو۔

(مسئلہ نمبر 84:) مرطوب نجس چیز کسی دوسری چیز سے لگ جائے اور رطوبت سرایت کر جائے تو دوسری چیز بھی نجس ہو جاتی ہے جبکہ دونوں چیزیں خشک ہوں تو خشک نجس چیز کے کسی دوسری خشک چیز سے لگنے کی صورت میں نجاست خشک چیز کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔

(مسئلہ نمبر 85:) اگر مرطوب پاک چیز کسی عین نجس سے لگ جائے یا یہ کہ اس پاک مرطوب چیز اور عین نجس کے بیچ میں صرف ایک واسطہ ہو تو مرطوب چیز نجس ہو جائے گی، اگر پاک اور عین نجس کے درمیان دو واسطے ہوں تو اس صورت میں پاک چیز نجس نہیں ہوگی، جیسا کہ کوئی شخص اپنا گیلا ہاتھ کتے کے بالوں سے مس کرے اور اسی تر ہاتھ کو اپنے لباس سے لگائے تو اس کا گیلا ہاتھ جو کہ کتے کے بالوں سے لگا تھا نجس ہوگا کیوں کہ بالوں اور لباس کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ ہے اور وہ اس کا گیلا ہاتھ ہے، اور اگر کوئی اور مرطوب چیز اور عین نجس کے بیچ میں دو واسطے یعنی لباس اور ہاتھ واقع ہوئے ہیں، اسی ترتیب سے اگر پہلی والی متنجس چیز کسی پاک چیز سے لگ جائے تو وہ پاک چیز نجس ہو جائے گی، بنابر این ہاتھ جو کہ پہلا متنجس تھا کسی پاک چیز سے لگ

جائے تو وہ چیز نجس ہو جائے گی، جبکہ لباس دوسرا متنجس ہونے کی وجہ سے اگر کسی پاک چیز کو لگ جائے تو وہ پاک چیز نجس نہیں ہو گی۔

پہلے متنجس سے ہمارے مقصد وہ چیز ہے جو کہ بغیر واسطے کے عین نجس سے لگ گئی ہے اور وہ نجس ہے، اور دوسرے متنجس سے ہمارا مقصد وہ چیز ہے جو کہ خود اس چیز اور عین نجس کے درمیان ایک واسطہ موجود تھا۔ البتہ اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ اگر واسطہ کوئی پہنے والی چیز ہو تو پھر اس صورت میں اسے واسطہ نہیں سمجھا جائے گا، اگر کوئی پاک چیز اس مائع متنجس سے ملاقات کرے تو وہ چیز نجس ہو جائے گی گویا وہ چیز بغیر کسی واسطے کے متنجس چیز سے لگ گئی ہے، بنابراین پاک چیز اور عین نجس کے بیچ میں قرار پانے والے واسطوں کا خیال رکھنا چاہیے اور ان واسطوں میں سے جو بھی واسطہ مائع اور سیال ہوگا اسے واسطہ شمار نہیں کیا جائے گا، اگر دو یا دو سے زیادہ واسطے باقی رہ جائیں تو پاک چیز نجس نہیں ہو گی اور اگر ایک واسطہ باقی رہ جائے تو وہ پاک چیز نجس ہو جائے گی۔

نجاسات کے احکام

(مسئلہ نمبر 86:) اگر نماز گزار اپنے بدن لباس اور محل سجدہ کے نجس ہونے کے بارے میں نہ جانتا ہو یہاں تک نماز سے فارغ ہو جائے اور اس کے بعد اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا بدن یا لباس یا محل سجدہ نجس تھا تو اس صورت میں اگر نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو دوبارہ نماز پڑھنا واجب نہیں اور اگر وقت نکل چکا ہے تو قضا بجالانا واجب نہیں ہے، اسی طرح انسان کو اپنی طہارت پر

یقین ہو اور نماز پڑھنے کے بعد اسے پتہ چلے کہ اس نے نجس لباس یا بدن میں نماز پڑھی ہے تو اس صورت میں بھی اعادہ اور قضا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 87:) اگر نماز پڑھنے والے کو نماز کے دوران پتہ چلے کہ اس نے آدھی نماز نجاست کے ہمراہ پڑھی ہے اور دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے وقت بھی ہو تو اس کی نماز باطل ہے اور ضروری ہے کہ وہ دوبارہ طہارت کے ساتھ نماز بجالائے لیکن نماز گزار کے پاس وقت نہ ہو یہاں تک کہ ایک رکعت نماز بھی وقت کے اندر بجانہ لاسکتا ہو اور واجبات نماز کو محفوظ کرتے ہوئے اور نماز کے منافی کاموں سے بچتے ہوئے لباس کو تبدیل یا پاک کرنے کا امکان ہو تو ضروری ہے کہ ایسا کرے اور نماز کو تمام کرے اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو ضروری ہے کہ وہ نجس لباس میں ہی نماز کو اختتام تک پہنچائے اور بنابر احتیاط واجب قضا بھی بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 88:) نماز پڑھتے وقت اگر نماز گزار کا لباس نجس ہو جائے اور لباس کو تبدیل یا پاک کرنا ممکن ہو اور یہ کام نماز کا منافی بھی نہ ہو تو اس صورت میں لباس کو تبدیل یا پاک کرنا واجب ہے، اور اس کی نماز صحیح ہے، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر لباس کو پاک کرنا ممکن نہ ہو اسی طرح لوگوں کی موجودگی اور شدید سردی کی وجہ سے لباس اتارنا بھی ممکن نہ ہو، اس صورت میں اسی نجس لباس میں نماز بجالائی جائے اس پر اعادہ اور قضا واجب نہیں ہے، ہاں اگر لباس کا اتارنا ممکن ہے مگر اس لباس کے علاوہ شرمگاہ کو چھپانے کے لئے کوئی اور کپڑا وغیرہ نہ ہو تو بنابر اظہر اسی نجس لباس میں نماز پڑھنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 89:) اگر نماز گزار جانتا ہو کہ اس کے بدن پر یا اس کے لباس پر نجاست لگی ہوئی ہے اور اسے بھلادے یا غفلت کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل ہے اگر نماز کا وقت باقی ہے تو اعادہ کرے ورنہ قضا بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 90:) نماز گزار نماز کے دوران متوجہ ہو جائے کہ اس کا لباس نماز شروع کرنے سے پہلے نجس تھا مگر وہ نجاست سے غافل تھا یا بھول گیا تھا تو اس کی نماز باطل ہے اور ضروری ہے کہ وہ نماز کو توڑ دے اور لباس کو پاک کرکے نماز ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 91:) انسان اپنے نجس لباس کو پاک کرنے کے بعد نماز بجالائے نماز کے بعد وہ اپنے لباس پر نجاست کو پائے تو اسکی نماز درست ہے اعادہ اور قضا کی ضرورت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 92:) نجس چیز کا کھانا پینا حرام ہے مگر جہاں طہارت شرط نہ ہو وہاں اس نجس چیز سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 93:) خود مسجد، اس کا فرش اسی طرح مسجد کے دیگر وسائل کو نجس کرنا حرام ہے اگر مسجد کی کوئی چیز نجس ہو جائے تو خاص مسجد کو پاک کرنا واجب کفائی ہے۔ جب کہ اس میں مسجد کی دیواریں، فرش، منبر، بلڈنگ کا میٹریل شامل نہیں ہے لہٰذا ان چیزوں کا پاک کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ ان چیزوں کا نجس کرنا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 94:) انسان نماز پڑھنے کے ارادے سے مسجد میں داخل ہو جائے اور مسجد میں اسے کوئی نجاست نظر آجائے اگر نماز کے لئے وقت وسیع ہو تو مسجد سے فوراً نجاست کو دور کرنے کے بعد نماز ادا کرے اگر نجاست کو دور کرنے سے پہلے نماز ادا کرے تو اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے مگر اس کی نماز صحیح ہے ہاں البتہ نماز کے لئے وقت تنگ ہو تو پہلے نماز ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 95:) اگر انسان خود مسجد کو پاک نہ کر سکتا ہو جبکہ جانتا ہے کہ دوسرے مسجد کو پاک کر سکتے ہیں تو دوسروں کو بتانا ضروری ہے۔

(مسئلہ نمبر 96:) قرآن کریم، حرم، اور آئمہ اطہار (علیہم السلام) کی قبر کی ضریح، خاک شفا اور رسول اکرم ﷺ کی قبر کی خاک اسی طرح دیگر آئمہ اطہارؑ کی قبور کی خاک جو کہ تبرک کے طور پر لی جاتی ہے مسجد کا حکم رکھتے ہیں انہیں نجس کرنا ان کی بے حرمتی کا باعث بنے تو حرام ہے اور انہیں پاک کرنا واجب ہے۔

جن صورتوں میں نمازی کا بدن اور لباس کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے

(الف) بدن کے زخم، جراحت یا پھوڑے کی وجہ سے اس کے لباس یا بدن پر خون لگ جائے، خون کم ہو یا زیادہ زخم کی جگہ ظاہر میں ہو یا باطن میں جیسے بواسیر کا زخم، اگر بواسیر کا خون انسان کے لباس اور بدن پر لگ جائے تو زخم کے ٹھیک ہونے تک خون کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے، اگرچہ وہ خون نجس ہی کیوں نہ ہو اس خون کا دھونا اور لباس کو تبدیل کرنا اس وقت واجب نہیں ہے جب عام مکلفین کے لئے اس کا دھونا اور لباس کا تبدیل کرنا مشقت کا باعث بنے۔ جس خون کو زخم اور جراحت کے خون کی طرح معفو قرار دیا گیا ہے اس سے بدن اور لباس کو محفوظ رکھنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اس زخم سے نکلنے والی دیگر رطوبتیں اور وہ دوا جو زخم پر لگائی گئی ہے اور وہ پسینہ جو کہ زخم سے متصل ہو معفو ہیں۔

(مسئلہ نمبر 97:) اگر انسان شک کرے کہ اس کا زخم ٹھیک ہوا ہے کہ نہیں تا کہ خون کو دور کرنے یا نہ کرنے کے فریضے پر عمل کرے تو ایسی صورت میں انسان یہ باور کرے کہ زخم ٹھیک نہیں ہوا ہے لہٰذا خون کا دھونا واجب نہیں ہے۔

(ب) وہ خون جو انگوٹھے اور سب سے بڑی انگلی کے درمیان والی انگلی کے اوپر والی گرہ سے کم ہو چاہے خون کی یہ مقدار بدن پر ہو یا لباس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے اگر چہ وہ خون نجس ہو البتہ اس خون کے عفو کے سلسلے میں مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

1. یہ خون نجس العین جانور کا نہ ہو، جیسے کتا، سور۔
2. حرام گوشت جانور کا نہ ہو، جیسے خر گوش، لومڑی وغیرہ۔
3. مردار کا خون نہ ہو، اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ حیض، استحاضہ اور نفاس کا خون بھی نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 98:) اگر زخم کا خون پیپ، یا پانی کے ساتھ مل جائے تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ معفو صرف خون قرار پایا ہے چاہے وہ مخلوط خون انگلی کی گرہ سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

(ج) ایسے نجس لباس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح ہے جس سے شرمگاہ چھپائی نہ جا سکتی ہو۔ جیسے رومال، دست بند، جوراب، ٹوپی، انگوٹھی وغیرہ۔ البتہ یہ چیزیں حرام گوشت جانور کے اجزاء سے نہ بنی ہوں یا ان چیزوں میں حرام گوشت کے اجزاء شامل نہ ہوں یہ عفو اس لباس کو شامل نہیں کرتا جو کہ مردار کی کھال سے بنا ہو یا نجس العین جانور کے بالوں سے بنا ہو جیسے کتا اور سور کے بالوں

سے بنا ہوا لباس۔ یا ایسا لباس جو حرام گوشت جانور کے مدفوع سے نجس ہوا ہو اور اس کے پاخانے کے اجزاء اس لباس میں موجود ہوں تو یہ لباس معفو کے حکم میں شامل نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 99:) نماز پڑھنے والے کے ساتھ حرام گوشت جانور کے اجزاء کا ہونا جائز نہیں ہے البتہ ایسا بڑا متنجس رومال جس سے شرمگاہ کو چھپایا جا سکتا ہو نماز گزار کے ساتھ ہو تو اسکی نماز صحیح ہے۔

مُطہرات

اول: پانی۔

ہر نجس چیز کو پاک کرتا ہے اور پانی کو اس نجس چیز پر غالب آنا چاہیے۔ اس اعتبار سے کثیر اور قلیل پانی میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ آب کثیر اور آب قلیل کے ذریعے پاک کرنے میں فرق ہے اور وہ موارد مندرجہ ذیل ہیں۔

1. جو لباس پیشاب لگنے سے نجس ہوا ہے آب قلیل سے دو بار دھویا جائے تو پاک ہوگا جبکہ کثیر پانی سے ایک بار دھونا کافی ہے۔

2. اگر کتا کسی برتن سے پانی پیئے یا اس برتن کو چاٹے تو پہلے مٹی کو تھوڑی گیلی کرکے اس برتن کو مانجھا جائے اس کے بعد قلیل پانی سے دو مرتبہ بلکہ احیاطاً تین بار دھویا جائے جبکہ کثیر پانی سے، کر اور جاری کی طرح ایک بار دھونا کافی ہے۔

3. اگر لباس اور فرش نجس ہو جائے اور نجاست سرایت کر جائے تو قلیل پانی سے دھویا جائے تو ضروری ہے لباس اور فرش رگڑنے کے بعد اسے نچوڑا جائے اگر کثیر پانی سے دھو جائے تو لباس اور فرش کو نچوڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پانی کا پہنچنا کافی ہے۔

4. کھانے پینے میں استعمال ہونے والے برتن نجس ہو جائیں تو قلیل پانی سے تین بار دھونے چاہیں جبکہ کثیر پانی سے ایک بار دھونا کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 100:) جس برتن سے سُور پانی پیئے یا صحرائی چوہا اس برتن میں مرجائے چاہے قلیل پانی سے دھویا جائے یا کثیر پانی سے سات مرتبہ دھونا چاہیے اگر کوئی برتن شراب کی وجہ سے نجس ہوا ہو تو تین بار دھویا جائے یہاں تک کہ اس برتن کو کثیر پانی کے ذریعے دھویا جائے تو آب جاری اور کُر کی طرح دھویا جائے اور بہتر ہے اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے۔

(مسئلہ نمبر 101:) اگر بچہ کمرے کے فرش پر پیشاب کرے تو پہلے کسی کپڑے کے ذریعے اسے خشک کیا جائے اسکے بعد اس پر پانی ڈالا جائے اور جیسے ہی یہ پانی نجس جگہ کو گھیر لے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے لیکن اس نجس جگہ کو صرف کپڑے سے خشک کرنا یا قلیل پانی کا نجس جگہ پر ڈالنا کافی نہیں ہے بلکہ دونوں عمل انجام دیئے جائیں۔

دوئم: زمین۔

زمین مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ نجس چیز کو پاک کرتی ہے۔

1. نجس چیز انسان کے پاؤں کا تلوا ہو یا جوتے کا نچلا حصہ ہو جسے انسان پہنتا ہو۔

2. نجاست زمین سے لگی ہو۔ اگر نجاست زمین پر چلنے یا کھڑے ہونے کی وجہ سے نہ لگی ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو زمین پاک نہیں کرے گی۔

3. زمین پاک ہو اور خشک ہو۔ بنابر این اگر مذکورہ شرائط موجود ہوں اور نجاست زمین پر چلنے سے یا رگڑنے سے دور ہو جائے تو اس صورت میں جوتے کا نچلا حصہ اور پاؤں کا تلوا پاک ہوگا۔

سوئم: استحالہ۔

ایک نجس چیز کی جنس دوسری جنس اور طبیعت میں بدل جائے۔ جیسے پیشاب بخار میں تبدیل ہو جائے۔ یا لکڑی جل کر راکھ میں بدل جائے کُتا مر کر مٹی میں یا نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے۔

استحالہ میں صرف شکل و صورت کا تبدیل ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس نجس چیز کی جنس اور حقیقت کا تبدیل ہونا ضروری ہے جیسے پیشاب بخار میں تبدیل ہو جائے اور نجس لکڑی راکھ میں تبدیل ہو جائے اور کتا کان میں گر کر نمک میں تبدیل ہو جائے۔ صرف شکل کا تبدیل اور صورت کا تبدیل ہونا کافی نہیں ہے جیسے مردار کا گوشت گھل کر شوربے میں تبدیل ہو جائے یا مردار کی کھال جوتے اور بیگ میں تبدیل ہو جائے۔

چہارم: انقلاب۔

جیسے شراب سرکہ میں یا کسی اور چیز میں تبدیل ہو جائے اور لوگ اب اسے شراب نہ کہیں۔

پنجم: انتقال۔

کھٹمل اور مچھر انسان کا خون چوسے اور وہ خون مچھر اور کھٹمل کا حصہ اور جزء بن جائے تو وہ خون پاک ہے۔

ششم: اسلام۔

کافر اسلام لانے سے پاک ہو جاتا ہے اور اسکے لئے ضروری نہیں کہ غسل کرے۔

ہفتم: عین نجاست کا دور ہونا۔

اگر کسی انسان یا جانور کے بدن کا اندرونی حصہ عین نجاست مثلاً خون سے نجس ہو جائے اور وہ نجاست دور ہو جائے تو حیوان کا بدن پاک ہو جاتا ہے۔ لہٰذا انسان کے منہ، کان، اور ناک کے اندرونی حصہ سے خون دور ہو جائے تو منہ، کان، اور ناک پاک ہو جاتے ہیں، ان کو پاک کرنے کے لئے پانی کا استعمال ضروری نہیں ہے، اسی طرح مرغی کی چونچ پر لگی ہوئی نجاست دور ہو جائے تو اس کی چونچ پاک ہے۔ اسی طرح کسی بھی جانور کا پیدا ہونے والا خون آلود بچہ اگر اس کے بدن سے خون دور ہو جائے تو وہ پاک ہے۔

ہشتم: مسلمان کا غائب ہو جانا۔

بالغ اور نجاست کی سمجھ رکھنے والے مسلمان کا لباس، بدن، فرش اور برتن مندرجہ ذیل تین شرائط کے ساتھ پاک ہیں۔

1. وہ مسلمان شخص نجاست کی سمجھ رکھتا ہو اور آگاہ ہو۔

2. نماز میں لباس کے پاک ہونے کی شرط کو جانتا ہو۔

3. ایسا شخص جو کہ طہارت و پاکیزگی کو اہمیت دیتا ہو اور نجاست کا بھی خاص خیال رکھتا ہو چنانچہ ان تین شرائط کی موجودگی میں مسلمان کے زیر استعمال، لباس، فرش اور برتن پاک ہیں۔

نہم: نجاست خوار حیوان کا استبراء۔

نجاست خوار جانور استبراء سے پاک ہو جاتا ہے نجاست خوار جانور سے مراد وہ جانور ہے جو انسان کی نجاست (پاخانہ) کھائے ایسے جانور کو ایک معین مدت تک نجاست نہ کھانے دیا جائے اور اتنی مدت گزر جائے کہ اسے لوگ نجاست خوار جانور نہ کہیں تو وہ جانور محکوم بہ طہارت ہے۔

استبراء کی مدت

- اونٹ کے لئے چالیس دن۔
- گائے کے لئے بیس دن۔
- بھیڑ کے لئے دس دن۔
- آبی پرندے مرغابی وغیرہ کے لئے پانچ دن۔
- مرغی کے لئے تین دن ہے۔

(مسئلہ نمبر 102:) سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے۔

نماز کے احکام

مہمترین واجب نمازیں

1۔ نماز صبح 2 رکعت

2۔ نماز ظہر 4 رکعت

3۔ نماز عصر 4 رکعت

4۔ نماز مغرب 3 رکعت

5۔ نماز عشاء 4 رکعت

(مسئلہ نمبر 103:) صبح کی نماز کا وقت فجر سے لیکر سورج نکلنے تک ہے اور فجر سے طلوع آفتاب تک کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہے۔

نماز ظہر و عصر کا وقت زوال سے لیکر غروب آفتاب تک ہے اور نماز مغرب و عشا کا وقت نماز مغرب کے وقت سے لیکر آدھی رات تک ہے، آدھی رات کا اطلاق غروب سے لیکر فجر تک کے دورانیہ کے نصف پہ ہوتا ہے۔ نماز ظہر کو عصر پر اور مغرب کو عشاء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 104:) واجب نمازوں کو اور ان کے فراموش شدہ اجزاء کو قبلے کی طرف رخ کرکے بجالانا واجب ہے اور رو بہ قبلہ ہونے کا مطلب اس طرح کھڑا ہونا کہ خانہ کعبہ آپکے سامنے واقع ہو جبکہ مستحب نمازوں میں استقرار کی صورت میں زمین پر کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اور بنابر احتیاط واجب رو بہ قبلہ ہونا چاہیے اگر انسان راستہ طے کر رہا ہو یا کسی چیز پر سوار ہو تو اس صورت میں رو بہ قبلہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 105:) اگر ایک شخص جان بوجھ کر یا حکم نہ جاننے کی وجہ سے قبلہ رخ ہو کر نماز نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہے وقت باقی ہے تو اعادہ کرے اور وقت نہ ہو تو قضا بجالائے۔

اسی طرح ایک شخص اپنی دانست میں قبلہ سمجھ کر ایک سمت کی طرف نماز پڑھ لے بعد میں پتہ چل جائے کہ اس سمت میں قبلہ نہیں تھا اگر اس نے اپنے دائیں یا بائیں سمت میں نماز پڑھی ہے اگر وقت موجود ہو تو اعادہ کرنا ضروری ہے اگر وقت نماز ختم ہونے کے بعد اس بات کی طرف متوجہ ہو جائے تو قضا بجالانا ضروری نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 106:) مرد کے لئے واجب ہے نماز کے دوران اپنی شرمگاہ کو چھپائے چاہے کسی کھلی جگہ میں نماز پڑھ رہا ہو یا اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو اسی طرح عورت کے لئے واجب ہے کہ اپنے چہرے ہاتھوں اور پیروں کے علاوہ پورے بدن کو چھپانا واجب ہے۔

نماز گزار کی شرائط

1. انسان خود پاک ہو۔

2. نماز پڑھنے والے کا لباس غیر شرعی طریقے سے ذبح کئے گئے جانور کی کھال سے بنا ہوا نہ ہو اسی طرح مرد ار کے بدن کے ان اجزاء سے بنا ہوا نہ ہو جن میں جان نہیں ہوتی جیسے بال، اون و غیرہ۔

3. نمازی کا لباس حرام گوشت جانور (جیسے بھیڑے) کے کھال سے بنا ہوا نہ ہو۔

4. نمازی مرد کے لئے سونے کا لباس پہنا یہاں تک کہ سونے کی انگوٹھی کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔

5. بنابر احتیاط واجب مرد کے لئے خالص ریشمی لباس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

6. بنابر احتیاط مستحب نماز گزار کا لباس مباح ہو۔

(مسئلہ نمبر 107:) عورت خالص ریشمی وطلائی لباس میں نماز پڑھ سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 108:) مرد کے لئے ریشمی اور طلائی لباس کا پہنا نماز کے علاوہ بھی جائز نہیں ہے۔

نماز پڑھنے کی جگہ

(مسئلہ نمبر 109:) سجدہ کرتے وقت جو اعضاء زمیں پر لگتے ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک جگہ بھی غصبی ہو تو نماز جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 110:) اگر نماز گزار شخص مکان اور جگہ کے غصبی ہونے کا یقین کرے اور نماز بجالائے تو اسکی نماز باطل ہے اسی طرح اسے معلوم نہ ہو کہ جگہ غصبی ہے، لیکن اسے یقین

ہو کہ اس جگہ کے مالک نے اسے تصرف کی اجازت دی ہے ایسی صورت میں وہ نماز بجالائے اور بعد میں معلوم ہو کہ مالک اس سے راضی نہیں تھا تب بھی اسکی نماز باطل ہے۔

(مسئلہ نمبر 111:) مشترک مکان اور زمین میں شریک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اسی طرح اس زمین میں نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے جس کا مالک معلوم نہ ہو ہاں اگر حاکم شرع اجازت دے تو نماز جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 112:) ان گھروں میں اجازت کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے جن گھروں میں آیہ شریفہ کے مطابق اجازت کے بغیر کھنا پینا جائز ہے۔ جیسے والد و والدہ کا گھر، بھائی کا گھر، چاچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کا گھر اور وہ گھر جن کی چابیاں جس کے اختیار میں دی جاتی ہیں اسی طرح دوست کا گھر بھی بغیر اجازت نماز پڑھنا جائز ہے جب تک ان کے راضی نہ ہونے کا یقین نہ ہو، ہاں اگر اسے یقین ہو کہ ان کے گھر نماز پڑھنے پر وہ راضی نہیں ہیں تو پھر اس صورت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 113:) اگر مرد و عورت نماز میں ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہوں یا عورت مرد سے آگے نماز پڑھ رہی ہو تو دونوں کی نمازیں صحیح ہیں اس شرط کے ساتھ کہ مرد و عورت میں ایک بالشت کا فاصلہ ہو، اس شرط میں محرم و اجنبی، میاں بیوی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 114:) امام معصوم کی قبر سے آگے نماز پڑھنا اگر قبر کی بے حرمتی کا سبب بنے تو جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 115:) سجدہ کی جگہ پاک ہونا چاہیے اور سجدہ زمین پر یا زمین سے اگنی والی چیز پر اور کاغذ پر جائز ہے خاک شفا پر سجدہ کرنا بہتر ہے۔

(مسئلہ نمبر 116:) گھاس پر سجدہ کرنا دو شرط کے ساتھ جائز ہے۔

اول۔ گندم و جو کی طرح کھائی نہ جاتی ہو۔

دوئم۔ روئی اور کاٹن کی طرح پہنی نہ جاتی ہو۔

(مسئلہ نمبر 117:) نماز ٹھہری ہوئی جگہ بجالائی جائے۔ ہلنے والی چارپائی، تخت، گاڑی، کشتی، ہوائی جہاز اور ٹرین پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں ان چیزوں میں نماز پڑھنا اس وقت صحیح ہے جب انسان کا جم کر ایک جگہ ٹھہرنا ممکن ہو۔ اگر وقت نماز باقی بھی ہو اور وہ شخص ایک جگہ ٹھہر بھی نہیں سکتا تو اس صورت میں مذکورہ بالا چیزوں کے کسی جگہ رکنے کا انتظار کرے اور رکنے کے بعد نماز پڑھے اگر انسان کو معلوم ہو کہ مذکورہ بالا چیزیں نماز کے وقت کے ختم ہونے تک نہیں رکیں گی تو اس صورت میں واجب ہے انسان نماز کو روبہ قبلہ ہو کر اگر ممکن ہے تو بجالائے۔ اگر تکبیرۃ الاحرام پڑھنے کی حد تک روبہ قبلہ ممکن ہو تو اس پر اکتفا کرے اگر روبہ قبلہ ہونے کا کوئی امکان ہی نہ ہو تو ساقط ہے۔

آذان واقامہ

یومیہ نمازوں سے پہلے آذان کہنا مستحب ہے اور آذان اس طرح کہی جائے۔

اللہ اکبر	4 مرتبہ
اشہد ان لا الہ الا اللہ	2 مرتبہ

اشہد ان محمد رسول اللہ 2 مرتبہ

حی علی الصلاۃ 2 مرتبہ

حی علی الفلاح 2 مرتبہ

حی علی خیر العمل 2 مرتبہ

اللہ اکبر 2 مرتبہ

لا الہ الا اللہ 2 مرتبہ

آذان کے بعد اور نماز سے پہلے اقامہ پڑھنا مستحب ہے اور اقامہ کا طریقہ یہ ہے۔

اللہ اکبر 2 مرتبہ

اشہد ان لا الہ الا اللہ 2 مرتبہ

اشہد ان محمد رسول اللہ 2 مرتبہ

حی علی الصلاۃ 2 مرتبہ

حی علی الفلاح 2 مرتبہ

حی علی خیر العمل 2 مرتبہ

اللہ اکبر 2 مرتبہ

لا الہ الا اللہ 1 مرتبہ

(مسئلہ نمبر 118:) جب بھی پیامبر اکرم ﷺ کا نام لیا جائے درود پڑھنا مستحب ہے۔

(مسئلہ نمبر 119:) آذان واقامہ میں دو شہادتوں کے بعد امیر المومنین کی ولایت کی شہادت دینا مستحب ہے۔

اجزاو واجبات نماز

اول۔ نیت: نیت کا مطلب ہے کہ نماز اللہ تعالی کی رضا کی خاطر بجالائی جائے جیسے میں نماز صبح کی دو رکعت بجالاتا ہوں واجب قربۃ الی اللہ۔

دوئم۔ تکبیرۃ الاحرام: اللہ اکبر کہنا۔ یہ کلمہ پڑھتے وقت نمازی کو کھڑا ہونا چاہیے اور بدن کو ساکن ہونا چاہیے۔

سوم۔ قرائت: یومیہ نمازوں کی پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ حمد پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد احتیاط واجب ہے قرآن کریم کے سوروں میں سے کوئی ایک سورہ پڑھا جائے۔

(مسئلہ نمبر 120:) نماز پڑھنے والا شخص بیمار ہو اور سورہ نہیں پڑھ سکتا تو روزانہ کی واجب نمازوں میں سورہ پڑھنا ساقط ہے۔ بیمار شخص صرف حمد کی تلاوت کرے اسی طرح وہ شخص جسے کوئی اہم کام انجام دینا ہو یا خوف لاحق ہو یا نماز کا وقت بہت ہی کم ہو تو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ صرف حمد کی تلاوت پر اکتفا کرے۔

(مسئلہ نمبر 121:) قرائت کو صحیح ہونا چاہیے اور قرآن کریم کی تحریر کے مطابق ہونی چاہیے اگر کسی کی قرائت درست نہیں ہے ممکن ہونے کی صورت میں واجب ہے وہ اپنی قرائت کو درست کرے۔

(مسئلہ نمبر 122:) نماز مغرب و عشاء کی پہلی اور دوسری رکعت میں اسی طرح نماز صبح کی دونوں رکعتوں میں بناء بر احتیاط واجب مرد پر بلند آواز سے حمد اور سورہ پڑھنا واجب ہے۔ جبکہ نماز ظہر و عصر کی پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ والحمد کا آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 123:) عورتوں پر بلند آواز سے الحمد اور سورہ پڑھنا واجب نہیں ہے البتہ جو نمازیں بلند پڑھی جاتی ہیں عورتیں ان نمازوں کو بلند یا آہستہ پڑھ سکتی ہیں لیکن جو نمازیں آہستہ پڑھی جاتی ہیں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ آہستہ پڑھیں۔

(مسئلہ نمبر 124:) جن نمازوں میں الحمد و سورہ کا آہستہ پڑھنا واجب ہے ان نمازوں میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے بسم اللہ کو تمام نمازوں میں بلند آواز سے پڑھا جائے۔

(مسئلہ نمبر 125:) جن نمازوں کو بلند آواز سے پڑھنا چاہیے اگر جان بوجھ کر آہستہ پڑھا جائے یا اس کا برعکس عمل کرے تو اسکی نماز باطل ہے۔ لیکن بھولے سے یا حکم نہ جاننے کی وجہ سے اس طرح عمل بجالائے تو اسکی نماز صحیح ہے اگر نمازی کو نماز کے دوران یاد آجائے یا مسئلے سے آگاہ ہو جائے تو جس قدر پڑھ چکا ہے وہ صحیح ہے باقی کو بصورت مطلوب بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 126:) نماز مغرب کی تیسری رکعت میں اسی طرح نماز عشاء، ظہر و عصر کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اختیار ہے کہ الحمد کی تلاوت کی جائے یا تسبیحات اربعہ پڑھی جائے۔ تسبحات اربعہ یہ ہیں: **سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر**۔ مذکورہ تسبیحات کا ایک مرتبہ پڑھنا کافی ہے، لیکن احتیاط مستحب ہے کہ تین بار تسبیحات پڑھی جائے۔ ان تسبیحات کے ساتھ **استغفر اللّٰہ و اتوب الیہ** کا اضافہ کرنا بہتر ہے۔ احتیاط واجب ہے تیسری اور

چوتھی رکعت میں سورہ الحمد یا تسبیحات اربعہ آہستہ پڑھی جائے یہاں تک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بھی آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

چہارم۔ رکوع: قرائت سے فارغ ہونے کے بعد ایک مرتبہ رکوع کرنا واجب ہے۔

رکوع میں چند چیزیں شرط ہیں:۔

1. خم ہونا۔ اللہ کے لئے خضوع کی نیت سے جھکنا اس قدر جھکنا کہ ہاتھ کی انگلیاں زانوں تک پہنچ جائیں۔

2. رکوع کو قیام کی صورت میں انجام دیا جائے وہ اس طرح کہ انسان اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہو۔ اگر کسی کے لئے کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو اس کا بیٹھ کر رکوع انجام دینا کافی ہے۔

3. ذکر- ایک مرتبہ **سبحان اللہ ربی العظیم و بحمدہ** یا تین مرتبہ **سبحان اللہ** کہنا کافی ہے۔ رکوع میں ذکر پڑھتے وقت بدن کا ساکن ہونا شرط ہے۔

4. رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا چاہیے۔

پنجم۔ سجدہ: ہر رکعت میں رکوع کے بعد دو سجدے بجالانا واجب ہے سجدہ کا مطلب انسان اپنی پیشانی کو اللہ تعالی کے لئے خضوع کی نیت سے زمین پر رکھے۔

سجدے میں چند چیزیں شرط ہیں

1. چھ اعضاء کے ذریعے سجدہ کیا جائے۔ دونوں زانوں، دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں، دونوں پاؤں کے انگوٹھے زمین پر رکھے جائیں۔ البتہ دونوں ہتھیلوں کو پھیلا کر زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیشانی کو ہاتھ کی کسی انگلی کی گرہ کی مقدار میں زمین پر رکھنا کافی ہے۔

2. ذکر - ایک مرتبہ **سبحان ربی الاعلی و بحمدہ** کہنا یا تین مرتبہ **سبحان اللّٰہ** کہنا چاہیے۔ ذکر پڑھتے وقت بدن کا ساکن ہونا ضروری ہے جس طرح رکوع میں ضروری تھا۔

3. بدن کو ساکن ہونا چاہیے۔ ذکر پڑھتے وقت سجدہ کے اعضاء کو ساکن ہونا چاہیے۔ اگر سجدہ کرتے وقت اعضاء سجدہ میں سے کچھ کو زمین سے اٹھانا پڑے تو ضروری ہے اس وقت ذکر نہ پڑھا جائے تمام اعضاء سجدہ کے زمین پر لگ جانے کے بعد ہی ذکر پڑھا جائے۔

4. سر کو زمین سے اٹھانا۔ پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد آرام سے بیٹھ جائے پھر دوسرا سجدہ بجالائے۔

5. جس جگہ پیشانی رکھی جاتی ہے وہ زمین زیادہ بلند اور پست نہ ہو۔ پیشانی کی جگہ پیروں کی زمین سے چار انگشت انگلیوں سے زیادہ اونچی نہ ہو اور نیچی بھی نہ ہو۔

6. پاک ہونا۔ پیشانی جس چیز پر رکھی جائے وہ پاک ہو۔

7. سجدے کی جگہ سخت ہونی چاہیے۔ جو اعضاء سجدہ کرتے وقت زمین پر لگتے ہیں وہ جگہ سخت ہو ایسی گیلی زمین پر سجدہ جائز نہیں ہے جو نرم ہو اور سجدہ کرتے وقت ہلتی ہو۔

8. غصبی نہ ہو۔ جس زمین پر سجدہ کے اعضاء رکھے جاتے ہیں غصبی نہیں ہونا چاہیے۔

9. جس چیز پر سجدہ کیا جائے وہ ایسی چیز ہو جس پر سجدہ کرنا صحیح ہو۔ جیسے زمین اور زمین سے اگنے والے نباتات یہ کہ وہ کھائے اور پہنے نہ جاتے ہوں۔

ششم۔ تشہد: دوسرے سجدے کے بعد تشہد بجالانا واجب ہے تشہد کا طریقہ یہ ہے: **اشہد ان لا الہ الا اللہ و حدہ لاشریک لہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ اللہم صل علی محمد و آل محمد**

ہفتم۔ سلام: نماز کے واجبات میں سے آخری واجب سلام ہے سلام آخری سجدے اور تشہد پڑھنے کے بعد بجالایا جاتا ہے اور اسی سلام کی وجہ سے نمازی نماز کی حالت سے خارج ہو جاتا ہے۔ سلام کے دو جملے ہیں:

اول: **السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین**

دوئم: **السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ**

ان دو جملوں میں سے پہلا جملہ واجب ہے دوسرا واجب نہیں ہے۔ پہلے جملے کو ادا کرنے کے بعد نمازی، نماز کی حالت سے خارج ہو جاتا ہے لیکن احتیاط مستحب ہے کہ دوسرے جملے کو بھی پہلے جملے سے ملایا جائے۔ البتہ **السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ** کا سلام کے ابتداء میں کہنا مستحب ہے۔

ہشتم۔ قنوت : روزانہ کی نمازوں میں قنوت مستحب ہے قنوت کو دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے بجالایا جاتا ہے۔ قنوت میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں ہے انسان اپنی مرضی سے کوئی بھی دعا پڑھ لے کافی ہے۔

نہم۔ ترتیب: نماز گزار کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کے اجزاء کو جس طرح کہ بیان ہوئے ہیں بجالائے۔ سب سے پہلے نیت کرے اسکے بعد تکبیرۃ الاحرام، قرائت، رکوع، سجود، تشہد کو انجام دے اور سلام کے ذریعے نماز کو ختم کرے ان اجزاء میں تقدیم اور تاخیر جائز نہیں ہے۔

دہم۔ موالات: نماز کے اجزاء کو پے در پے انجام دینا واجب ہے ان اجزاء کے درمیان فاصلہ جائز نہیں ہے۔ نماز کے اجزاء کے درمیان فاصلہ ایسا نہ ہو کہ لوگ نماز کو ایک ہی عمل نہ سمجھیں یعنی نماز کے اجزاء کو جدا جدا اور الگ الگ انجام نہیں دینا چاہیے۔

مبطلات نماز

اول- نماز کے دوران حدث کے سرزد ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے چاہے وہ حدث اکبر ہو یا کہ اصغر۔

دوئم – قبلہ سے رخ پھیر لینا۔ اگر نمازی پورے بدن کو عمداً قبلے سے پھیر لے تو نماز باطل ہے لیکن قبلے سے بدن کا پھیر نا بھولے سے ہو یا غفلت کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں اگر وقت کے اندر اسے یاد آجائے تو اعادہ ضروری ہے اور وقت نماز ختم ہونے کے بعد اسے یاد آئے تو قضا واجب نہیں ہے یہ حکم صرف اس صورت میں ہے کہ بدن کا انحراف دائیں بائیں یا پشت کی طرف ہو، اگر صرف چہرہ قبلہ سے منحرف ہو جائے تو پورے بدن کا انحراف سمجھا جائے گا۔

قبلے سے رُخ کا انحراف دائیں یا بائیں جانب کی حد تک نہ پہنچے تو وقت کے اندر اعادہ اور وقت کے ختم ہونے کی صورت میں قضا واجب نہیں ہے۔

سوم - ایسا کام بجالانا جو نماز کے منافی ہو۔ ایسا کام انجام دینا جس سے نماز کی صورت بگڑ جائے جیسے اچھلنا، تالی بجانا، کپڑے سینا اس طرح کے کاموں سے نماز باطل ہو جاتی ہے چاہے یہ کام جان بوجھ کر انسان انجام دے یا بھولے سے یا کسی ناچاری کی وجہ سے انجام دے لیکن نماز کی حالت میں کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے یا بچے کو اٹھانے، بچے کو دودھ دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

چہارم – بات کرنا۔ اگر نمازی نماز پڑھتے وقت جبکہ وہ جانتا ہے کہ نماز میں مشغول ہے بات جان بوجھ کر کرے تو اس کی نماز باطل ہے چاہے وہ ایک حرف ہی کیوں نہ ہو لیکن کھانسنے سے پھونک مارنے اور رونے سے نماز باطل نہیں ہوتی کیوں کہ ان چیزوں پر بات کرنے کا اطلاق نہیں ہوتا۔

وہ مقامات جہاں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی

1. ذکر و مناجات۔ اگر بات ذکر اور مناجات پر مشتمل ہو تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

2. قرآن کا پڑھنا۔ نماز میں قرآن کی تلاوت سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

3. سلام کا جواب دینا۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے شخص کو سلام کہے تو جیسے سلام کہا گیا ہے ویسے ہی جواب دینا واجب ہے۔ اگر سلام کرنے والا کہے سلام علیکم تو نمازی کو چاہیے جواب میں سلام علیکم کہے اگر نمازی سلام کا جواب دیے بغیر نماز جاری رکھے تو اسکی نماز صحیح ہے لیکن وہ گناہ کار ہے۔

پنجم - بلند آواز میں ہنسنا۔ نمازی اپنے اختیار سے یا بغیر اختیار سے نماز کے دوران قہقہہ لگائے تو اسکی نماز باطل ہے ہاں اگر صرف مسکرائے یا بھولے سے ہنس دے تو اسکی نماز صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 127:) نماز پڑھنے والے پر سلام کرنا مکروہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 128:) اگر نمازی کو ہنسی آجائے اور وہ اپنی ہنسی کو روکنے کی وجہ سے چہرے کا رنگ سرخ ہو جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہے لیکن احتیاط مستحب ہے کہ وہ نماز کو تمام کرنے کے بعد دوبارہ نماز بجالائے۔

ششم۔ رونا۔ رونے سے مندرجہ ذیل مواقع پر نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(الف)۔ آواز کے ساتھ رونا۔ اگر نمازی کی آنکھیں پُرنم ہوں مگر رونے کی آواز سنائی نہ دے تو اسکی نماز باطل نہیں ہے۔

(ب)۔ دنیاوی مقصد کے لئے رونا۔ اگر نمازی اپنے کسی عزیز پر روئے یا کسی دنیاوی کام کے لئے گریہ کرے، ہاں اگر اسکا گریہ کسی اخروی کام کے لئے ہے تو نماز باطل نہیں ہے جیسے خوف خدا وغیرہ۔

(ج)۔ جان بوجھ کر رونا۔ نمازی نماز کی طرف متوجہ ہو پھر بھی روئے تو اسکی نماز باطل ہے لیکن بھولے سے یا غفلت سے نماز کے دوران گریہ کرے تو اسکی نماز صحیح ہے۔

ہفتم۔ کھنا پینا۔ کھانا پینا نماز کو باطل کر دیتا ہے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ لیکن منہ میں باقی ماندہ غذا کو نگلنا اسی طرح منہ میں کوئی شیرین چیز کا ذائقہ ہو تو اسے نگلنے سے نماز باطل نہیں ہو گی۔

ہشتم۔ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا۔ جس طرح بعض برادران اہل سنت کا معمول ہے۔ اگر نمازی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نماز میں مستحب ہونے یا جزء نماز کی نیت سے رکھے تو اسکی نماز باطل ہے۔

نہم۔ آمین کہنا۔ اگر نمازی حمد پڑھنے کے بعد جان بوجھ کر آمین کہے اور اسے نماز کا جزء سمجھے تو اسکی نماز باطل ہے۔

شکیات نماز

(مسئلہ نمبر 129:) اگر کوئی شخص شک کرے کہ اس نے نماز پڑھی ہے یا نہیں اور یہ شک اس وقت ہو جب نماز کے لئے وقت باقی ہو تو ضروری ہے کہ وہ نماز بجالائے۔ لیکن اگر یہ شک نماز کے وقت کے ختم ہو جانے کے بعد ہو تو اپنے شک کی پروانہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 130:) اگر نمازی نماز بجالانے کے بعد نماز کے کسی جزء میں یا کسی شرط میں شک کرے تو وہ اپنے شک کی پروانہ کرے اگر یہ شک نماز کے دوران ہو تو اس کا جبران کرنا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 131:) اگر نمازی کسی جزء میں مشغول ہو اور پچھلے جزء میں شک کرے تو اس صورت میں اپنے شک کی پروانہ نہ کرے، جس طرح نمازی حمد پڑھنے میں مصروف ہو اور تکبیرۃالاحرام میں شک کرے تو وہ اپنے شک کی پرواہ نہ کرے ہاں اگر نمازی کو قنوت پڑھتے وقت سورہ حمد کے بارے میں شک لاحق ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے شک کی پرواہ کرتے ہوئے سورہ حمد کو پڑھ لے کیوں کہ قنوت واجب کا جزء نہیں ہے۔

اگر نمازی کو رکوع کے دوران حمد کے بارے میں شک ہو جائے تو اس شک کی پرواہ نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 132:) کسی جزء سے فارغ ہونے کے بعد اس جزء کے صحیح ہونے میں شک ہو جائے تو اس جزء کو صحیح سمجھا جائے جبکہ دوسرے جزء میں نمازی مشغول نہ ہوا ہو جیسے تکبیرۃ الاحرام پڑھنے کے بعد اسکے درست پڑھنے میں انسان کو شک ہو جائے جبکہ وہ سورہ حمد کی تلاوت میں مشغول نہ ہو تو اس صورت میں نمازی تکبیرۃالاحرام کو درست و صحیح سمجھے۔ نماز کے دیگر اجزاء میں بھی یہی حکم ہے۔

(مسئلہ نمبر 133:) کثیر الشک اپنے شک کی پرواہ نہ کرے کثیر الشک وہ شخص ہے جو تین نمازوں میں کم از کم ایک مرتبہ یا اس سے زیادہ شک کرے۔ اگر کثیر الشک کسی جزء کے بارے میں شک کرے کہ اسے انجام دیا ہے یا نہیں تو وہ اپنے شک کی پرواہ نہ کرے اور یہ سمجھے کہ اس نے انجام دیا ہے اسی طرح اگر نماز کی رکعتوں میں شک کرے کہ چوتھی رکعت بجالائی ہے کہ نہیں تو سمجھے بجالائی ہے۔ ان صورتوں میں کثیر الشک پر نماز احتیاط واجب نہیں ہے لیکن اگر کثیر الشک کو اکثر پر شک ہو جائے جو کہ نماز کو باطل کر دیتا ہے جیسے پانچ اور چار میں شک کرے یا شک کرے کہ ایک رکوع کیا ہے یا دو تو ان دونوں صورتوں میں اکثر پر بناء رکھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے ایسی حالت میں وہ باور کرے کہ اس نے اکثر کو انجام نہیں دیا ہے اور اپنی نماز تمام کرے۔

(مسئلہ نمبر 134:) کثیر الشک کو اپنے شک کی پرواہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 135:) اگر نمازی مستحب نمازوں کی رکعات میں شک کرے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اکثر پر بنا رکھے یا اقل پر اگر اکثر پر بناء رکھنے سے نماز باطل ہوتی ہو تو اقل پر بناء رکھے۔

(مسئلہ نمبر 136:) اگر نماز پڑھنے کے بعد نماز کی رکعات میں شک ہو جائے تو اس شک کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اگر رکعات میں شک نماز کے دوران ہو تو اسکی 9 صورتیں بنتی ہیں۔

1. دُو اور تین رکعت میں شک۔ اگر یہ شک دوسرے سجدے میں یا سر اٹھانے کے بعد ہو جائے اس طرح کہ دو رکعت پڑھی ہے یا تین رکعت؟ تو اس صورت میں وہ شخص تین پر بناء رکھے اور چوتھی رکعت کو بجالائے تشہد پڑھے سلام پھیرنے کے فوراً بعد کسی منافی عمل کو انجام دینے سے پہلے ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر بجالائے۔

2. اگر نمازی تین اور چار میں شک کرے تو چار پر بناء رکھے اور تشہد و سلام کے بعد دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر بجالائے۔

3. شک دو اور چار رکعت میں ہو اگر نمازی کو یہ شک دو سجدے مکمل بجالانے کے بعد ہو جائے تو چار پر بناء رکھ کر تشہد اور سلام پڑھے اور نماز ختم کرنے کے بعد دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر بجالائے۔

4. دو، تین اور چار کے درمیان شک ہو جائے اور یہ شک بھی گذشتہ شک کی طرح دو سجدے بجالانے کے بعد ہو جائے تو اس صورت میں چار پر بناء رکھ کر نماز کو تمام کرے اور دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر بجالائے اور دو رکعت بیٹھ کر بجالائے۔

5. چار اور پانچ میں شک ہو جائے اگر نمازی کو دو سجدے بجالانے کے بعد شک ہو جائے کہ اس نے پانچ رکعتیں بجالائی ہیں یا چار رکعتیں تو اس صورت میں چار پر بناء رکھ کر نماز مکمل کرے اور دو سجدہ سہو بجالائے۔

6. اگر نمازی کو چار اور پانچ میں شک قیام کے دوران ہو تو فوراً بیٹھ جائے اور نماز کو تمام کرنے کے بعد دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر بجالائے۔

7. اگر نمازی کو شک تین اور پانچ میں ہو جائے جبکہ وہ کھڑا ہو تو فوراً بیٹھ جائے نماز کو تمام کرے اور دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر بجالائے۔

8. اگر شک تین، چار، اور پانچ کے درمیان ہو اور نمازی قیام کی حالت میں ہو تو فوراً بیٹھ جائے اور نماز کو تمام کرنے کے بعد دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر اور دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر بجالائے۔

9. اگر شک پانچ، اور چھ کے درمیان ہو جبکہ نماز گزار کھڑا ہو اسے فوراً بیٹھ جانا چاہیے اور نماز کو مکمل کرنے کے بعد دو سجدہ سہو بجالائے۔ اور احتیاط واجب یہ ہے کہ آخر کی ان چار صورتوں میں اضافی قیام کے لئے دو سجدہ سہو بجالائے جائے۔

(مسئلہ نمبر 137:) اگر کسی نمازی کو شک ہونے کے بعد کسی طرف گمان پیدا ہو جائے تو اسے اپنے گمان پر عمل کرنا چاہیے جیسے کہ نمازی نماز کی جس رکعت میں مشغول ہے وہ اس رکعت کی چوتھی تیسری یا دوسری ہونے پر گمان ہو جائے تو اسے اپنے گمان پر عمل کرنا چاہیے۔ رکعات پر پیدا ہونے والا گمان یقین کی طرح ہے۔

(مسئلہ نمبر 138:) افعال اور اجزاء نماز میں گمان شک کی طرح ہے اگر انسان کسی جزء کے بارے میں گمان حاصل کرلے تو اس جزء کو بجالانا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 139:) نماز کی رکعات میں شک کی جو نو صورتیں بیان کی گئی ہیں اگر وہ شک ان نو صورتوں کے علاوہ ہوں تو نماز کو باطل کر دیتی ہیں۔ اگر نماز گزار کو پتہ نہ ہو کہ کتنی

رکعتیں پڑھی ہیں اسی طرح اگر نماز گزار نماز صبح کی رکعات میں یا نماز مغرب، عشاء، ظہر، عصر کی پہلی دو رکعتوں میں شک کرے تو اسکی نماز باطل ہے۔

(مسئلہ نمبر 140:) نماز احتیاط کو نماز ختم ہونے کے فوراً بعد اور قبل اس کے کوئی نماز کے منافی عمل انجام دیا جائے بجالانا ضروری ہے۔ اگر خود نماز اور نماز احتیاط کے درمیان کوئی منافی عمل فاصلہ واقع ہو جائے تو نماز باطل ہے۔

(مسئلہ نمبر 141:) نماز احتیاط کا طریقہ۔ نیت کا اظہار زبان سے کئے بغیر نیت کرے اور نیت اس طرح کرے میں نماز احتیاط بجالاتا ہوں قربۃ الی اللہ اس کے بعد تکبیرۃ الاحرام کہے اور اس کے بعد سورہ حمد کی آہستہ تلاوت کے بعد رکوع، سجدہ، تشہد اور سلام بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 142:) اگر انسان ایک سجدے کو بھول جائے اور رکوع میں پہنچنے کے بعد یاد آجائے تو نماز کے بعد اسکی قضا بجالانا واجب ہے اسی طرح اگر انسان تشہد کو بھول جائے اور رکوع کرنے کے بعد یاد آجائے تشہد اور سجدہ کے علاوہ دیگر اجزاء کو بھول جائے تو قضا بجانہ لائے۔

(مسئلہ نمبر 143:) اگر کسی کو ایک اور دو سجدے کے بارے میں شک ہو جائے کہ ایک بجالایا ہے یا دو تو اس صورت میں ایک سجدے پر بناء رکھتے ہوئے دوسرے سجدے کو بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 144:) مندرجہ ذیل موقعوں پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

1. کلام بے جا۔ نماز گزار بھولے سے بات کرے۔
2. چار اور پانچ رکعت میں شک ہو جائے۔
3. بھولے ہوئے تشہد کی قضاء بجالانے کے بعد دو سجدہ سہو بجالائے۔

4. قیام بے جا۔ جس کو بیٹھنا چاہیے تھا کھڑا ہو جائے جیسے نماز گزار پہلی رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد یا چار رکعتی نماز کی تیسری رکعت میں جلسہ استراحت جو کہ واجب ہے غفلت کرے مگر نماز پڑھنے کے بعد متوجہ ہو جائے۔

5. جس کو بیٹھنا چاہیے تھا کھڑا ہو جائے۔ بیٹھ جانا واجب ہے اگر اس واجب سے غفلت کرے اور نماز ختم ہو جانے کے بعد اسے یاد آئے کہ رکوع سے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ بجالایا ہے جب کہ رکوع بجالانے کے بعد سیدھا کھڑا ہونا چاہیے تھا۔

6. سلام بے جا۔ انسان تین رکعتی یا چار رکعتی نماز کے پہلے تشہد میں سلام پھیرے تو احتیاط واجب ہے سجدہ سہو بجالا جائے۔

7. بھولا ہوا سجدہ۔ اگر انسان ایک سجدے کو بھول جائے اسی طرح نماز میں کسی چیز کو بھولے سے کم یا زیادہ بجالائے تو سجدہ سہو بجالانا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 145:) سجدہ سہو بجالانے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس طرح نیت کرے کہ میں سجدہ سہو بجالاتا ہوں قربۃ الی اللہ اسکے بعد سجدے میں جائے اور سجدے میں بسم اللہ و باللہ السلام علیک ایہا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ کہے اس کے بعد سجدے سے سر اٹھائے اور دوبارہ سجدے میں جاکر مذکورہ بالا ذکر کہے دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد تشہد بجالائے اور سلام پھیرے۔

نماز جماعت

مستحب موکد ہے کہ روزانہ کی واجب نمازیں بالخصوص نماز صبح، نماز مغرب، عشاء باجماعت ادا کی جائے۔ باجماعت نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے نیز جماعت کے ساتھ نماز کے بارے میں تشویق کے حوالے سے بھی بے شمار احادیث پائی جاتی ہیں جبکہ اس قدر احادیث بہت سے مستحبات کے حوالے سے بھی وارد نہیں ہوئیں ہیں۔ اسلامی شعائر میں سے ایک عظیم فریضہ نماز باجماعت ہے۔

(مسئلہ نمبر 146:) باجماعت نماز پڑھنا عبارت ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے پیچھے کھڑے ہو کر اس طرح نیت کرے کہ میں اس امام حاضر کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں قربۃ الی اللہ اور اس کے بعد تکبیرۃ الاحرام پڑھے۔

(مسئلہ نمبر 147:) ایک شخص کسی ایسے شخص کی اقتدا کر سکتا ہے جو کوئی دوسری واجب نماز ادا کر رہا ہو جیسے ایک شخص نماز صبح پڑھ رہا ہو وہ ایک ایسے شخص کی اقتدا کر سکتا ہے جو نماز ظہر پڑھ رہا ہو اسی طرح جو نماز مغرب یا ظہر پڑھ رہا ہو وہ شخص نماز عشاء یا نماز عصر پڑھنے والے شخص کی اقتداء کر سکتا ہے نماز ادا پڑھنے والا شخص نماز قضا پڑھنے والے شخص کی اقتدا کر سکتا ہے نمازوں کی کمیت و کیفیت اسی طرح ادا و قضا کسی شخص کی اقتداء میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

(مسئلہ نمبر 148:) ماموم تکبیرۃ الاحرام کے دوران یا قرائت کے دوران یا رکوع میں قبل اس کے کہ امام رکوع سے سر اٹھائے امام کی اقتداء کر سکتا ہے ہاں اگر امام رکوع سے سر کو اٹھالے اسی طرح امام سجدے میں ہو تو اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اگر ماموم امام کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ امام کی دوسری رکعت کا انتظار کرے۔

(مسئلہ نمبر 149:) اگر ماموم یہ سمجھتے ہوئے رکوع میں جائے کہ امام رکوع بجالا رہا ہے لیکن بعد میں پتہ چلے کہ وہ امام سے پہلے رکوع میں گیا تھا تو اس صورت میں اس کی نماز فرادیٰ کی صورت میں صحیح ہے لیکن اس کی نماز جماعت صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 150:) اگر امام جماعت آخری رکعت میں ہو اور تشہد پڑھ رہا ہو اور ماموم جماعت کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس صورت میں ماموم کے لئے چاہیے تکبیرۃ الاحرام پڑھے اور جماعت کی نیت کرکے بیٹھ جائے اور قصد قربت کی نیت سے تشہد پڑھ لے اور جب امام سلام پھیرنے لگے تو ماموم کھڑا ہو جائے اور تکبیرۃ الاحرام پڑھے بغیر نماز کو فرادی کی صورت میں بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 151:) اگر امام نماز کے آخری سجدے میں ہو اور ماموم جماعت کا ثواب حاصل کرنا چاہے تو وہ تکبرۃ الاحرام پڑھ کر سیدھے سجدے میں جائے اور امام کے ساتھ سجدہ بجالانے کے بعد امام کے ساتھ تشہد پڑھے اور جب امام سلام دینے لگے تو وہ سیدھا کھڑا ہو کر فرادی نماز بجالائے، لیکن احتیاط واجب یہ ہے کہ ماموم دوبارہ تکبیرۃ الاحرام پڑھے لیکن نیت اس طرح کرے کہ تکبیرۃ الاحرام اور مطلق ذکر کو شامل کرے۔

(مسئلہ نمبر 152:) نماز جمعہ، عید فطر اور عید قربان کے علاوہ روزانہ کی نمازوں میں دو آدمی بھی ہوں اور ان دو میں سے ایک امام ہو تو جماعت کے لئے کافی ہے چاہے ماموم کوئی بچہ یا عورت ہو۔

لیکن نماز جمعہ، عید قربان، عید فطر کی نمازوں میں کم از کم پانچ افراد کا ہونا ضروری ہے اگرچہ خود امام ان پانچ افراد میں شامل ہو۔

(مسئلہ نمبر 153:) امام جماعت کو بالغ، عاقل، حلال زادہ، بارہ امامی اور عادل ہونا چاہیے۔ بنابر این فاسق کے پیچھے اور مجہول الحال کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ امام کی قرائت درست ہونی چاہیے امام جماعت کو اعرابی نہیں ہونا چاہیے۔ اعرابی سے مراد ایسا شخص جو کہ مسلمان ممالک کی طرف ھجرت کرنے کے بعد دوبارہ کافر ملک کی طرف لوٹ جائے، اسی طرح ایسا شخص بھی نہ ہو جس پر شرعی حد جاری ہوئی ہو اور ماموم کی نظر میں امام کی نماز صحیح ہونی چاہیے تاکہ اسکی اقتداء کی جاسکے مثلا ماموم دیکھ رہا ہے کہ امام نجس پانی سے وضوء کر رہا ہے اور اسی وضوء سے وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں ماموم کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس امام کی اقتداء کرے۔

(مسئلہ نمبر 154:) جب ماموم نیت کے بعد تکبیرۃ الاحرام پڑھے تو اس کے لئے حمد و سورہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ حمد و سورہ پڑھنا امام کی زمداری ہے ہاں ماموم تسبیح اور ذکر کر سکتا ہے۔

سوال: امام جب حمد و سورہ پڑھ رہا ہو تو ماموم حمد و سورہ پڑھ سکتا ہے؟

جواب: اگر امام نماز صبح و مغرب و عشاء بجالا رہا ہو تو حمد و سورہ کا بلند آواز میں پڑھنا واجب ہے اور ماموم تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو ماموم کے لئے حمد و سورہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر

ماموم تک امام کی مدھم آواز بھی نہ پہنچ رہی ہو تو اس صورت میں ماموم کے لئے آہستہ سے حمد و سورہ پڑھنا جائز ہے چاہے یہ امام ایسی نماز پڑھ رہا ہے جس میں حمد و سورہ کا بلند آواز میں پڑھنا اس پر واجب ہے اس صورت میں ماموم قرائت کو جزء نماز سمجھ کر حمد و سورہ کو نہیں پڑھ سکتا۔ ہاں ماموم حمد و سورہ کو قرآن کی تلاوت کی نیت سے پڑھ سکتا ہے اگر امام رکوع میں جائے تو ماموم کے لئے ضروری ہے وہ امام کی متابعت کرے، بنابر این اگر امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو ماموم کو بھی امام کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے چونکہ ماموم پہلی رکعت میں قرائت کو امام کا فریضہ سمجھ کر خود خاموش ہوتا ہے اس لئے دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح ہے، ماموم حمد و سورہ کے علاوہ دوسرے اجزاء کو خود انجام دے۔ ماموم کو چاہیے کہ پہلی اور دوسری رکعت میں بھی حمد و سورہ کے علاوہ نماز کے دوسرے اجزاء کو خود انجام دے اسی طرح اگر ماموم امام کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اقتداء کرے تو واجب ہے احتیاطاً ماموم تسبیحات اربعہ کو اختیار کرے۔

(مسئلہ نمبر 155:) اگر امام حمد و سورہ میں مشغول ہو تو ماموم نیت کرکے تکبیرۃ الاحرام پڑھے اور امام فوراً رکوع میں جائے تو ضروری ہے ماموم بھی رکوع میں جائے اگر امام رکوع میں ہو تو ماموم بھی نیت کرے اور تکبیرۃ الاحرام پڑھ کر رکوع میں جائے تو ان دونوں صورتوں میں ماموم کی کوئی زمداری نہیں ہوتی۔

(مسئلہ نمبر 156:) اگر ماموم اس وقت امام سے جا ملے جب امام کھڑا ہو یا دوسری رکعت کے رکوع میں ہو تو ماموم نیت کرے اور تکبیرۃ الاحرام پڑھ کر نماز میں شامل ہو جائے تو ماموم سے قرائت ساقط ہے۔ ہاں اگر اماموم کی پہلی رکعت ہو، اور امام کی دوسری رکعت، لہٰذا اگر امام قرائت کے بعد قنوت میں مشغول ہو تو مستحب ہے ماموم امام کے قنوت، رکوع اور سجدہ میں

مطابعت کرے، جب امام سجدے سے سر اٹھالے اور تشہد پڑھنے لگے تو مستحب ہے ماموم اس طرح بیٹھ جائے جس طرح اٹھنے کی تیاری کر رہا ہو، ماموم کے لئے تشہد پڑھنا واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے کہ ماموم امام کی مطابعت کرتے ہوئے تشہد پڑھ لے جب امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو ماموم کو بھی دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہیے اور حمد و سورہ خود پڑھ لے مگر آہستہ سے پڑھے اگر چہ نماز وہ ہو جس میں حمد و سورہ کا بلند آواز میں پڑھنا واجب ہے، اگر اس صورت میں امام رکوع میں جائے اور ماموم کو خوف ہو کہ سورہ پڑھنے کی صورت میں وہ امام سے پیچھے رہ جائے گا اور رکوع میں امام کی متابعت نہیں کر پائے گا تو اس صورت میں سورہ پڑھے بغیر رکوع میں جائے، اگر ماموم حمد پڑھ رہا ہو اور امام رکوع میں جائے اور خوف ہو کہ حمد پڑھنے تک امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو اس صورت میں حمد کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اس امید سے کہ وہ امام کو رکوع میں پائے گا اور ماموم امام کو رکوع میں پالے تو اس صورت میں ماموم نے جماعت کو درک کر لیا اگر ماموم امام کو رکوع میں درک نہ کرسکے تو ضروری ہے ماموم اپنی نماز کو فرادی پڑھ لے اور حمد کو پڑھنے کے بعد سورہ کو پڑھ کر رکوع میں جائے اس صورت میں اسکے ذمہ کوئی چیز نہیں ہوگی۔ لہٰذا ماموم امام کو حالت رکوع میں پائے تو ماموم اپنی نماز کو امام کے ساتھ بجالائے چاہے امام دوسرے سجدے سے فارغ ہوا ہو، ماموم تشہد پڑھے اس صورت میں اگر چہ ماموم امام سے پیچھے رہ گیا ہے مگر تشہد پڑھ کر فوراً تسبیحات اربعہ کے لئے کھڑا ہو جائے اور رکوع میں امام کی متابعت کرے کیوں ماموم کی یہ تیسری رکعت ہے جبکہ امام کی چوتھی رکعت، اسکے بعد امام تشہد کے لئے بیٹھ جائے گا اور ماموم امام کو چھوڑ کر چوتھی رکعت کے لئے اٹھ سکتا ہے اگر چاہے تو

متابعت کی نیت سے بیٹھ کر امام کے ساتھ تشہد پڑھ سکتا ہے جب امام سلام کہنے لگے تو ماموم چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز کو فرادی کی نیت سے بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 157:) اگر امام کی تیسری رکعت میں ماموم شامل ہونا چاہے تو یہاں دو صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

اول: جب امام کھڑا ہو تو ماموم تکبیرۃ الاحرام پڑھ کر حمد و سورہ یا تنہا حمد پڑھ کر امام سے جا ملے البتہ ماموم کے لئے خوف ہو کہ سورہ پڑھنے کی صورت میں امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو ماموم حمد کو آہستہ پڑھ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔

دوئم: یا یہ کہ امام رکوع میں ہو تو ماموم کو چاہیے تکبیرۃ الاحرام پڑھ کر رکوع میں جائے البتہ حمد و سورہ کا پڑھنا ماموم سے ساقط ہے ان دو صورتوں میں جب ماموم دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگا تو اس کے لئے ضروری ہے حمد و سورہ کو آہستہ پڑھے۔ اگر امام آخری رکعت کے تشہد و سلام کے لئے بیٹھ جائے تو دوسری رکعت کے لئے امام کے ساتھ تشہد کے لئے ماموم بیٹھ جائے اور اس کے بعد ماموم اپنی نماز کو فرادی بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 158:) نماز جماعت میں چند چیزیں شرط ہیں۔

1. امام اور ماموم کے درمیان اسی طرح صفوں کے بیچ میں کوئی رکاوٹ و پردہ نہ ہو۔ جیسے دیوار، درخت، پردہ وغیرہ اگر ان رکاوٹوں کی وجہ سے عرف اسے اجتماع نہ کہے تو نماز جماعت باطل ہو جائے گی یہ اس صورت میں ہے کہ ماموم مرد ہو، اگر ماموم عورت ہو تو اس صورت میں امام و ماموم کے درمیان کسی رکاوٹ یا پردے کے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر پردہ شیشہ ہو یا

دیوار جس میں سوراخ ہوں اور عرف اسے پردہ نہ سمجھیں اور لوگ اسے اجتماع سمجھتے ہوں تو ایسے پردے کے ہونے سے جماعت باطل نہیں ہوگی، اگر پردہ متحرک ہو جیسے جماعت کی صفوں کے بیچ میں سے لوگ آتے جاتے ہوں تو اس سے بھی جماعت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر لوگوں کا آنا جانا متصل اور مسلسل ہو تو اس سے جماعت باطل ہو جائے گی۔

2. امام کی جگہ ماموم کی جگہ سے ایک بالشت بلند نہیں ہونا چاہیے اگر ماموم کی جگہ امام کی جگہ سے بلند ہو اور عرفا اسے جماعت کہا جائے تو جماعت نماز کی صحت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

3. امام و ماموم کے درمیان اسی طرح ماموین کی صفوں میں ایک قدم سے زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے اور یہاں قدم سے مراد معتدل انسان کا قدم ہے۔

4. ماموم کی اقتداء کی جگہ امام سے آگے نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 159:) ایک ایسی جگہ فرادی نماز پڑھنا جہاں نماز جماعت ہو رہی ہو اگر وہ نماز امام جماعت کی بے عزتی کا سبب بنے تو نماز جائز نہیں ہے۔

مسافر کی نماز

(مسئلہ نمبر 160:) مسافر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی چار رکعتی نمازوں کو قصر کر کے نماز صبح کی طرح بجالائے یعنی دو رکعت پڑھے مگر اس میں چند شرائط ہیں:۔

اول: طے کرنے والا سفر آٹھ فرسخ ہو: آٹھ فرسخ شرعی برابر ہے ترتالیس اور پانچ عشاریہ ایک (43/5.1) کیلو میٹر سے اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ طے کرنے والا راستہ ایک طرف اتنا ہو یا آنا جانا اتنا بنتا ہو دونوں صورتوں میں مذکورہ بالا شرعی مقدار کا سفر طی کرنا ضروری ہے سفر کا نقطہ آغاز شہر کی دیوار ہے اگر شہر کی دیوار نہیں ہے تو اس صورت میں شہر کے آخری گھر، سفر کا نقطہ آغاز ہونگے۔

دوئم: انسان شرعی فاصلے کی مقدار کو طے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو: اگر سفر کرنے والا شرعی مسافت کو طے کرنے میں مردد ہو یا ارادہ بدل دے تو اس صورت میں وہ نماز پوری پڑھ لے گا لیکن اگر انسان سفر کی نیت سے اپنے شہر سے باہر نکل جائے اور شرعی مسافت طے کرنے کا ارادہ بھی رکھے مگر آدھی مسافت طے کرنے کے بعد اسکا ارادہ مردد ہو جائے اور اس حالت میں بھی وہ تھوڑا سا فاصلہ طے کرے ایسا شخص چاہے شرعی فاصلہ طے بھی کرلے اس کی نماز پوری ہو گی چوں کہ اس کا ارادہ آخر تک سفر کرنا نہیں تھا۔

سوم: شرعی مسافت کو طے کرنے کے دوران دس دن رہنے کا قصد نہ کرے: سفر کے آغاز ہی میں مسافر شرعی مسافت طے کرنے سے پہلے دس دن اس جگہ رہنے کا قصد نہ کرے، اگر سفر کے دوران دس دن رہنے کا ارادہ کرے یا اس بارے اسے شک ہو جائے، تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ مسافر نے سفر کی ابتداء میں شرعی فاصلے کو طے کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، بنابراین اسے پوری نماز پڑھنی ہوگی اسی طرح اگر انسان کو تیس دن رہنے اور نہ رہنے میں شک ہو جائے تب بھی اسے پوری نماز پڑھنی چاہیے اسی طرح اگر ایک انسان سفر کے دوران اپنے وطن یا جہاں اسکی رہائشگاہ ہے گزر جائے، یا اس بارے میں اس کو شک ہو، تو ایسے شخص کو روزہ رکھنا چاہیے اور نماز پوری پڑھنی چاہیے، ایسے شخص کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کا ارادہ شرعی مسافت کو طے کرنا تھا مگر سفر کے دوران اور شرعی مسافت کو مکمل کرنے سے پہلے ایک ایسے شہر سے گزرتا ہے جو اس کا وطن ہے، تو گویا وہ شخص ایسا ہی ہے کہ اس نے سفر کا آغاز اپنے ہی شہر سے کیا ہے اس طرح کے سفر کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیوں کہ سفر کے دوران اس کا گزر اتفاق سے اپنے ہی شہر سے ہوا ہے، اگر نجف اور کوفہ کے درمیان مسافت ترتالیس (43) کیلومٹر اور ایک عشاریہ پانچ (1/5) ہو اور نجف اشرف و کوفہ دونوں سفر کرنے والے کے شہر ہوں اور مسافر کا پورا سال ان دونوں شہروں میں گزرتا ہے، وہ اپنے سفر کا آغاز نجف اشرف سے کرے اور کوفہ سے گزر جائے تو اس صورت میں شرعی مسافت یعنی 43 .5/1 کیلومٹر ہے طے تو کیا ہے مگر سفر کے دوران اس کا گزر کوفہ سے ہوا ہے جو کہ اس کا وطن ہے لہٰذا اس مسافت کا طے کرنا شرعی مسافت کا طے کرنا نہیں کہلائے گا۔

(مسئلہ نمبر 161:) اگر کسی شہر کے لئے دو راستے ہوں ایک لمبا اور ایک مختصر اور مسافر لمبا راستہ اختیار کرے اور وہ راستہ شرعی مسافت کے برابر ہو تو مسافر کی نماز قصر ہوگی اگر مسافر

مختصر راستے کا انتخاب کرے تو ضروری ہے وہ پوری اور مکمل نماز پڑھے، اگر راستہ گول ہو یعنی دائرہ کی شکل میں ہو اور اس راستے پر اس کا آنا جانا نیم دائرہ کی شکل میں ہو تو اس کی نماز قصر ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 162:) اگر کوئی شخص کسی اور کا تابع ہو جیسے بیوی سفر میں شوہر کی تابع ہوتی ہے اگر بیوی جان لے کہ اس کے شوہر نے شرعی مسافت کو طے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو بیوی کو چاہیے وہ اپنی نماز قصر پڑھے۔

سوال: بغداد میں رہنے والی عورت بصرہ میں رہنے والے شخص سے شادی کر لیتی ہے عید کے ایام میں وہ عورت اپنے والدین سے ملنے بغداد چلی جاتی ہے اس عورت کے روزہ و نماز کا کیا حکم ہے؟ قصر کرے یا نہیں۔

جواب: اگر عورت نے اپنے سابقہ شہر سے اعراض کیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بصرہ والے شوہر کی وفات یا طلاق ہونے کی صورت میں بھی وہ بغداد نہیں لوٹے گی گویا اس عورت نے بصرہ کو اپنا وطن قرار دیا ہے تو وہ عورت جب بھی بغداد جائے گی تو اس کی نماز اور اس کا روزہ قصر ہونگے۔

لیکن وہ عورت اپنے سابقہ وطن یعنی بغداد سے اعراض نہ کرے یعنی جب بھی اس کا شوہر اسے طلاق دے گا تو وہ بغداد چلی جائے گی تو اس صورت میں بغداد میں اس عورت کا روزہ اور نماز قصر نہیں ہونگے۔

یہی حکم ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو سالہا سال کسی شہر میں جا کر نوکری کرتے ہیں اور اپنے سابقہ شہر کو چھوڑ دیتے ہیں اگر ان کی نوکری ختم بھی ہو جائے تب بھی سابقہ شہر کی طرف لوٹ کر نہیں آتے، اس طرح کے لوگ جب اپنے سابقہ شہر یا وطن جاتے ہیں تو ان کا روزہ اور نماز قصر

ہونگے، لیکن وہ لوگ اگر اپنے سابقہ شہر سے اعراض نہ کریں یعنی ان کی نوکری ختم ہونے پر وہ اپنے سابقہ شہر لوٹ آتے ہے، اس صورت میں اس شہر میں ان کی نماز پوری ہوگی اور روزہ بھی رکھنا واجب ہے۔

اگر شہر اتنا وسیع اور بڑا ہو کہ اس کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کا فاصلہ یا آنے جانے کا فاصلہ شرعی مسافت کے برابر ہو جیسے بغداد اور تہران، اگر ایک شخص ان شہروں میں سفر کرے، تو اس کی نماز قصر نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ دونوں نقطے عرف کی نظر میں شہر ہی کے جزء شمار ہوتے ہیں۔

کبھی راستے میں ایسے چھوٹے چھوٹے شہر بھی آتے ہیں ان شہروں کے درمیان کا فاصلہ شرعی مسافت کے برابر ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک چھوٹے شہر کا رہایشی دوسرے چھوٹے شہر کا سفر کرے تو اس کی نماز قصر ہوگی۔ کیوں کہ اس نے اپنے شہر سے اس دوسرے شہر تک جو سفر کیا ہے وہ شرعی مسافت کے برابر ہے۔ لیکن ان چھوٹے شہروں کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ چھوٹے شہر آپس میں متصل ہوں تب بھی مکلّف پر قصر واجب ہے مگر اس طرح متصل نہ ہوں کہ عرف ان چھوٹے شہروں کو ایک شہر سمجھے، اس صورت میں مکلّف پر واجب ہے کہ وہ نماز پوری پڑھے۔ اس مطلب کو واضح کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دو صورتوں کو بیان کرتے ہیں:

1. ایک ایسا شہر جس کے اطراف میں نئی آبادیاں بن رہی ہوں اور یہ نئی آبادیاں آہستہ آہستہ اس شہر سے متصل ہو جائیں اور ان نئی آبادیوں کو شہر کا تسلسل سمجھا جارہا ہو۔

2. دو ایسے شہر جو کہ تاریخی اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا ہوں لیکن مسلسل ترقی اور آبادکاری کی وجہ سے اب آپس میں متصل ہوگئے ہوں جیسے کوفہ ، نجف کاظمین اور بغداد مگر متصل ہونے کے باوجود یہ دونوں شہر اپنی انفرادی حیثیت کو برقرار رکھیں اور ایک شہر حساب نہ ہوں، جس طرح کوفہ کا رہایشی کربلا کا سفر کرے اور واپسی پر نجف اشرف میں داخل ہو جائے تو اس صورت میں اس کا سفر ختم نہیں ہوگا لہٰذا وہ شخص نجف اشرف میں نماز قصر پڑھے گا، اسی طرح اگر بغداد کا رہائشی پانچ دن نجف میں اور پانچ دن کوفہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو یہ شخص ان دو شہروں میں مقیم شمار نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے کسی ایک شہر میں قصد اقامت نہیں کیا ہے۔

چہارم ــ سفر مباح ہو: سفر کو مباح ہونا چاہیے اگر سفر حرام ہو جیسے کسی بے گناہ انسان کو قتل کرنے، یا زنا، چوری کرنے، یا کسی ظالم کی مدد کے غرض سے سفر کرے تو واجب ہے انسان نماز کو تمام پڑھے۔

(مسئلہ نمبر 163:) اگر کوئی شخص کسی شرعی فریضہ سے جان چھڑانے کے لئے سفر کرے تو اس کا سفر بھی معصیت کا سفر ہوگا۔ اسی طرح ایک شخص اپنے قرض کو اپنے ہی شہر میں چکا سکتا ہو نہ کہ سفر میں، ایسا شخص قرض خواہ سے بچنے کے لئے سفر اختیار کرے تو اس صورت میں بھی اس کی نماز قصر نہیں ہوگی بلکہ اسے چاہیے کہ نماز تمام پڑھ لے۔

(مسئلہ نمبر 164:) کسی شخص کا سفر مباح و شرعی ہو لیکن جس گاڑی پر سفر کر رہا ہے وہ غصبی ہو یا کسی غصبی زمین سے گزر رہا ہو اس صورت میں اگرچہ وہ شخص گناہ کار ہے، لیکن اس کا سفر معصیت کا سفر نہیں ہے اور سفر کا مقصد بھی حرام نہیں ہے لہٰذا اس شخص کی نماز قصر ہوگی، البتہ

اگر کوئی شخص کسی سے گاڑی زبردستی چھین کر فرار ہو جائے تو اس کی نماز تمام ہو گی، کیوں کہ اس شخص کے سفر کا محرک حرام ہدف ہے یعنی چوری کا مال لینا، اور لوگوں کے مال سے استفادہ کرنا۔

(مسئلہ نمبر 165:) اگر سفر کا ہدفِ اصلی کوئی حلال کام ہو، جیسے زیارات، یا تفریح کے لئے سفر کرنا، مگر سفر کے دوران انسان حرام میں مبتلا ہو جائے جھوٹ بولے، غیبت کرے یا شراب وغیرہ میں مبتلا ہو جائے، تو یہ سفر معصیت کا سفر شمار نہیں ہوگا تا کہ اس کے لئے نماز کا تمام پڑھنا واجب ہو جائے۔

پنجم - تفریح کے لئے سفر نہ ہو: اگر یہ سفر شکار یا لہو ولعب اور خوش گزرانی کے لئے ہے تو نماز کا تمام پڑھنا واجب ہے اور روزہ بھی رکھے۔

ششم - جسکا مشغلہ سفر نہ ہو: جس شخص کا سفر اس کا مشغلہ ہو، جیسے جہاز کا پائلٹ، کشتی کا نا خدا، بس کا ڈرائیور، اسی طرح کوئی سفر کو اپنے مشغلے کے لئے مقدمہ قرار نہ دے، جیسے چرواہا، اور گھومنے والا تاجر، ان دو کے علاوہ جن کا کام مسافت شرعی یا اس سے زیادہ سفر کرنا ہے ایسے لوگ اپنی نماز تمام پڑھ لیں، جیسے گاڑی کا ڈرائیور جو کہ اجرت اور کرائے پر گاڑی چلاتا ہے اور گاڑی چلانا اس کا مشغلہ بن چکا ہے مگر جو گاڑی کا مالک ہے اگرچہ شرعی مسافت جتنا سفر طے کیا ہے مگر اس کا یہ سفر وقت گزاری، یا زیارات مقدسہ کے حوالے سے ہے تو اس کا سفر مشغلے میں شمار نہیں ہوگا۔ لہٰذا جس شخص کا سفر اس کا مشغلہ ہو اس کا سفر مندرجہ ذیل این دو ضابطوں اور معیار کے مطابق ہونا چاہیے:۔

اول: جس کا مشغلہ ہی سفر ہو جیسے ڈرائیور، ناخدا، پائلٹ، ان کا کام ہی گاڑی، کشتی اور جہاز چلانا ہے۔

دوئم: جس شخص کا مشغلہ سفر نہ ہو بلکہ کوئی اور مشغلہ ہو اور وہ کام سفر کے بغیر ممکن نہ ہو جیسے اسکول، کالجوں، یونیورسٹیوں کے اساتذہ یا ڈاکٹرز، جو بغداد شہر میں زمداریاں نبھارہے ہوں، انہیں روزانہ دوسرے شہروں سے بغداد آنا پڑتا ہے ان پیشوں سے وابستہ افراد کا سفر ان کا مشغلہ نہیں کہلائے گا ان کا مشغلہ طبابت وتدریس ہے، وہ طبابت اور تدریس کے لئے سفر کرتے ہیں، اس مسئلے کو مزید واضح کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حالات کو ہم آپ کے لئے ذکر کرتے ہیں:۔

1. ایک ایسا ملازم جو بغداد میں رہتا ہے اور روزانہ ملازمت کی خاطر کسی دوسرے شہر کا سفر کرتا ہے اور روزانہ شام کو بغداد لوٹتا ہے یا اس شہر میں ایک ہفتہ ٹھہر کر تعطیلات کے دنوں میں بغداد آتا ہے اور چھٹیاں گزار کر ملازمت کی جگہ جاتا ہے، ایسا شخص کام کی جگہ اور آتے جاتے وقت نماز تمام پڑھے گا، حکم یہ ہے کہ جہاں یہ ملازمت کررہا ہے وہاں ایک ہفتے کی مدت سے کم یا زیادہ رہائش اختیار کرے، لیکن یہ شخص اس وقت آتے آجاتے وقت نماز پوری پڑھ سکتا ہے جب کام کی جگہ کو اپنے لئے وطن قرار نہ دے اور قصد اقامت بھی نہ کرے جیسا کہ ایک ایسا شخص جس کو پتہ ہے کہ اس کی ملازمت اس شہر میں ایک سال سے زیادہ نہیں ہوگی، ہاں اگر وہ شخص اس شہر میں اسکی ملازمت تین سال یا اس سے زیادہ ہونے کو جانتا ہے تو ملازمت کرنے والا شہر اس کا وطن کہلائے گا اور اس شخص پر وطن کے احکام جاری ہونگے، یعنی وہ شخص ملازمت کرنے والے شہر میں نماز تمام پڑھے گا، لیکن اس کا نماز تمام پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا کام اور مشغلہ ہی سفر میں ہے بلکہ وہ شخص نماز پوری اس لئے پڑھ رہا ہے چونکہ وہ اپنے ہی شہر میں ہے۔ لیکن سفر کے دوران اس کا وظیفہ نماز کو قصر پڑھنا ہے چاہے وہ شخص ہر دن اپنے وطن اور کام کی جگہ آتا جاتا رہتا ہو۔ کیونکہ جب تک وہ شخص کام والے جگہ کو اور ملازمت والے جگہ کو اپنے لئے وطن قرار دے وہ مسافر نہیں کہلائے گا،

لہٰذا جب بھی اس شخص کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس شخص کا مشغلہ کیا ہے؟ تو جواب میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس شخص کا کام سفر میں ہے بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اس کا کام اسکے وطن یعنی دوسرے شہر میں ہے۔

2. ایک طالب علم روزانہ پڑھنے نجف اشرف سے بغداد سفر کرتا ہے اور روزانہ نجف لوٹتا ہے، یا ایک ہفتہ بغداد میں رہ کر تعطیلات میں نجف اشرف لوٹتا ہے یہ طالب علم جانتا ہے کہ وہ چار سال تک بغداد میں پڑھتا رہے گا یہ شخص بغداد میں نماز تمام پڑھے گا اور سفر کے دوران اسکی نماز قصر ہو گی یعنی نجف سے بغداد اور بغداد سے نجف آتے جاتے وقت سفر کے دوران وہ نماز کو قصر پڑھے گا۔

3. اس شخص کی مثال بالکل دوسرے شخص کی طرح ہے مثلا ایک طالب علم اپنے آپ سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ایک سال کی مدت میں کالج یا یونیورسٹی کا جو مخصوص دورانیہ ہوتا ہے بغداد میں ہی رہے گا اور جب وہ اپنی پڑھائی مکمل کرے گا تب وہ نجف اشرف لوٹے گا تو یہ طالب جب تک بغداد میں ہے اس کی نماز تمام ہو گی اور سفر کے دوران بھی اسکی نماز تمام ہو گی۔

4. ایک ایسا شخص جس کی ملازمت مختلف شہروں میں ہو ایک شہر میں ایک سال ملازمت کرے دوسرے سال کسی دوسرے شہر میں ملازمت کرے یا ایک سال سے کم ملازمت کرے اور اس شخص کی ملازمت اسی طریقے سے چلتی رہے تو جہاں وہ ملازمت کر رہا ہے وہاں اور سفر کے دوران اس کی نماز تمام ہو گی، اس مسئلے میں ڈاکٹر، طالب علم، انجینئر، مزدور اور سپاہی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

5. نجف اشرف کا رہائشی بغداد میں پڑھنا چاہتا ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ دوسال بغداد میں رہ کر اپنی پڑھائی مکمل کر پائے تاکہ بغداد اسکے لئے قرار دادی وطن قرار پائے اور نجف اشرف آتے جاتے وقت اس کی نماز قصر ہو جائے، یا بغداد اسکے لئے قرار دادی وطن قرار نہ پائے تاکہ نجف اشرف آتے وقت اس کی نماز قصر ہو جائے، اس صورت میں بنابر احتیاط واجب بغداد و نجف آتے جاتے وقت اس شخص کے لئے واجب ہے نماز کو تمام بھی پڑھے اور قصر بھی پڑھے مگر بغداد اور نجف اشرف میں اس کی نماز تمام ہو گی۔

6. فوج کا سپاہی جس چھاونی میں فرائض انجام دیتا ہے اگر اس کے شہر سے چھاونی تک کا سفر شرعی مسافت کے مطابق ہو البتہ یہ شخص اپنے فرائض انجام دینے کے لئے سفر کرتا ہو تو اس شخص کی نماز تمام ہو گی، چاہے یہ شخص چھاونی میں ایک دو ہفتے کے لئے رہ جائے یا نامعلوم مدت تک رہنا پڑے۔

مندرجہ ذیل مقامات پر نماز قصر پڑھی جائے گی:

اول: لوہار، ترکھان جو کہ اپنے شہر ہی میں کام کرتے ہیں کبھی کبھار ایک ایسے شہر میں کام کرنے جاتے ہیں اور ان دو شہروں کے درمیان کا فاصلہ شرعی مسافت جتنا ہو سفر کرے تو اس کی نماز قصر ہو گی۔

دوئم: ایک ایسا مزدور جو اپنے ہی شہر کی حدود میں کام کرتا ہے، لیکن اس کی زمداری یہ ہے کہ ہر ماہ دو، تین یا چار دن شہر سے باہر جا کر مزدوری کرے اور شہر سے باہر جس جگہ وہ کام کرتا ہے وہاں تک کا فاصلہ مسافت شرعی جتنا ہو، اس کی نماز قصر ہو گی۔

سوم: وہ خطیب اور مقرر جو اکثر اپنے شہر ہی میں تقریر کرتا ہے اور خطبے دیتا ہے کبھی کبھار مجالس پڑھنے دوسرے شہروں میں بھی جاتا ہے البتہ اس کا شہر سے باہر جانا تین چار دن یا کچھ ہی دن ہو اور شرعی مسافت کو طے کرے تو اس کی نماز قصر ہو جائے گی، لیکن اس کی تقریر یا کوئی اور کام سفر ہی میں ہوتے ہوں تو اس صورت میں اس کی تقریر اور کام اس کا مشغلہ شمار ہوگا جیسے کوئی مبلغ ماہ محرم یا رمضان میں تبلیغ کرنے کسی شہر کا سفر کرتا ہے تو اس کی نماز پوری ہو گی نہ کہ قصر۔

چہارم: ایک ملازم چند دن کی تعطیلات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی ذاتی گاڑی کو ٹیکسی بناتے ہوئے مسافروں کو اٹھاتا ہے یا یہ شخص شب جمعہ امام حسین کی زیارت کے لئے کرایہ لے کر لوگوں کو لے جاتا ہے تو اس شخص کی نماز قصر ہو گی، کیوں کہ اس کا یہ سفر اس کا مشغلہ شمار نہیں ہوگا، کبھی ایک شخص سال بھر میں ایک اہم کام انجام دینے ایک ہی مرتبہ سفر کرتا ہے مگر کام کی اہمیت کی وجہ سے عرف اس کے اس سفر کو اس کا مشغلہ قرار دے جیسے حجاج کے کاروان کے امیر، اسی طرح وہ سبزی فروش جو صرف گرمیوں کے موسم میں سبزی بیچنے کے لئے سفر کرتا ہے تو یہ اشخاص صرف اس مقررہ موسم میں نماز پوری پڑیں گے لیکن اس خاص موسم کے علاوہ دیگر مواقع پر اور اسی طرح سفر کے دوران ان کی نماز قصر ہو جائے گی۔

7. صحرا نشین اسی طرح خانہ بدوش جن کا کوئی خاص معین شہر و مقام نہ ہو یہ لوگ پانی اور گھاس، چارا کے پیچھے پھرے رہتے ہیں اور جہاں انہیں پانی میسر ہوتا ہے وہاں پڑاؤ ڈالتے ہیں اور ایک مدت کے بعد پھر یہ لوگ کوچ کر جاتے ہیں اس طرح کے لوگوں کی نماز قصر ہے۔

8. جو شخص حد ترخص تک پہنچ جائے، حد ترخص وہ جگہ ہے کہ شہر کے آخری گھر کے رہنے والے مسافر کو نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی مسافر انہیں دیکھ سکے اگر ایک انسان شہر کی آخری حد پر

کھڑا ہو جائے تو آنے والا مسافر اس کو نہ دیکھ سکے چاہے شہر کے گھر اسے نظر آئیں یا نہ آئیں وہ نماز کو قصر پڑھے گا۔

وہ چیزیں جو سفر کو توڑنے کا باعث بنتی ہیں

اول: وطن۔ وطن دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1. انسان کی پیدائشگاہ اور جہاں اس کے آباء و اجداد اور گھر والے رہتے ہیں: اگر انسان ایسی جگہ نماز پڑھے، تو پوری پڑھے گا چاہے فی الحال وہ اس جگہ رہتا ہو یا نہ رہتا ہو، اگر اس شخص نے اس جگہ سے اعراض نہیں کیا ہے یا اسے احتمال ہو کہ وہ عنقریب لوٹ کر واپس آ جائے گا جس طرح نجف اشرف کا رہائشی سرکاری ملازمت کی وجہ سے بغداد میں رہائش اختیار کرے اور اسے احتمال ہو کہ ملازمت ختم ہونے کے بعد وہ دوبارہ نجف اشرف آ جائے گا تو اس صورت میں نجف اشرف اس کا وطن ہے اگرچہ وہ شخص فی الحال نجف اشرف میں نہیں رہتا، ہاں البتہ اگر وہ شخص نجف اشرف سے اعراض کرلے اور واپس نجف میں رہنے کا ارادہ نہ رکھے اور بغداد ہی میں رہائش اختیار کرے تو اس صورت میں نجف اشرف اس کا وطن شمار نہیں ہوگا، اگرچہ نجف اشرف اس کے آباء و اجداد کا شہر تھا اور اسی طرح نجف اشرف میں اس کی املاک بھی ہوں تب بھی نجف اشرف اس کا وطن نہیں کہلائے گا۔ پس مذکورہ بالا شخص جب بھی بغداد سے نجف آئے گا اس کی نماز قصر ہوگی جس طرح عام مسافر کی نماز قصر ہوتی ہے۔

2. قرار دادی اور خود ساختہ وطن: ایک شخص اپنے شہر اور وطن سے ہجرت کرکے نجف اشرف میں رہائش اختیار کرے اور آخری عمر تک نجف میں رہنے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں

نجف اشرف اس کا قرار دادی وطن ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ قرار دادی وطن میں اس کی اپنی کوئی ملکیت ہو، اسی طرح ایک تیسرے وطن کا بھی تصور موجود ہے، وہ یہ کہ ایک شخص ایک محدود مدت کے لئے البتہ وہ مدت تین سال سے کم نہ ہو جیسے نجف اشرف میں پڑھنے والے طالب علم جو کہ کئی سال نجف اشرف میں پڑھنے کے غرض سے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے نجف اشرف وطن شمار ہوتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 166:) کسی جگہ کو وطن قرار دینے کا ارادہ چاہے کسی شخص کی وجہ سے ہو جیسے بیوی شوہر کی وجہ سے، یا فرزند ماں باپ کی وجہ سے، یا خدمت گار مالک کی وجہ سے اس جگہ پر رہنے کے لئے مجبور ہو یا اپنے ارادہ و اختیار سے رہتا ہو اس شہر یا مقام پر وطن کے عنوان کا صادق آنا کافی ہے۔ تابع چاہے اپنی مرضی سے یا مجبوری سے اس جگہ رہنے لگے تو وہ جگہ اس کا وطن شمار ہوگی اور مذکورہ اشخاص اگر اپنے متبوع یعنی مالک، شوہر، یا والدین کے بارے میں جانتے ہوں کہ وہ چار سال یا چار سال سے زیادہ عرصہ اس جگہ رہیں گے تو وہ جگہ ان کے لئے وطن کا حکم رکھتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 167:) اگر مسافر مذکورہ بالا وطنوں میں سے کسی ایک وطن تک پہنچ جائے تو اس کا سفر ختم ہو جائے گا اور اگر وہ شخص کہیں سفر کرنا چاہے تو از سر نو مسافت شرعی کا طے کرنا ضروری ہے البتہ اس مسافر کا سفر اس وقت اختتام پذیر ہوگا جب وہ اپنے وطن میں داخل ہو چکا ہو، صرف شہر کی دیواروں اور مناروں کا نظر آنا کافی نہیں ہے اور جب تک وطن میں داخل نہیں ہوا ہے قصر کا حکم باقی ہے۔

(مسئلہ نمبر 168:) مسافر کا وطن میں داخل ہونے کے بعد اس کا ارادہ وہاں قیام کرنا ہو یا قیام کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ سفر کو جاری رکھنے کے اعتبار سے

اپنے وطن میں داخل ہو جائے یا قیام کی نیت سے اپنے وطن میں داخل ہو جائے جس طرح ایک مسافر شخص گاڑی میں سفر کر رہا ہو اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ اپنے وطن سے گزر کر سفر کو جاری رکھے گا وہ مسافر جیسے ہی وطن میں داخل ہوتا ہے قصر کا حکم مسافر کی نسبت ختم ہو جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 169:) ایک طالب علم اپنی پڑھائی کے دوران بغداد کو اپنا وطن قرار دے اور گرمیوں کی تعطیلات میں وہ اپنے والدین سے ملنے اپنا اصلی شہر چلا جائے اور تعطیلات گزار کر دوبارہ بغداد لوٹ جائے وہ طالب علم جیسے ہی بغداد میں داخل ہوگا اس کا سفر ختم ہو جائے گا اور اس کی نماز پوری ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 170:) اگر ایک انسان علم دین حاصل کرنے کے ارادے سے نجف اشرف کی طرف ہجرت کرے اور ارادہ کرے کہ وہ تین سال یا اس سے بیشتر نجف اشرف میں رہے گا، تو نجف اشرف اس شخص کے لئے وطن کا حکم رکھتا ہے، اور جیسے ہی وہ شخص سفر سے واپس نجف اشرف پہنچے گا اس کا سفر ختم ہو جائے گا، اور اس کی نماز تمام ہو گی، البتہ وہ شخص اگر سفر کے دوران نماز پڑھنا چاہے تو اس کی نماز قصر ہو گی، اور اگر وہ شخص نجف اشرف میں دو سال سے کم مدت رہنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس صورت میں نجف اشرف اس شخص کے لئے وطن شمار نہیں ہوگا، اور اس پر مسافر کے احکام لاگو ہونگے، اور نجف اشرف میں اس کی نماز قصر ہو گی، اسی طرح نجف اشرف آتے جاتے وقت سفر کے دوران اس کی نماز قصر ہو گی۔ لیکن اسے یقین ہو کہ دو سال وہ نجف اشرف میں رہے گا تو اس صورت میں اس کی نماز نجف اشرف میں تمام اور سفر میں بنابر احتیاط واجب تمام اور قصر دونوں بجالائے۔

دوئم: انسان کسی جگہ دس دن پے در پے رہنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو، اگر دس دن ایک جگہ رہنے کا ارادہ کرے، یعنی شرعی مسافت کے طے کرنے کے بعد مسافر کسی جگہ دس دن رہنے کا ارادہ کرے تو وہ شخص مقیم کہلائے گا، اور اقامت سفر کو ختم کر دیتا ہے، بنابر این یہ مسافر مقیم ہے اور اسے چاہیے کہ نماز پوری پڑھے۔

(مسئلہ نمبر 171:) دس دن کسی جگہ اقامت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے سونے کی جگہ، رہائش اور سامان اُسی جگہ اور شہر میں ہو جہاں اس نے سفر کیا ہے اور اس مدت میں اس نے کوئی شرعی سفر نہ کیا ہو، بنابر این جب بھی کوئی شخص کسی جگہ دس دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے گا یقیناً اس شخص نے اس شہر میں دس دن کی اقامت اختیار کی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ شخص اقامت والے شہر کے آس پاس جانے سے بھی اجتناب کرے اور نہ ہی قریبی شہر جائے اگرچہ اس شہر تک کا فاصلہ شرعی مسافت سے کم ہو، جیسے کوفہ و نجف ہے۔ مثال کے طور پر جس کی اقامت گاہ نجف اشرف ہو اور وہ دن میں ایک دو گھنٹے کوفہ یا مسجد سہلہ جانا چاہتا ہے اور کوفہ و نجف اشرف دونوں میں سونے کا ارادہ نہ رکھے، بعبارت دیگر یہ شرعی سفر ہے جو کہ اقامت کو ختم کر دیتا ہے مگر محل اقامت سے خارج ہونا جو کہ شرعی مسافت یعنی 43-1/5 کیلومٹر کم ہو تو اس طرح کا سفر اقامت کو ختم نہیں کرتا اور دوسرے شہر میں رات بھی گزاری ہو۔

سوم: بے یقینی کی صورت میں تیس دن گزارنا: ایک شخص شرعی مسافت کو طے کرنے کے بعد ایک شہر پہنچ جائے اور وہ شش و پنج میں مبتلا ہو جائے کہ اس شہر میں دس دن رہ پائے گا تا کہ دس دن کا قصد اقامت کرے یا اگلے دن اس شہر سے چلا جائے گا۔ اس طرح کی تردید جب بھی

کسی مسافر کو پیش آجائے تو اس کا فریضہ قصر ہے، تا اینکہ اس تردید میں تیس دن گزر جائیں اور وہ مسافر اسی شہر میں موجود ہو تو اس طرح کا شخص اپنی نماز کو کامل پڑھے اگرچہ اس کا ارادہ ایک گھنٹے بعد شہر سے نکلنا ہو۔

(مسئلہ نمبر 172:) سفر میں روزانہ کی مستحب نمازیں اور اسی طرح بنابر قول اظہر نماز وطیرہ ساقط ہے۔

(مسئلہ نمبر 173:) جس شخص کی زمداری نماز کو تمام پڑھنا ہے قصر پڑھے تو اس کی نماز تمام موارد میں باطل ہے، مگر صرف اس شخص کی نماز جس نے دس دن کا قصد اقامت کیا ہے لیکن حکم کو نہ جاننے کی وجہ سے قصر بجالایا ہے تو اس کی نماز بنابر قول اظہر صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 174:) اگر کسی کی نماز حضر میں رہ گئی ہے تو سفر میں اس نماز کی قضاء کو قصر کی صورت میں بجالانا جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ مکمل بجالائی جائے اسی طرح اگر کسی کی نماز سفر میں رہ گئی ہو تو اس نماز کی قضا حضر میں بھی قصر بجالائی جائے گی، ہاں اگر ایک شخص اول وقت میں حاضر تھا اور اسی دن کے آخر میں مسافر ہو یا مسئلہ کی صورت اس کے برعکس ہو یعنی انسان نماز کے پہلے وقت میں مسافر تھا اور آخری وقت میں اپنے شہر میں حاضر تھا، تو اس صورت حال میں فوت شُدہ نماز کی حالت کو دیکھا جائے گا، لیکن قضاء نمازوں کے حوالے سے آخری وقت کی رعایت کی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 175:) مسافر کو چار مقامات پر اختیار ہے کہ وہ نماز کو تمام پڑھے یا قصر پڑھے۔

1. حرم خدا، مکہ معظّمہ

2. مسجد النبی یعنی مدینہ منورہ

3. حرم امیر المومنین علی علیہ السلام یعنی کوفہ

4. حرم امام حسین علیہ السلام

(مسئلہ نمبر 176:) مذکورہ مقامات میں اختیار کا یہ حکم صرف نمازوں کے لئے ہے روزے پر مذکورہ حکم لاگو نہیں ہوتا۔ لہٰذا مسافر انسان کے لئے ان چار مقامات پر روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

قضاء نماز

جس شخص نے اپنی یومیہ نمازیں ان کے اوقات میں جان بوجھ کر یا جہالت کی بناء پر یا سونے کی وجہ سے نہ پڑھی ہوں ان کی قضا بجالانا ضروری ہے، اسی طرح وہ نمازیں جو اجزاء و شرائط کے بغیر پڑھی ہوں ان نمازوں کی قضا بجالانا بھی ضروری ہے۔

لیکن نابالغ بچے کی نمازیں، حیض و نفاس والی عورتوں کی نمازیں اسی طرح دیوانے کی دیوانگی کی وجہ سے نہ پڑھی جانے والی نمازوں کی قضاء واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 177:) انسان سفر میں ہو یا اپنے وطن اور شہر میں قضا نمازیں بجالاسکتا ہے، البتہ قصر نماز کی قضاء بھی قصر کی صورت میں ہی بجالائی جائے گی چاہے انسان سفر میں ہو یا حضر میں، اسی طرح اگر انسان کی تمام نماز قضاء ہوئی ہو تو اس کی قضاء بھی تمام بجالائی جائے گی چاہے انسان سفر میں ہی کیوں نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 178:) یومیہ نمازوں کی قضاء بجالانے میں ترتیب شرط نہیں ہے، البتہ جن نمازوں کی اصل ہی ترتیب کی بنیاد پر ہو تو ایسی مقدم نمازوں کا اسی دن کی موخر نمازوں پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، جیسے نماز ظہر، نماز عصر، نماز مغرب و نماز عشاء کسی ایک دن کی عصر کی قضاء نماز کو اسی دن ظہر کی قضاء نماز پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے مغرب و عشاء میں بھی یہی حکم ہے۔

(مسئلہ نمبر 179:) باپ کے مرنے کے بعد انکے روزے اور نمازیں البتہ کسی عذر شرعی کی وجہ سے یا جان بوجھ کر انجام نہ دیئے ہوں تو ان روزوں اور نمازوں کی قضا بڑے بیٹے پر ہے۔ بنابر قول اظہر والدہ کے سفر کی وجہ سے اگر روزے اور نمازیں رہ گئے ہوں تو ان کی قضا بھی بجالائی جائے البتہ حیض و بیماری کی صورت میں رہ جانے والے روزوں اور نمازوں کی قضا بجالانا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 180:) اگر ولی مرتے وقت، دیوانہ ہو، یا بچہ ہو، تو جب وہ بالغ یا عاقل بن جائے تو اس صورت میں والد کی فوت شدہ روزوں اور نمازوں کی قضاء کو بجالانا ضروری ہے۔

(مسئلہ نمبر 181:) والد کے مرنے کے بعد سب سے بڑا بیٹا بھی مر جائے تو دوسرے بیٹوں پر والد کے فوت شدہ روزوں اور نمازوں کی قضاء واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 182:) ولی پر واجب نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کے روزوں اور نمازوں کی قضا خود بجالائے بلکہ وہ پیسے دیکر کسی اور کے ذریعے اس کام کو انجام دے سکتا ہے، اسی طرح اگر اس کے والد کی نمازوں کو کوئی اور شخص مفت میں انجام دے تو بڑے بیٹے سے یہ زمداری ساقط ہو جاتی ہے۔

نماز آیات

حیض و نفاس والی عورت کے علاوہ نماز آیات تمام مکلفین پر واجب ہے چاہے چاندا ور سورج کو آدھا ہی گرہن کیوں نہ لگا ہو، نیز بنابر احتیاط واجب نماز زلزلہ کی وجہ سے بھی واجب ہو جاتی ہے اسی طرح ہر وہ آسمانی حادثہ جس کی وجہ سے لوگ ڈر جائیں، جیسے کالی، زرد اور سرخ آندھی کا چلنا شدید تاریکی کا چھا جانا، خوفناک گرج چمک کے وقت بھی نماز آیات کا پڑھنا واجب ہے۔

نماز آیات کا وقت

(مسئلہ نمبر 183:) جب سورج اور چاند کو گرہن لگنے لگے تو نماز آیات کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ نہ آئے، اسی طرح دیگر آیات کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک ان حوادث کے آثار باقی ہوں۔

(مسئلہ نمبر 184:) اگر سورج اور چاند کو مکمل گرہن نہ لگے اور انسان کو گرہن کا پتہ نہ چلے تو نماز آیات کی قضا اس پر واجب نہیں ہے۔

نماز آیات پڑھنے کا طریقہ

(مسئلہ نمبر 185:) نماز آیات دو رکعات ہیں اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں، اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان نیت کے بعد تکبیرۃ الاحرام کہے اور ایک دفعہ سورہ حمد اور سورہ پڑھ کر رکوع میں جائے اور پھر رکوع سے سر اٹھائے پھر دوبارہ حمد و سورہ پڑھے اور رکوع میں جائے اس عمل کو پانچ مرتبہ انجام دے پانچویں رکوع کو انجام دینے کے بعد سجدے میں جائے دو سجدے بجالانے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح بجالائے اور تشہد اور سلام کہہ کر نماز کو ختم کرے۔

نماز جمعہ

(مسئلہ نمبر 186:) نماز جمعہ نماز صبح کی طرح دو رکعت ہے صرف فرق یہ ہے کہ نماز جمعہ کے دو خطبے ہیں، جو کہ نماز جمعہ سے پہلے دیئے جاتے ہیں، پہلے خطبے میں امام کھڑے ہو کر حمد و ثناء خدا بجالاتا ہے اور لوگوں کو تقوی حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہے اور قرآن کریم کا کوئی مختصر سورہ پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد دوسرے خطبے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، اور حمد و ثناء نیز محمد و آل محمد پر درود و سلام بھیجتا ہے اور مومنین و مومنات کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 187:) نماز جمعہ واجب تخییری ہے اس کا مطلب ہے کہ نماز گزار جمعے کے دن اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ نماز ظہر ادا کرے یا نماز جمعہ بجالائے اگر نماز جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں تو اس صورت میں دونوں میں سے ایک بجالائے۔

نماز جمعہ کی شرائط

1. نماز کو جماعت کی صورت میں ادا کی جائے اور امام سمیت کم از کم پانچ افراد ہوں۔

2. امام جمعہ میں شرائط پائی جاتی ہوں۔ یعنی اسے عادل ہونا چاہیے، قرائت درست ہونی چاہیے اور حلال زادہ ہونا چاہیے۔

3. دو نماز جمعہ کے درمیان کا فاصلہ ایک فرسخ سے کم نہ ہو۔

روزے کے احکام

ہر مسلمان پر ماہ رمضان کے روزے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ واجب ہیں:

1. بلوغ۔ اگر انسان بالغ نہ ہو تو روزہ واجب نہیں ہے، لیکن روزہ رکھنا اسکے لئے بہتر ہے۔

2. عقل۔ پاگل و دیوانہ پر روزہ واجب نہیں ہے۔

3. صبح سے لیکر آذان مغرب تک عورت کا خون حیض و نفاس سے پاک ہونا، بنابر این اگر صبح کا پو پھٹتے ہی عورت کو ایک مختصر مدت کے لئے خون حیض یا نفاس آجائے تو اس دن کا روزہ رکھنا عورت کے لئے واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر اسے غروب آفتاب سے چند سکینڈ پہلے خون حیض یا نفاس آئے تو اس عورت کے لئے روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، لہٰذا عورت کا روزہ رکھنا اسکے خون حیض و نفاس کے پورے دن نہ آنے پر منحصر ہے، اگر عورت روزہ رکھے اور دن کے کسی حصے میں خون دیکھے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا اور اس پر قضا واجب ہے۔

4. مضر نہ ہو۔ اگر روزہ رکھنا انسان کے لئے مضر ہو تو اس انسان پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح کسی کو خوف لاحق ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے تو اسکی بیماری شدید ہو جائے گی، یا مرض طول پکڑ لے گا، یا دوسری کسی بیماری کا شکار ہوگا یا نقاہت کا سبب بنے گا، یا مشقت کا باعث بنے گا تو ان صورتوں میں ایسے شخص کے لئے روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، ہاں البتہ ہر وہ روزہ جو کسی معمولی

بیماری کا سبب بنے تو ایسا روزہ انسان نہیں توڑ سکتا جیسے روزہ معمولی سر درد، بخار، کا سبب بنے، لوگ اس طرح کی معمولی بیماریوں کو اپنے اہم کاموں میں رکاوٹ نہیں سمجھتے ہیں، جیسے کانوں میں معمولی درد کا سبب بنے۔

(مسئلہ نمبر 188:) اگر کوئی شخص یہ سمجھتے ہوئے کہ روزہ اس کے لئے مضر نہیں ہے رکھے، اور بعد میں اسے پتہ چلے کہ روزہ رکھنا اس کے لئے مضر تھا تو اس کا روزہ ظاہراً باطل ہے۔

(مسئلہ نمبر 189:) اگر روزہ دار ڈاکٹر کی باتوں سے خوف زدہ ہو جائے تو روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اسی طرح اگر ڈاکٹر اپنے شعبہ میں ماہر ہے اور وہ روزہ دار سے روزہ نہ رکھنے کا کہے تو اسے چاہیے کہ وہ ڈاکٹر کی بات کو مانے چاہے اسکی باتوں سے خوف زدہ نہ بھی ہوا ہو، اگر روزہ دار کو یہ اطمینان ہو کہ ڈاکٹر کی تجویز درست نہیں ہے یا جھوٹ بول دیا ہے تو اس صورت میں وہ روزہ رکھ سکتا ہے ان دو صورتوں کے علاوہ روزہ توڑنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 190:) اگر ڈاکٹر روزہ دار سے کہے کہ روزہ اس کے لئے مضر نہیں ہے لیکن روزہ دار کو ضرر کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھے۔

5. مشقت اور حرج کا باعث نہ ہو۔ روزہ دار کے لئے روزہ تکلیف اور مشقت کا باعث نہ بنے، جیسے روزہ انسان کو اسکے کاموں سے روکنے کا سبب بنے جن کاموں سے وہ اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالتا ہو، یا روزہ کمزوری کا سبب بنے اور کمزوری ایسی ہو کہ وہ کام نہ کر سکے، اسی طرح روزہ شدید پیاس کا سبب بنے، اگر اس صورت میں روزہ دار بغیر کسی زحمت کے اپنے کام کو تبدیل یا تاخیر کر سکتا ہے تو پھر روزہ نہ رکھنا جائز نہیں ہے واجب ہے روزہ رکھے اگر وہ کام کو تبدیل یا تاخیر میں نہیں ڈال سکتا ہے تو روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

6. انسان مسافر نہ ہو۔ مسافر پر روزہ واجب نہیں ہے مگر یہ کہ وہ شخص دس دن کا قصد اقامت کرے، یا اس کا مشغلہ ہی سفر ہو یا اس کا سفر، سفر معصیت ہو۔

اگر انسان زوال سے پہلے سفر کرے تو روزہ افطار کرے لیکن زوال کے بعد سفر شروع کرے تو روزہ کو افطار کرنا جائز نہیں ہے اور رمضان کے بعد اس کی قضاء بجالائے۔

7. کمزوری کا سبب نہ بنے - اگر ایک شخص بڑھاپے کی وجہ سے ناتوان ہو تو اس کو اختیار ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے، نہ رکھنے کی صورت میں ہر روز کے بدلے 750 گرام کفارہ دیدے اور اس پر قضا واجب نہیں ہے۔

8. پیاس کی بیماری میں مبتلا نہ ہو - یہ ایک ایسی بیماری ہے کہ انسان جتنا بھی پانی پیئے پیاس نہیں بجھتی ہے اس بیماری میں مبتلا انسان کے لئے روزہ سخت ہوتا ہے، اس انسان کو اختیار ہے کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے، اور روزہ نہ رکھنے کی صورت میں ہر روزہ کے بدلے 750 گرام فدیہ دے اور اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔

9. زچگی کا وقت قریب نہ ہو - حاملہ عورت اور اس کے بچے کے لئے روزہ ضرر رساں ہو تو روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضا بجالائے، اگر روزہ صرف بچے کے لئے مضر ہو تو صرف 750 گرام فدیہ ادا کرے۔

10. بچے کو دودھ پلانے والی عورت نہ ہو - اگر عورت کے لئے یا اس کے بچے کے لئے روزہ مضر ہو یا دودھ کم ہو جائے تو وہ روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے اور اگر ضرر صرف بچے کے لئے ہو تو فدیہ بھی دیدے۔ یہ حکم اس عورت کے لئے نہیں ہے جس کا بچہ خشک دودھ پیتا ہو یا کسی دوسری عورت کا دودھ پیتا ہو کیوں اس صورت میں روزہ اس کے بچے کے لئے مضر نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل چیزیں روزہ دار کے لئے واجب ہیں:

اول - نیت۔ طلوع سے پہلے نیت کرے کہ کل یا آج میں روزہ رکھتا ہوں قربۃ الی اللہ

دوئم - غسل۔ اگر انسان مجنب ہوا ہو تو فجر کے طلوع سے پہلے غسل کرے

سوم - مبطلات سے اجتناب کرے۔ جو چیزیں روزے کو باطل کر دیتی ہیں اجتناب کرے

مبطلات روزہ

1۔2 کھانا پینا: کھانا پینا کم ہی کیوں نہ ہو یہاں تک کہ دانتوں میں رہ جانے والے غذا کے ذرات کو نگلنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بلکہ ایسا غبار جس میں مٹی کے ذرات ہوں گلے سے نیچے اتارنا جائز نہیں ہے۔

3۔ جماع: قبل میں جماع کرنا، جماع انجام دینے والا فاعل ہو یا مفعول زندہ ہو یا مردہ روزے کو باطل کر دیتا ہے۔

4۔ جھوٹ باندھنا: پیامبر اکرم ﷺ اور ائمہ اطہارؑ کی طرف جھوٹ کی نسبت دینا بلکہ بنابر احتیاط واجب دیگر انبیاء کرام کی طرف جھوٹ کی نسبت دینا روزے کو باطل کر دیتا ہے۔ چاہے وہ جھوٹ کی نسبت حلال و حرام کے حوالے سے ہو یا قصہ و موعظہ کے حوالے سے ہو۔ اگر روزہ دار شخص کسی حدیث کو صحیح سمجھ کر رسول اکرم ﷺ یا ائمہ اطہارؑ سے منسوب کرے جب کہ وہ حدیث حقیقت میں جھوٹی ہو ایسی صورت میں روزہ باطل نہیں ہے اور اگر مسئلہ اس کے برعکس ہو

یعنی حدیث حقیقت میں درست و صحیح ہے لیکن حدیث رسول اکرم ﷺ اور ائمہ اطہارؑ سے منسوب کرنے والے شخص کی نظر میں جھوٹی ہو پھر بھی ان سے منسوب کرے تو اس کا روزہ باطل ہے۔ روزے کے باطل ہونے میں فرق نہیں کہ خدا، پیامبر ﷺ اور ائمہ اطہارؑ پر جھوٹ باندھنے والا شخص فوراً اپنے جھوٹ سے پھر جائے، پشیمان ہو جائے اور توبہ کرے یا ایسا نہ کرے چاہے اس نے جھوٹ کی نسبت کسی کتاب کے حوالے سے دی ہو یا نہیں۔ اور اس شخص کو خبر کے درست نہ ہونے کا یقین ہو تو مذکورہ تمام صورتوں میں جھوٹ کی نسبت دینا جائز نہیں جیسا کہ وہ شخص کہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کتاب کافی میں یا امام جعفر صادقؑ نے کتاب وسائل میں یوں فرمایا ہے۔ لیکن اگر روزہ دار یوں کہے کہ رسول اکرم سے کتاب کافی میں یا امام جعفر صادق سے کتاب وسائل میں حدیث یوں نقل ہوئی ہے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہے۔ لیکن اگر روزہ دار خدا، پیامبر اور ائمہ اطہار کی جھوٹی قسم کھائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہے لیکن وہ شخص گناہ کار ہے۔

5۔ سر کو پانی میں ڈبونا: سر کو پانی میں ایک دم یا آہستہ آہستہ ڈبونے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

6۔ غبار غلیظ کا حلق تک پہنچنا: اگر غبار غلیظ یعنی وہ غبار جس میں مٹھی ذرات آشکار ہوں حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ باطل ہے۔ سگریٹ نوشی روزے کو باطل کرتی ہے اور بنابر احتیاط واجب ماہ مبارک رمضان میں عمداً سگریٹ پینے والے پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

7۔ آذان صبح تک جنابت پر باقی رہنا: اگر روزہ دار جان بوجھ کر طلوع فجر تک جنابت پر باقی رہے تو اس کا روزہ باطل ہے۔

8۔استمناء: استمناء عبارت ہے کہ انسان اپنے ہاتھ یا کسی اور ذریعے جیسے چھیڑ چھاڑ سے منی نکالے۔

9۔امالہ (حقنہ) کرنا: بہنے والی چیز کے ذریعے سے حقنہ کرنا روزے کو باطل کردیتا ہے۔ البتہ یہ حقنہ پاخانے کی جگہ کے ذریعے سے ہو، حقنہ جامد چیز کے ذریعے سے کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

10۔قی کرنا: اگر روزہ دار عمداً قی کرے تو روزہ باطل ہے چاہے اس کا قی کرنا ضرورت کی وجہ سے ہو یا علاج کی خواطر ہو۔

سوال: کیا نسوار کے استعمال سے روزہ باطل ہوتا ہے اور روزے میں نسوار استعمال کرنے والے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: نسوار کا استعمال خلاف احتیاط ہے۔ اگر نسوار روزہ دار کے حلق سے نیچے چلی جائے تو روزہ باطل ہے اور قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں۔ کبھی نسوار کا استعمال ماہ رمضان کے تقدس کے پامال ہونے کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 191:) روزہ دار کا آنکھوں میں سرمہ کرنا یا کان اور آنکھ میں قطرہ (دوا) ڈالنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 192:) اگر انسان کے پیٹ میں منہ کے علاوہ کسی اور ذریعے سے کوئی چیز پہنچائی جائے تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوتا جیسے ڈرپ کے ذریعے انسان کو دوا دی جائے تو اس سے

اس کا روزہ باطل نہیں ہوتا اسی طرح گوشت اور رگ میں لگائے جانے والے انجیکشن سے بھی روزے پر کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح وہ بیمار جو کہ سانس کے مرض میں مبتلا ہے روزے کی حالت میں اسپرے استعمال کر سکتا ہے نیز وہ بیمار شخص جو کہ روزہ میں دوا کھانے پر مجبور ہے دوا کھا سکتا، مگر اس کا روزہ باطل ہے، اور اس شخص پر واجب ہے کہ ٹھیک ہونے کے بعد اس کی قضا بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 193:) بنابر احتیاط واجب بلغم کا نگلنا جائز نہیں ہے، اگر نکسیر منہ کے خلاء میں موجود ہے تو احتیاط مستحب یہ ہے کہ نگلنے سے پرہیز کیا جائے اگر چہ نگلنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 194:) آب دہن (لعاب) چاہے وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو نگلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے کبھی کبار انسان کسی کھٹی چیز کے بارے میں سوچنے سے منہ میں پانی آجاتا ہے اسے نگلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 195:) اگر روزہ دار جان بوجھ کر مبطلات روزہ میں سے کسی چیز کو انجام دے تو اس پر کفارہ واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 196:) ایک روزے کا کفارہ، ایک غلام کو آزاد کرنا، یا دو مہینے پے در پے روزہ رکھنا، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر کفارہ ادا کرنے والا شخص ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہے تو ضروری ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد یعنی 750 گرام کھانا کھلائے۔ ماہ مبارک رمضان کے قضاء روزوں کو کسی نے ظہر کے بعد توڑا ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ پہلے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر دس مسکینوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا تو ضروری ہے کہ تین دن روزے رکھے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ تین روزے پے در پے رکھے۔

(مسئلہ نمبر 197:) رمضان کے قضاء روزوں کو ظہر کے بعد توڑنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص رمضان کے قضاء روزے کو توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 198:) جس شخص کے ذمے رمضان کے قضاء روزے یا کفارہ کے روزے ہوں اس کے لئے مستحب روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ کسی ایسے شخص سے روزے لئے ہوں جس کے ذمے واجب استیجاری یا نذری روزے ہوں وہ ظاہراً مستحب روزے رکھ سکتا ہے یا وہ شخص ایسے روزوں کے لئے خود کو اجیر بنا سکتا ہے اگرچہ اسکے ذمے واجب روزے ہوں تب بھی وہ مستحب روزے رکھ سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 199:) قمری مہینے کے دن کبھی لمبے اور کبھی چھوٹے ہونے کی وجہ سے کبھی 29 دنوں کے تو کبھی 30 دنوں کے ہوتے ہیں۔

مہینے کی پہلی تاریخ ثابت ہونے کا طریقہ

پانچ طریقوں سے مہینے کی پہلی تاریخ ثابت ہوتی ہے:

1. انسان چاند کو خود اپنی آنکھ سے دیکھے۔
2. ایک ایسا گروہ جس کے کہنے پر یقین و اطمنان ہو جائے اگر اس گروہ کے کہنے سے انسان کو اطمنان یا یقین حاصل نہ ہو جائے تو پھر پہلی تاریخ ثابت نہیں ہو گی۔

3. تیس دن گزر جائیں۔ پہلے مہینے کے تیس دن گزر جائیں کیوں کہ قمری مہینہ تیس دن کا ہی ہوتا ہے اگر پہلے مہینے کے تیس دن گزر جائیں اور ہلال نظر نہ آئے تب بھی نئے مہینے کا آغاز ہو جاتا ہے۔

4. دو عادل مردوں کی گواہی۔ دو عادل مرد یہ کہیں کہ رات ہم نے چاند کو دیکھا ہے اور ان کے جھٹلانے پر اس کے پاس کوئی قرائن بھی موجود نہ ہوں تا کہ انسان ان کے جھوٹ یا غلط ہونے پر یقین حاصل کر سکے جیسے بہت سے لوگوں کے درمیان وہ دو عادل شخص کہیں کہ ہم نے ہلال کو دیکھا ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے بھی ہلال موجود ہونے کی صورت میں دیکھنا ممکن ہو مگر انہوں نے نہ دیکھا ہو جب کہ ان کی بینائی ان دو دو عادل مردوں کے مساوی ہو ایسی صورت میں ان دو عادل گواہوں کی گواہی میں انسان کو شک پیدا ہوتا ہے اور ان کی خطا پر انسان کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اگر ان دونوں کے درمیان چاند کی جسامت، روشنی کی مقدار، جہت و غیرہ میں اختلاف ہو، تا کہ انسان ان دونوں کی خطاء پر اطمینان حاصل کرے اور ان کے کہنے سے جو اطمینان حاصل ہوا تھا وہ سلب ہو جاتا ہے۔

5. حاکم شرع کا حکم۔ اگر حاکم شرع اعلان کرے کہ کل مہینے کی پہلی تاریخ ہے تو اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ اس کا مقلد ہی نہ ہو، ہاں اگر اعلان کرنے والا حاکم شرع کی شرائط نہ رکھتا ہو یا اسے معلوم ہو کہ اس نے غلطی کی ہے تو پھر اس حالت میں وہ مخالفت کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 200:) مہینے کی پہلی تاریخ ایک عادل مرد کی گواہی اور قسم سے، اسی طرح عورتوں کی گواہی سے، نیز علم نجوم کے ماہرین کے کہنے سے ثابت نہیں ہوتی، اسی طرح اگر دوسرے دن چاند میں روشنی کا زیادہ ہونا، اس کے گرد گول حلقے کا ہونا، اور اس کا حجم کافی بڑا ہونا، اسی طرح غروب آفتاب کے بعد ایک گھنٹے تک موجود رہنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ گذشتہ رات، چاند کی رات تھی۔ اگرچہ علامتیں بتارہی ہوں کہ چاند کو بنے چوبیس گھنٹے گزر گئے ہیں، ہاں اگر ظہر سے پہلے چاند نظر آجائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کل مہینے کی پہلی تاریخ تھی۔

(مسئلہ نمبر 201:) اگر کسی شہر میں مہینے کی پہلی تاریخ ثابت ہو جائے تو دوسرے متحد الافق شہروں میں بھی مہینے کی پہلی تاریخ ہوگی۔ بلکہ بظاہر ان شہروں میں بھی مہینے کی پہلی تاریخ ہوگی جو کہ متحد الافق نہیں ہیں۔

(مسئلہ نمبر 202:) اگر رمضان کا مہینہ شرعی اعتبار سے ثابت ہو جائے تو روزہ رکھنا واجب ہے اسی طرح اگر شوال کی پہلی تاریخ ثابت ہو جائے تو افطار کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر رمضان کی پہلی تاریخ کا ثابت نہ ہو سکے اور کل کا دن شعبان کا تیسواں ہو اور رمضان کی پہلی تاریخ کا ثابت ہونا ممکن نہ ہو تو تیسویں روز، روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، اور اس دن کا روزہ رمضان کے روزے کی نیت سے رکھنا جائز نہیں ہے، بنابر این اس دن روزہ نہ رکھنا جائز ہے البتہ اس دن شعبان کی آخری تاریخ کا مستحب روزہ، یا کسی واجب روزے کی قضا کی نیت سے روزہ رکھا جاسکتا ہے، یا اس طرح روزہ رکھے کہ اگر کل کا دن شعبان کا ہے تو شعبان کی نیت سے یا اگر رمضان ہے تو رمضان کی نیت سے روزہ رکھے تو درست ہے، اگر یوم الشک کا روزہ مذکورہ نیت سے رکھے اور بعد میں ثابت ہو جائے کہ رمضان تھا تو اس کا روزہ صحیح ہے اور جس نیت سے روزہ رکھا گیا ہے وہی نیت کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 203:) رمضان کی تیسویں رات چاند شرعی اعتبار سے ثابت نہ ہو جائے تو واجب ہے تیسویں کے دن روزہ رکھے، لیکن بعد میں پتہ چلے کہ اس دن تو عید تھی جو کہ روزہ رکھنا حرام ہے تو اس صورت میں اس شخص کے ذمے کوئی چیز نہیں ہوگی کیوں کہ شوال کے مہینے کے داخل ہونے کا اسے یقین نہیں تھا۔

زکات

زکات واجب ہونے کی عمومی شرائط:

1. انسان بالغ ہو۔ بچے پر زکات واجب نہیں ہے۔
2. انسان عاقل ہو۔ دیوانہ پر زکات واجب نہیں ہے۔
3. انسان آزاد ہو۔ غلام پر زکات واجب نہیں ہے۔
4. انسان اپنے مال میں تصرف کا قدرت رکھے۔
5. ملکیت۔ ملکیت سے مراد یہ ہے کہ جس وقت زکات انسان سے تعلق رکھے اس طرح کہ گندم، جو، کشمش اور کھجور جن میں سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے اور جبکہ اونٹ، گائے، بھیڑ بکریوں میں سال کا گزرنا شرط ہے زکات دینے والے کی ملکیت میں ہوں۔

(مسئلہ نمبر 204:) زکات نو چیزوں پر واجب ہے: 1۔ اونٹ 2 ۔ گائے 3۔ بکری 4۔ گندم 5۔ جو 6۔ کشمش 7۔ کھجور 8۔ سونا 9۔ چاندی

(مسئلہ نمبر 205:) چوپایوں میں زکات کے واجب ہونے کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

اول: ان کی تعداد نصاب کی حد تک پہنچی ہو۔

اونٹ کا نصاب

- پانچ اونٹ ہوں تو ان کی زکات ایک بھیڑ ہے۔
- دس اونٹ کے دو بھیڑیں۔
- پندرہ اونٹوں کی زکات تین بھیڑیں۔
- بیس اونٹوں کی زکات چار بھیڑیں۔
- پچیس کی زکات پانچ بھیڑیں۔
- چھبیس اونٹوں کی زکات ایسی اونٹنی ہے جو دوسرے سال میں داخل ہوئی ہو۔
- چھتیس اونٹوں کی زکات ایسی اونٹنی ہے جو کہ تیسرے سال میں داخل ہوئی ہو۔

اس کے علاوہ بھی نصاب ہیں جن کا ذکر توضیح المسائل میں کیا گیا ہے۔

بھیڑ کا نصاب

1. چالیس بھیڑوں کی زکات ایک بھیڑ ہے۔
2. ایک سو اکیس بھیڑوں کی زکات دو بھیڑیں ہیں۔
3. دو سو ایک بھیڑوں کی زکات تین بھیڑیں ہیں۔
4. تین سو ایک کی زکات چار بھیڑیں ہیں۔
5. چار سو اور اس سے زیادہ کی زکات یہ ہے کہ ہر ایک سو پر ایک بھیڑ زکات دی جائے گی۔

گائے اور بھینس کا نصاب

گائے اور بھینس کا نصاب تیس ہے اور زکات ایسا بچھڑا ہے جو کہ دوسرے سال میں داخل ہوا ہو لیکن ان کی تعداد چالیس تک پہنچ جائے تو زکات میں ایسی بچھیادی جائے گی جو کہ تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

دوئم: جانوروں کو پورا سال چراگاہوں میں آزادانہ طریقے سے چرنے دیا جائے اور اگر یہ جانور مالک کی زمین سے چارا کھائیں تو پھر ایسے جانوروں پر زکات نہیں ہے۔

سوم: یہ جانور بار کشی یا کسی اور کام میں استعمال نہ ہوتے ہوں اگر سال کے آدھے حصے میں بھی ان سے کام لیا جاتا رہا ہے تو ان پر زکات واجب نہیں ہے۔

چہارم: ان جانوروں پر ایک سال گزر جائے اور بارہویں مہینے کے داخل ہوتے ہی سال ختم ہو جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 206:) سونا و چاندنی میں زکات کی عمومی شرائط کے علاوہ مندرجہ ذیل شرائط بھی ہونی چاہیے:

اول: نصاب: سونے کا نصاب بیس دینار ہے اور اسکی زکات نصف دینار ہے اور دینار مثقال صیرفی کا 3/4 ہے اسی طرح اگر مذکورہ عدد پر چار دینار کا اضافہ ہو جائے تو اس کا چالیسواں حصہ زکات میں دیا جائے گا۔

چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے اور اس کی زکات پانچ درہم ہے اور ہر چالیس عدد پر ایک درہم زکات ہے اسی طرح دو سو درہم سے کم پر اور ایک نصاب اور دوسرے نصاب کے بیچ میں بھی زکات نہیں ہے۔

دوئم: درہم و دینار کو مسکوک ہونا چاہیے: یعنی وہ سکہ جس کے ذریعے سے معاملہ کیا جاتا ہو چاہے وہ اسلامی سکہ ہو یا کافر سکہ ہو۔

سوم: ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہو: ایک سال گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے اور چاندی پر گیارہ مہینہ گزر جائیں اور بارہویں مہینے کے داخل ہوتے ہی زکات واجب ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 207:) گندم، کشمش اور کھجور میں زکات کی عمومی شرائط کے علاوہ دو شرائط اور بھی ہیں۔

1. حد نصاب تک پہنچنا، ان کا وزن آٹھ سو سینتالیس کیلو گرام ہو۔
2. جس وقت زکات واجب ہے اس وقت وہ شخص متعلقہ مال کا مالک ہو۔

مذکورہ غلات میں زکات کی مقداریوں ہے:

1. دسواں حصہ: یہ اس صورت میں کہ زراعت اور درختوں کو جاری پانی دیا گیا ہو۔ جیسے چشمے یا ندی کا پانی دیا گیا ہو اور اس پر اخراجات کئے گئے ہوں ایسی فصل سے دسواں حصہ زکات کے طور پر نکالا جائے گا۔

2. بیسواں حصہ: یہ اس صورت میں کہ زمین اور درختوں کو موٹر، ڈول وغیرہ سے پانی دیا گیا ہو۔

3. اگر دونوں طریقوں سے پانی دیا گیا ہو تو اس صورت میں اس محصول کے ایک حصے سے دسواں اور دوسرے حصہ سے بیسواں حصہ زکات دیا جائے گا۔

زکات کا مصرف

(مسئلہ نمبر 208:) زکات کا مال آٹھ مقامات پر خرچ ہو سکتا ہے۔

1. فقیر۔

2. مسکین۔ وہ شخص جس کے پاس با عزت طریقے سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے سال بھر کے اخراجات نہ ہوں، مسکین وہ شخص ہے جو کہ فقیر سے زیادہ تنگ دست ہو۔

3. وہ شخص جو امام عصر یا نائب عام کی طرف سے اس کام پر مامور ہو کہ زکات جمع کرے، اس کی حفاظت کرے، حساب کی جانچ پڑتال کرے، اور جمع کیا ہوا مال امام یا نائب امام یا فقراء تک پہنچائے۔

4. مولفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا اعتقاد اسلام کے بنیادی عقائد کے حوالے سے کمزور ہوتا ہے ایسے لوگوں کو زکات دی جا سکتی ہے اور ایسے کافروں کو زکات دی جا سکتی ہے جس کی وجہ سے وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں اور جنگ کی صورت میں مسلمانوں کا ساتھ دیں اور مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ نہ دیں۔

5. غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا، اس میں غلاموں کی وہ قسم شامل ہے جو اپنے مالک کے ساتھ یہ قرار داد باندھتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو پیسے دیکر آزاد کرینگے مگر وہ اس طرح اپنے آپ کو آزاد کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔

6. قرض دار، ایسے قرض دار جو اپنے قرض کو ادا نہیں کر سکتے۔

7. فی سبیل اللہ۔ اچھے اور نیک کام۔ جیسے پل، مدرسہ، مسجد وغیرہ بنانا۔

8. ابن سبیل۔ وہ مسافر جو سفر میں ناچار ہو گیا ہو اور اپنے شہر تک پہنچ نہیں سکتا۔

(مسئلہ نمبر 209:) جس شخص کو زکات دی جائے اس میں ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

1. مومن ہو۔ کافر اور مخالف کو سہم فقراء میں سے دینا جائز نہیں ہے۔

2. گناہ کار نہ ہو۔ بنابر احتیاط واجب گناہ کار کو زکات دینا جائز نہیں ہے۔

3. واجب النفقہ نہ ہو۔ یعنی ان کے اخراجات جن کی کفالت اس پر واجب ہو۔ جیسے ماں باپ یہ سلسلہ جتنا اوپر چلا جائے اسی طرح اس کے بچے یہ سلسلہ جتنا نیچے چلا جائے۔ اسی طرح انسان کی عقد دائمی کی بیوی اور غلام۔

4. سید نہ ہو۔ یہ اس صورت میں کہ زکات دینے والا ہاشمی نہ ہو۔

زکات فطرہ

زکات فطرہ کی شرائط

1. بلوغ۔ بچے پر زکات فطرہ واجب نہیں ہے۔
2. بے نیاز ہو۔ فقیر پر زکات فطرہ ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر دیوانہ بے نیاز ہو، تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اس کا ولی مال سے زکات فطرہ ادا کرے، اگر مذکورہ شرائط شوال کے چاند نظر آنے سے پہلے موجود ہوں تو فطرہ ادا کرنا واجب ہے، اگر مذکورہ شرائط شوال کے چاند کو دیکھتے وقت حاصل ہوں یا شوال کے چاند کو دیکھنے کے بعد مذکورہ شرائط حاصل ہو جائیں تو زکات دینا واجب نہیں ہے اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ وہ زکات کو ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 210:) مستحب ہے کہ فقیر بھی زکات ادا کرے، اگر اسکے پاس صرف ایک صاع ہے تو پہلے اسے گھر کے کچھ افراد کی طرف سے صدقہ دے پھر اس کے بعد گھر کے تمام افراد اس صاع کو اپنے درمیان گھومائیں اور آخر میں اس صاع کو کسی فقیر کے لئے صدقہ کرکے دیدیں۔

(مسئلہ نمبر 211:) زکات فطرہ میں نیت واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 212:) جس شخص میں تمام شرائط پائی جائیں ضروری ہے کہ وہ زکات فطرہ کو اپنی طرف سے اور ان تمام افراد کی طرف سے جو اسکے نان خوار شمار ہوتے ہیں چاہے وہ اس کے لئے واجب النفقہ ہوں یہ نہ ہوں ادا کرے یہ افراد اس کے نزدیک ہوں یا نہ ہوں، یہاں تک کہ وہ مہمان جو کہ چاند دیکھنے سے پہلے اس کے گھر آئے اور رات اس کے گھر رہے اسی طرح بنابر احتیاط لازم اگر مہمان چاند دیکھنے کے بعد اس کے گھر آیا ہے تو اس کی فطرہ میزبان ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 213:) ہر شخص پر تین کیلو گرام گندم، جو، کشمش، خرما اور چاول دینا واجب ہے۔ البتہ اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ انسان ان مذکورہ چیزوں میں سے اکثر کیا استعمال کرتا ہے ان کی قیمت ادا کرنا بھی کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 214:) زکات فطرہ نکالنے کا وقت عید کے دن طلوع فجر سے لیکر نماز عید کے پڑھنے تک ہے۔ نماز عید کے اختتام تک ٹالنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ وہ شخص نماز عید کو بجانہ لائے تو زوال تک ٹالنا جائز ہے۔ زکات فطرہ کو جدا کرنے کے بعد اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 215:) فطرہ کے مستحقین ہی زکات کے مستحق ہیں۔

(مسئلہ نمبر 216:) غیر سید کا فطرہ سید کے لئے حرام ہے البتہ سید کا فطرہ سید اور غیر سید کے لئے جائز ہے۔

خمس

خدا نے خمس کو رسول اکرم اور ان کی آل کی عزت و احترام کو مد نظر رکھ کر زکات کے بدلے واجب قرار دیا ہے، اگر کوئی شخص ایک درہم یا اس سے بھی کمتر خمس ادا نہ کرے تو وہ شخص ظالم اور محمد اور آل محمد کے حقوق کا غاصب کہلائے گا۔

ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ابو بصیر کا کہنا ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے پوچھا مولا وہ کونسی چیز ہے جسکی وجہ سے انسان آسانی سے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے؟ امام نے فرمایا، جس نے یتیم کا ایک درہم بھی کھایا وہ جہنم میں داخل ہوگا اور ہم یتیم ہیں۔

(مسئلہ نمبر 217:) جن چیزوں پر خمس واجب ہے:

1. غنیمت: اگر مسلمان جن کفار کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے جنگ کرے اور جو چیزیں جنگ میں ان کے ہاتھ لگیں لینا جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ جنگ امام کی اجازت سے ہو۔
2. معدنی کانی: جیسے سونا چاندی، مشک، عقیق، فیروزہ، یا قوت، گندھک، نمک، تارکول، پیٹرول وغیرہ ان مذکورہ چیزوں میں سے اس وقت خمس دینا واجب ہے جب وہ نصاب کی

مقدار تک پہنچ جائیں اور ان چیزوں کا نصاب یہ ہے کہ ان کی قیمت بیس دینار سونے کے سکوں تک پہنچ جائے۔

3. دفنیہ (گڑا ہوا خزانہ): یہ وہ مال ہے جسے کسی نے زمین یا دیوار میں دبا دیا ہو۔ اس مال کو کوئی بھی پالے وہ مالک بن جاتا ہے اس مال سے خمس ادا کرنا واجب ہے اور اس کا نصاب سونے اور چاندی کا کم ترین نصاب شمار ہوتا ہے۔

4. موتی اور مونگے: غوطہ خوری کے ذریعے سمندروں سے حاصل کئے جانے والے موتی اور مونگوں پر بنابر اظہر خمس واجب ہے چاہے اس کی قیمت ایک دینار تک بھی نہ پہنچے۔

5. وہ زمین جو کافر زمی کسی مسلمان سے خریدے اس پر خمس واجب ہے۔

6. حلال مال جو حرام مال میں مخلوط ہو جائے، اگر کوئی حلال مال کسی حرام مال کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو جائے کہ اس کا جدا کرنا مشکل ہو جائے اور حرام مال کا مالک بھی معلوم نہ ہو تو اس صورت میں اس کا خمس دینا واجب ہے۔

7. کار و بار کے منافع: وہ فائدہ جو صنعت، زراعت، کرایہ وغیرہ سے ہاتھ آئے اور مخارج سال سے بچ جائے اس پر خمس واجب ہے اور اقوی یہ ہے کہ ہر اس چیز پر بھی خمس ہے جو کہ آئندہ اس کی ملکیت میں آنے کی امید ہے، جیسے ھبہ، ہدیہ، انعام، نذر، وصیت کے ذریعے ملنے والا مال یا وہ ارث ہے جس کے بارے میں اسے کوئی گمان نہیں تھا اسی طرح حق مہر اگر عورت کے شان و شوکت کے مطابق ہو تو ظاہراً اس پر خمس واجب نہیں ہے لیکن اس کی شان سے زیادہ ہو تو اضافی جہیز پر خمس دینا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 218:) اگر کوئی شخص کسی ایسے مال کا مالک بن جائے جس کا خمس ادا کیا جا چکا ہے اور بعد میں اس مال میں کوئی زیادہ منفصل وجود میں آئے جیسے ایک بھیڑ جس کا خمس ادا کیا گیا ہے کوئی بچہ دے یا ایسا باغ جس کا خمس دیا گیا ہے پھل دے تو ظاہرا اس فائدہ پر یعنی بچہ، دودھ، اون اور پھل پر سے خمس ادا کرنا واجب ہے یہ فائدہ فائدہ منفصل کہلاتا ہے اسی طرح فائدہ متصل میں بھی خمس دینا واجب ہے، جیسے کوئی بھیڑ فربہ ہو جائے اور درخت بڑا اور تناور ہو جائے تو اس پر بھی خمس واجب ہے، ہاں اگر کوئی متصل یا منفصل فائدہ وجود میں آئے بغیر صرف بھیڑ کی بازار میں قیمت بڑ گئی ہو جبکہ اس بھیڑ کو تجارت کی نیت سے خریدی گئی ہو تو اس صورت میں اس بھیڑ کی اضافی قیمت پر خمس ادا کرنا واجب ہے، اگر وہ مال خریدا نہیں گیا ہے جیسے باغ بلکہ ارث میں باپ کے مرنے کی وجہ سے اسے ملا ہے اور اس باغ کی قیمت سو دینار تھی مگر بعد میں اس کی قیمت بڑ کر دو سو دینار ہو جائے اور اس باغ کو دو سو دینار پر فروخت کیا جائے تو اس صورت میں ایک سو دینار پر خمس واجب نہیں ہے، ہاں اگر اس شخص نے اس مال کو تجارت کی نیت سے نہ خریدا ہو بلکہ اسے رکھنے کی غرض سے خریدا ہو جیسے کوئی شخص زمین آنے والے وقت میں فائدہ حاصل کرنے کی نیت سے خریدے اور اس کا خمس ادا کیا گیا ہو اور ایک مدت کے بعد اس زمین کی قیمت اوپر چلی جائے تو بعید نہیں ہے کہ مذکورہ صورت میں اضافی قیمت پر خمس واجب نہ ہو۔ اس مسئلے کو واضح کرنے کے لئے چند صورتیں ہم یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں:۔

پہلی صورت: ایک شخص تجارت اور فائدہ کمانے کا ارادہ کرتا ہے اور اس حوالے سے وہ چیزوں کو درآمد و برآمد کرنے لگتا ہے، کوئی فیکٹری وغیرہ لگاتا ہے اس صورت میں بھی اس کے لئے کچھ حالات اور جہات ہو سکتے ہیں:

(الف) تجارت کرنے والے کا مال ایسا مال ہے جس پر ایک سال ابھی تک نہیں گزرا تو اس صورت میں سال کے آخر میں اصل مال اور فائدہ دونوں سے خمس نکالے اور اس دن کی قیمت کا حساب لگائے۔

(ب) ایسے مال سے تجارت کر رہا ہے جس پر مکمل ایک سال گزر چکا ہے اور اس کا خمس ادا نہیں کیا ہے تو واجب ہے پورے مال کا خمس فوراً ادا کرے اور منفعت و اضافی رقم کا خمس سال کے آخر میں ادا کرے۔

(ج) ایسے پیسے سے تجارت کر رہا ہے جس کا خمس ادا کیا گیا ہے تو اس صورت میں واجب ہے کہ منفعت اور اضافی رقم اور اسی طرح ان چیزوں کا نعم البدل جو کہ ابھی اسکے اختیار میں ہیں اصل سرمایہ کے علاوہ کا خمس سال کے آخر میں ادا کرے۔

(د) اگر اصل سرمایہ خمس ادا کیا گیا اور خمس ادا نہ کیا گیا پیسوں سے مرکب ہو تو اس صورت میں جن پیسوں کا خمس ادا نہیں کیا گیا ہے اس کا خمس ادا کرنا واجب ہے، لیکن وہ منفعت جن میں سے ایک قیمت کی افزائش ہے اس کا خمس سال کے آخر میں ادا کیا جائے گا۔

دوسری صورت: اگر کوئی شخص کسی چیز کو تجارت کی نیت سے نہ خریدے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ابھی یا آئندہ اس چیز سے وہ فائدہ اٹھائے گا جیسے کوئی گھر، یا زمین خریدے اور اس زمین میں گھر، دکانیں وغیرہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہو، اس مسئلے کی بھی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:

(الف) وہ زمین ایسی رقم سے خریدی ہے جس پر سال نہیں گزرا ہے تو اس صورت میں وہ ملک اس کے سال بھر کے منافع میں شمار ہوگی اور اس کا خمس سال کے آخر میں اس دن کی قیمت کے حساب سے ادا کرے گا۔

(ب) زمین ایسی رقم سے خریدی ہے جس پر سال گزر چکا ہے تو ایسی صورت میں اس رقم سے خمس ادا کرنا واجب ہے اگر اس دوران خریدی ہوئی چیز کی قیمت اوپر چلی جائے تو احتیاط مستحب یہ ہے کہ اضافی رقم سے خمس ادا کیا جائے۔

(ج) زمین ایسی رقم سے خریدی گئی ہے جس کا خمس ادا کیا گیا ہے تو اس صورت میں اس پر کوئی چیز باقی نہیں رہتی، ہاں اگر اس چیز کی بازار میں قیمت بڑ گئی ہے تو احتیاط مستحب یہ ہے کہ اضافی رقم کا خمس ادا کیا جائے۔

تیسری صورت: ایک شخص خرید و فروخت کے ذریعے نہیں بلکہ ارث کے ذریعے کسی مال کا مالک بنا ہے تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں:

(الف) ایسے مال پر خمس نہیں ہے اگر اس مال کی قیمت افزائش پیدا کرے تو تب بھی اس افزائش قیمت پر خمس واجب نہیں ہے۔

(ب) اگر اس مال کو افزائش قیمت ہی پر بیچ دے تو تب بھی اس پر عرف کی نظر میں منفعت کا اطلاق نہیں ہوتا بنا بر این اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 219:) منافع اور نمائے متصل و منفصل کا خمس جیسے بھیڑوں کا فربہ ہونا، بھیڑوں کا اُون، دودھ اور بچے کا خمس دینا ضروری ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ پورے سال کے اخراجات کو نکالنے کے بعد خمس ادا کیا جائے اگر ان میں سے کچھ کو بیچ دیا جائے اور اس رقم کا ایک حصہ بچ جائے تو آخر سال میں اس سے بھی خمس ادا کیا جائے۔

یہ حکم بھیڑوں کے ساتھ دوسرے جانوروں میں بھی جاری ہے یعنی اس جانور کے بچے کا خمس بھی ادا کیا جائے گا البتہ اس میں یہ ضروری ہے کہ جانور کا بچہ یا اسکی قیمت سال کے آخر تک برقرار رہے البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ خود بھیڑ کا خمس ادا کیا گیا ہو اگر بھیڑ کا خمس ادا نہیں کیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کا خمس ادا کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 220:) اگر کسی چیز کو کار و بار کی نیت سے انسان خریدے اور سال کے دوران اس کی قیمت بڑھ جائے مگر انسان اس چیز کو غفلت کی وجہ سے یا مزید قیمت بڑھ جانے کی امید سے اسے فروخت نہ کرے اور دوسرے سال کے آغاز میں اس کی قیمت کم ہو کر قیمت خرید کے برابر ہو جائے، تو اس صورت میں سال کے دوران اس چیز کی جو قیمت بڑھ گئی تھی اس کا خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے ہاں اگر وہ قیمت سال کے اختتام تک برقرار رہے اور کسی عذر کے بغیر مالک اسے نہ بیچے اور اس کا خمس نہ نکالے اور بعد میں اس کی قیمت گھٹ جائے تو بنابر قول اظہر وہ شخص اس چیز کی قیمت کے کم ہو جانے کا ضامن ہوگا اور ضروری ہے کہ اس کا خمس ادا کیا جائے کیوں کہ اس نے خمس کے ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔

(مسئلہ نمبر 221:) وہ طریقہ جس کی وجہ سے خمس کا حساب وکتاب آسان ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان سال کے آغاز میں اپنے لئے کوئی دن مقرر کرے جیسے محرم الحرام کے مہینے کو مقرر کرے اور سال کے آخر میں اپنے منافع کے حوالے سے حساب وکتاب کرے سال بھر کے اخراجات پر خمس نہیں ہے، بچ جانے والے منافع پر خمس ہے۔

انسان کے اخراجات کی قسمیں:۔

1. وہ اخراجات جو منفعت اور فوائد کو حاصل کرنے کے لئے کارفرما ہوتے ہیں۔
2. سال بھر کے اخراجات۔

پہلی قسم کے اخراجات سے مطلب وہ تمام اخراجات ہیں جو کہ انسان فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کرتا ہے، جیسے مال کے درآمد وبرآمد کے اخراجات، ٹرانسپورٹ کے اخراجات، منشی کی تنخواہ، چوکیدار کی تنخواہ، دکان کا کرایہ، مزدوری، گورنمنٹ ٹیکس وغیرہ کو نکالنے کے بعد جو بچ جائے اس سے خمس ادا کیا جائے، اگر مشین یا کارخانہ میں خرابی کی وجہ سے اس کا مال کم ہو جائے یا زراعت کے اوزار میں کسی خرابی کی وجہ سے اسے نقصان پہنچے، سلائی کی مشین خراب ہو جائے تو اس راہ میں جو کچھ خرچ ہوا ہے اس کو سال کے اخراجات میں شمار کیا جائے گا، جیسے سلائی کی مشین بیس ہزار میں خریدی گئی ہے اور اس سے سال بھر میں چار ہزار روپے کمالئے گئے ہوں اور استعمال کرنے کی وجہ سے مشین کی قیمت سال کے آخر میں اٹھارہ ہزار ہو جائے تو اس صورت میں سال بھر کے

منافع جو کہ چار ہزار تھے ان میں سے صرف دو ہزار کا خمس ادا کیا جائے گا اور باقی دو ہزار سے مشین کی اصل قیمت کے نقصان کا ازالہ کیا جائے گا۔

سال بھر کے اخراجات سے مراد وہ اخراجات ہیں جو کہ انسان اپنی اور اپنے بال بچوں کی حیثیت کے مطابق خرچ کرتا ہے اس میں صدقات، تحفے تحائف، مہمانوں کا کھانا پینا، اور وہ تمام امور جنکی انہیں ضرورت ہے جیسے شادی بیاہ، بچوں کی کتابیں، سنت (ختنہ) کے اخراجات یہ سب اخراجات میں شامل ہیں۔

(مسئلہ نمبر 222:) انسان اپنے منافع میں سے ہر منفعت کے لئے الگ سے مہینہ مقرر کر سکتا ہے مثلا تجارت سے حاصل ہونے والے منافع کے لئے کسی مہینے کو سال کا آغاز قرار دے اسی طرح کھیتی باڑی اور دوسرے منافع کے لئے الگ الگ سے سال کے آغاز کی تاریخوں کو مقرر کر سکتا ہے اور اسی حساب سے خمس ادا کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 223:) سال کے آغاز کی تاریخوں کو تبدیل کرنا جائز ہے، انسان جب بھی سال کی ابتداء کی تاریخ کو تبدیل کرنا چاہے اسے چاہے کہ سال کی ابتداء کی تاریخ سے لیکر تبدیلی کی تاریخ تک کے منافع کا خمس ادا کرے اور اسکے بعد سال نو کا آغاز کرے۔

(مسئلہ نمبر 224:) سال کی ابتداء کسی بھی ہجری، میلادی مہینے کو قرار دینا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 225:) ہر چیز سے ایک ہی مرتبہ خمس نکالا جائے گا اس کے بعد اس پر خمس واجب نہیں ہے جو شخص سال کے آخر تک اپنے منافع کے بارے نہ جانتا ہو جیسے ملازم، مستری اور مزدور جو کہ اپنے مہینہ بھر کی تنخواہ یا ہفتہ وار ملنے والی مزدوری جو کہ اپنے بال بچوں پر سال کے

اختتام سے پہلے خرچ کرتا ہے ایسے شخص کے لئے سال کی ابتداء کو معین کرنا ضروری نہیں ہے اور اس پر خمس بھی واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 226:) اگر ایک شخص ہبہ، کار و بار یا مزدوری کے ذریعے کوئی سرمایہ حاصل کرے اور سال پورا ہونے سے پہلے تجارت، صنعت یا حرفت میں اپنے لئے سرمایہ قرار دے اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرکے اپنی زندگی کی گاڑی چلائے اور اس شخص کی سماجی زندگی بھی اس بات کی متقاضی ہو کہ وہ شخص اس طرح کا سرمایہ اپنے پاس رکھے تاکہ اس کے ذریعے وہ تجارت کرے اور اس کے منافع سے زندگی کے امور چلائے تو ایسا سرمایہ اس کے سال کے اخراجات میں شمار ہوگا اور اس پر خمس نہیں ہے لیکن اگر اس شخص کی سماجی زندگی مضاربہ، تعمیراتی کام یا کسی صنعتی فیکٹری وغیرہ میں کام کرنے سے متاثر نہ ہوتی ہو تو پھر اس صورت میں وہ سرمایہ اس کے سال کے اخراجات میں شمار نہیں ہوگا اور اس کا خمس ادا کیا جائے گا اس مسئلے کو مزید واضح کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دو مثالیں دیتے ہیں:۔

پہلی مثال:۔ ایک ڈاکٹر اپنے سال بھر کے منافع سے کوئی مال تحفہ یا انعام وغیرہ جیسی چیز حاصل کرتا ہے اور اس مال کو طبابت میں استعمال ہونے والی چیزوں جیسے کلینک کا کرایہ، دفتر کے وسائل وغیرہ پر خرچ کرتا ہے اس راہ سے حاصل ہونے والے منافع کو وہ اپنی حیثیت اور شان کے مطابق امور میں خرچ کرتا ہے اور وہ مزدور اور مستری کی طرح کسی فیکٹری وغیرہ میں کام نہیں کرسکتا کیونکہ اس طرح کا کام اس کی سماجی شخصیت کے منافی ہے لہٰذا مذکورہ وسائل کا سال کے آخر میں خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے کیوں کہ مذکورہ وسائل ڈاکٹر کے سالانہ اخراجات میں شمار میں ہوتے ہیں اور ان پر خمس نہیں ہے۔

دوسری مثال:۔ درزی درزی گری کے حوالے سے متعدد وسائل جیسے مشین و غیرہ کا محتاج ہوتا ہے اگر اس کے پاس پہلے سے سال بھر کے منافع میں سے کوئی سرمایہ پڑا ہوا ہے تا کہ اس کے ذریعے وہ اپنے لئے درزی گری کے وسائل فراہم کرسکے اور اس راہ سے حاصل ہونے والے منافع سے وہ اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرسکے لہٰذا ایسے وسائل پر سال مکمل ہونے کے بعد خمس نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 227:) ایک انسان کسی ایسے شخص سے قرض لے جو خمس ادا کرنے کا پابند نہ ہو تو قرض لینے والے پر خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

سوال: کیا ایسی رقم پر خمس واجب ہے جو قرض دار اپنے قرض چکانے کے لئے مخصوص کرتا ہے؟

جواب: قرض کی دو قسمیں ہیں:۔

1. وہ قرض جس کا کوئی نعم البدل نہ ہو، جیسے وہ مبلغ جو مزدور کی مزدوری، گھر کا کرایہ، دیت و غیرہ ادا کرنے کے ارادے سے قرض لیا گیا ہو، اس پر خمس نہیں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ قرض کو قرض والے سال کے منافع سے ادا کیا جائے، لیکن قرض کو دوسرے سال کے منافع سے ادا کیا جائے تو اس پر خمس ہے، ہاں اگر قرض وہ ہے جو کہ مخارج کی منفعت واضح ہونے کے بعد قرض لیا گیا ہے اور وہ رقم جو کہ قرض چکانے کے لئے مخصوص کی گئی ہے بنابر احتیاط واجب سال کے آخر میں مذکورہ رقم سے خمس نکالا جائے۔

2. وہ قرض جس کا بدل موجود ہو، جیسے وہ رقم جس کے ذریعے سرمایہ حاصل کرنے، سامان خریدنے، یا مال کی افزائش کے لئے سامان خریدنے کے لئے قرض لیا گیا ہو جس کا خارج میں

بدل جیسے زمین، گھر وغیرہ موجود ہیں۔ اس طرح کے ادھار کا تعلق منافع کے واضح ہونے کے ہم زمان یا اس کے بعد ہو اور ادھار انہیں منافع سے ادا کیا جائے تو خمس اس طرح کے ادھار کے نعم البدل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے پس ان اعیان خارجی کا خمس دینا واجب ہے جو کہ ادھار کے ذریعے خریدی گئیں ہیں، ہاں اگر ادھار کا تعلق منافع کے واضح ہونے سے پہلے کا ہوں تو آئندہ حاصل ہونے والے منافع سے قرض ادا کرنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کا خمس ادا کیا جائے بنابر این واجب ہے کہ پہلے منافع کا خمس ادا کیا جائے اور اس کے بعد قرض اتارا جائے۔

(مسئلہ نمبر 228:) وہ عورت جو کام کرتی ہے مگر اس کا نفقہ شوہر دیتا ہے اور اس کو ملنے والی تنخواہ اس کے اخراجات سے زیادہ ہو، یا کہ وہ عورت کام نہیں کرتی ہے مگر اس کے شوہر کی طرف سے یا کسی اور ذریعے سے منافع اسے حاصل ہو جائیں تو اس عورت کے لئے ضروری ہے کہ مردوں کی طرح سال کے آخر میں اضافہ مال سے خمس ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 229:) ہر بالغ شخص کو چاہیے کہ وہ سال کے آخر میں اپنے منافع اور جو چیزیں اس نے حاصل کی ہیں حساب وکتاب کرے کم ہو یا زیادہ کمانے والا کار و باری ہو یا کار و باری نہ ہو واجب ہے کہ وہ خمس ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 230:) ہر بالغ شخص کے اموال پر بالغ ہونے کے بعد خمس واجب نہیں ہے، ہاں صرف اس مال پر خمس واجب ہے جو کسی حرام مال کے ساتھ مخلوط ہوا ہو، اس صورت میں غیر بالغ شخص کے ولی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خمس ادا کرے، اگر ولی خمس نہ نکالے تو بالغ ہونے کے بعد اس شخص پر خمس نکالنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 231:) دیوانہ شخص کے مال پر خمس کا واجب ہونا بعید نہیں ہے، بنابر این اگر دیوانہ شخص کا ولی موجود ہے تو ولی کو چاہیے وہ دیوانہ کے مال کا خمس ادا کرے ورنہ حاکم شرع اس کے مال سے خمس ادا کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 232:) اگر کوئی شخص اپنے دوسرے سال کے منافع کا خمس پہلے سال کے آغاز میں دینا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان دو صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر عمل کرے:۔

اپنے منافع کے ایک بٹا چار (1/4) کو خمس کے بدلے دے دے وہ اس طرح کہ ہر سو دینار میں سے پچیس دینار اور ہر ہزار دینار میں سے دو سو پچاس دینار خمس کے بدلے دیدے اور اسی طرح اسے جاری رکھے، یا پہلے اپنے دوسرے سال کے منافع کا خمس ادا کرے اور س کے بعد پہلے سال کے منافع کا خمس ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 233:) اگر وارث کو ایسا مال ملے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اس کے مورث نے اس مال سے خمس ادا نہیں کیا تھا اس فرض میں وہ ترکہ جو کہ فی الحال موجود ہے اور خمس اس ترکے سے متعلق ہے وارث پر واجب نہیں ہے کہ اس کا خمس ادا کرے البتہ اس سے خمس نکالنا مستحب ہے، اگر ترکہ میں ایسا مال ملا ہے جس پر خمس واجب ہو چکا تھا اور میت نے اسے استعمال بھی کیا ہے اور میت کے زمے خمس واجب ہو چکا تھا تو اس مال سے خمس ادا کرنا وارث پر واجب ہے۔ جس طرح میت کے دیگر قرضوں کی طرح اصل ترکے سے ادا کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 234:) ایسے شخص کے ساتھ کسی معاملے میں جو خمس نہ دیتاہو اور اس کا اعتقاد یہ ہو کہ خمس دینا واجب نہیں ہے یا ایسا شخص جو کہ مخالف یا کافر یا معصیت کار ہو یا وہ شخص دین کے معاملات میں ہٹ دھرمی برتتاہو شریک ہونے میں کوئی ممانعت نہیں ہے صرف اپنے حصے سے خمس ادا کرنا کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 235:) اگر کسی مومن شخص سے کوئی تحفہ ملے اور اس کا خمس ادا نہ کیا گیاہو اس کے استعمال سے پہلے خمس ادا کرنا ضروری نہیں ہے، اگر اس چیز پر ایک سال گزر جائے اور اسے اپنے سال کے اخراجات میں شامل کرکے استعمال بھی نہ کرے تو اس کا خمس ادا کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 236:) ایسے شخص کے گھر میں نماز پڑھنا، کھانا کھانا جو کہ خمس ادا نہیں کرتا کوئی ممانعت نہیں ہے بنابر این کسی مومن کو ایک ایسے شخص سے مال مل جائے وہ مال تجارت کی وجہ سے مل جائے یا مفت میں مل جائے تو وہ مومن شخص اس مال کا مالک بن جاتا ہے اور خمس ادا کئے بغیر اس مال میں تصرف کر سکتاہے کیوں کہ ائمہ اطہار علیہم السلام نے اس طرح کے اموال میں تصرف کو جائز قرار دیا ہے۔ البتہ یہ جواز ان اموال میں ہے جو بغیر تملیک کے مومن کے لئے مباح ہوں، لہٰذا ان تمام موارد میں مومن کے لئے ان اموال میں تصرف کرنا جائز ہے اور گناہ ان لوگوں کے لئے ہے جو خمس ادا نہیں کرتے اور اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 237:) اگر سر قفلی مالک کو یا اس کے علاوہ کسی اور کو دیدے اس صورت میں ایک حق ایجاد ہوتا ہے اور اس حق کے نتیجے میں وہ اس چیز کو کسی اور کے حوالے کر سکتاہے اس بناپر ضروری ہے کہ سال کے آخر میں سر قفلی کی قیمت گزاری کرکے اس کا خمس ادا کیا جائے لیکن اگر سر قفلی کسی طرح کا کوئی حق ایجاد نہ کرے جس کی بنیاد پر وہ کسی اور شخص سے سر قفلی لے سکے،

جس طرح مالک یا مالک کے علاوہ کوئی اور شخص یہ شرط کرے کہ گھر میں رہائش کے بدلے سر قفلی ادا کرے اور مذکورہ گھر کسی اور کے حوالے نہ کرنے پر پابند کرے تو اس صورت میں اس سر قفلی پر خمس واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 238:) کوئی شخص غفلت، سہل انگاری اور جان بوجھ کر شرعی احکام کو بھلا دے اور کافی عرصہ خمس ادا نہ کرے اور ایک مرتبہ ان شرعی احکام کی طرف متوجہ ہو جائے اور خمس ادا کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے وہ اپنے مال کو دو حصوں میں تقسیم کرے۔

1. **سال بھر کے اخراجات کا حصہ** - وہ اموال جو کہ ابھی اس کے پاس سال کے اخراجات کے طور پر ہیں یا تھے، جیسے گھر، لباس، گھوڑا، کھانا پینا وغیرہ اگر وہ شخص جانتا ہے کہ مذکورہ چیزیں ایسے منافع سے خریدی گئیں ہیں جن پر ایک سال پورا نہیں گزرا ہے تو ان چیزوں پر خمس نہیں ہے، اگر مذکورہ چیزیں ایسے منافع سے خریدی گئی ہیں جن پر ایک سال گزر گیا ہے تو ضروری ہے کہ ان چیزوں کا خمس اس دن کی قیمت کے حساب سے ادا کیا جائے، اگر مذکورہ چیزوں کے حوالے سے اسے کچھ معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بنابر اظہر ان پر خمس نہیں ہے اگرچہ بہتر ہے خمس کے آدھے حصے پر حاکم شرع کے ساتھ مصالحت کرے۔

2. **سال کے اخراجات کا اضافے حصہ** - وہ اموال جو کہ اس کے سال کے اخراجات سے زیادہ ہوں جیسے نقد پیسے، زمین، گھر وغیرہ اس طرح کے اموال میں موجودہ قیمت کے حساب سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 239:) غیبت امام کے زمانے میں خمس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ امام

زمانہ عجل اللہ فرجہ کا ہوتا ہے اور دوسرا حصہ سادات ہاشمی کا ہوتا ہے جو کہ یتیم، مسکین اور راستے میں رہ جانے والوں کے لئے ہوتا ہے ان عام اصناف میں ایمان شرط ہے جس طرح یتیم میں فقیر ہونا معتبر ہے، وہ سید جو کہ سفر میں کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنا شہر نہیں پہنچ سکتا سفر ہی میں فقیر ہونا کافی ہے اگرچہ وہ اپنے شہر میں محتاج نہیں ہے اگر سفر میں اس کے لئے قرض لینا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں وہ فقیر ہے۔

(مسئلہ نمبر 240:) امام زمانہ کے غیبت کے زمانے میں مال امام کو ان کے نائب یعنی جامع الشرائط مجتہد اور انکے اعتماد والے شخص کو جو کہ اس مال کے مصرف کے موارد کو جانتا ہو حوالے کیا جائے گا یا اس سے اجازت لی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 241:) یہ بعید نہیں کہ سہم امام کی طرح سہم سادات کا اختیار بھی حاکم شرع اور جامع الشرائط مجتہد کے پاس ہو یا لا اقل یہ بات احوط کے قریب ہے کہ مکلّف حاکم شرع کی اجازت کے بغیر سہم سادات کو مستحق کے حوالے کرنے سے اجتناب کرے۔

(مسئلہ نمبر 242:) سہم امام کو جامع الشرائط مجتہد کے حوالے کرنے کی دلیل یہ ہے کہ سہم، امام علیہ السلام کے دینی زعامت کے منصب کا مال ہے اسی طرح رسول اکرم کے دور میں اور ائمہ اطہار کے دور میں یہ منصب ان ہستیوں کے پاس ہوتا تھا اور آج غیبت کبری کے دور میں یہ منصب جامع الشرائط فقیہ و مجتہد کے پاس ہے اور مذکورہ دور میں یہ منصب ہر اعلم شخص کے پاس ہوتا ہے اور ہر زمانے میں جو شخص اس منصب کا حامل ہوتا ہے سہم امام کا اختیار بھی اسی کے پاس ہوتا ہے اور جامع الشرائط فقیہ اس مال کے ذریعے دین کے ارکان کو مضبوط کرتا ہے اور اسلامی شعائر کی حفاظت اور دین اسلام کی مضبوطی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

امر بالمعروف و نہی از منکر

اہم ترین اسلامی واجبات میں سے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ پیامبر اکرم سے نقل ہوا ہے آپ نے فرمایا میری امت اس وقت تک خیر کے راستے پر گامزن رہے گی جب تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دیتی رہے گی اور نیکی کی ترغیب دیتی رہے گی اگر اس نے ایسا نہ کیا تو برکتیں اس سے چھین لی جائنگی اور ان میں سے بعض بعض پر مسلط کئے جائنگے اور ان کے لئے نہ زمین پر اور نہ ہی آسمان پر کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 243:) واجبات اور محرمات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب کفائی ہے یعنی اگر کوئی ایک شخص اس امر کو انجام دے تو یہ واجب دوسروں سے ساقط ہو جائیگا۔ اگر کوئی ایک شخص بھی اس فریضہ کو انجام نہ دے تو سارے مکلفین عقاب کے مستحق کہلائنگے اور گناہ کار ہوں گے۔

(مسئلہ نمبر 244:) اگر معروف مستحب ہے تو اس پر امر کرنا بھی مستحب ہے اور امر کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر اس معروف پر امر نہ کیا جائے تو عذاب و عقاب کا مستحق نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 245:) امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں چند چیزیں شرط ہیں:۔

1. معروف اور منکر کی معرفت رکھتا ہو۔ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے وہ ایسا شخص ہو جو شرعی اعتبار سے معروف و منکر کو جانتا ہو۔
2. امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تاثیر کا احتمال پایا جائے۔ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے موثر ہونے کا احتمال نہ ہو تو اس صورت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے۔
3. گناہ پر اصرار۔ اگر انسان گناہ پر اصرار کرے ہاں اگر کسی علامت و نشان سے یہ بات سمجھ میں آجائے کہ مذکورہ شخص نے گناہ کو اب ترک کر دیا ہے اور اب وہ اس گناہ کو انجام نہیں دے رہا تو اس صورت میں امر بالمعروف و نہی المنکر کا فریضہ اس شخص کے متعلق ساقط ہے۔
4. عذر کا نہ ہونا۔ معروف کو ترک کیا جائے اور منکر کو بجالایا جائے اگر وہ شخص منکر کو انجام دے رہا ہے اور معروف کو ترک کر رہا ہے اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور وہ شخص مباح ہونے کے اعتقاد سے منکر کو انجام اور معروف کو ترک کر رہا ہے تو اس شخص کے متعلق بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط ہے۔
5. امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے یا دیگر مسلمانوں کے لئے جانی و مالی نقصان کا سبب نہ بنتا ہو اسی طرح آبرو ریزی کا موجب نہ بنتا ہو۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مشہور مراتب

(مسئلہ نمبر 246:) مشہور یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مراتب ہیں:۔

اول۔ دل سے انکار۔ گناہ گار انسان سے بات نہ کرے، منہ موڑنے کے ذریعے اظہار نفرت کرے۔

دوئم۔ زبان سے انکار۔ گناہ گار شخص کو وعظ و نصیحت کی جائی۔

سوم۔ ہاتھ سے منع کرنا۔ اس قدر زور سے ہاتھ سے مارا جائے کہ وہ گناہ ترک کرنے پر مجبور ہو جائے یہ تیسرا مرحلہ اس وقت بروی کار لانا چاہیے جب پہلے والے مرحلے کار گر نہ ہوں۔

احکام نکاح

نکاح مستحبات موکدہ میں سے ایک ہے، ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اسلام میں خدا کی نظر میں کوئی کام اتنا محبوب نہیں ہے جتنا محبوب شادی کرنا ہے اسی طرح آپ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے جس میں آپ فرماتے ہیں جو شخص میری سنت یعنی شادی سے رو گردانی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا جس نے شادی کی اس نے اپنے آدھے دین کو بچالیا اور دوسرے آدھے کے لئے تقوی اختیار کرے۔

(مسئلہ نمبر 247:) انسان جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس لڑکی کی صفات و خصوصیات کے بارے میں تحقیق کرے کیوں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اپنے نطفے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرو کیوں کہ ماموں کا اخلاق بھانجے پر اثر انداز ہوتا ہے اس طرح جیسے دو دوست جو کہ ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کی بیوی کی مثال گلے میں ڈالے جانے والے ہار یا رسّی کی مانند ہوتی ہے اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے لئے گلے کا ہار تلاش کرے نہ کہ رسی کا پھندا۔

اسی طرح لڑکی کے سرپرستوں کو بھی چاہیے کہ وہ لڑکے کے اخلاق و صفات کے بارے میں تحقیق کریں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نکاح کا مطلب اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو بیاہے تو اس کا مطلب ہے اس نے اپنی بیٹی کو فرمانبردار بنایا ہے باپ کو سوچنا چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو کس طرح کے شخص کی فرمانبردار بنا رہا ہے۔

(مسئلہ نمبر 248:) جو شخص شادی کرنا چاہتا ہے لڑکی کو دیکھنے سے پہلے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت نماز بجالائے اور اللہ تعالی کا شکر بجالائے اور یہ دعا پڑھے:۔ **اللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَتَزَوَّجَ اللّٰهُمَّ فَقَدِّرْ لِي مِنَ النِّسَاءِ أَحْسَنَهُنَّ خُلُقاً وَ خَلْقاً وَ أَعَفَّهُنَّ فَرْجاً وَ أَحْفَظَهُنَّ لِي فِي نَفْسِهَا وَ مَالِي وَ أَوْسَعَهُنَّ رِزْقاً وَ أَعْظَمَهُنَّ بَرَكَةً وَ اقْضِ لِي مِنْهَا وَلَداً طَيِّباً تَجْعَلُهُ لِي خَلَفاً صَالِحاً فِي حَيَاتِي وَ بَعْدَ مَوْتِي.**

(مسئلہ نمبر 249:) نکاح کے رسومات علی الاعلان بجالانا مستحب ہے اور گواہوں کی موجودگی میں نکاح پڑھا جانا چاہیے اسی طرح شادی بیاہ کی رسومات کو رات انجام دینا مستحب ہے۔

(مسئلہ نمبر 250:) شادی میں کھانے پینے کی دعوت کرنا اور اس دعوت میں امیر و غریب کو مدعو کرنا اور اس دعوت کو قبول کرنا مستحب ہے۔ شادی کی دعوت میں صرف امیروں کو مدعو کرنا مناسب نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں صرف امیر مدعو ہوں اور غریب کو نظر انداز کیا گیا ہو۔

(مسئلہ نمبر 251:) جس دن قمر برج عقرب میں ہو نکاح پڑھنا مکروہ ہے۔

عقد نکاح

عقد نکاح میں عورت کی طرف سے ایجاب اور مرد کی طرف سے قبول کافی ہے۔ عورت مرد سے کہے **زوجتُک نفسی بمہر قدرہ الف دینار** اور مرد کہے قَبلتُ اور اگر عورت کسی کو اپنی طرف سے وکیل بنائے تو عورت کا وکیل کہے **زوجتک موکلتی بمہر قدرہ الف دینار** اور مرد کہے **قبلتُ** تو کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 252:) انزال کے وقت عورت کا مرد سے الگ ہونا اور منی کو اندر ڈالنے سے منع کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ جنسی تشنگی کو دور کرنا مرد کا حق ہے وہ جس طرح چاہے اپنی خواہش جنسی کو پورے کرنے کا مکمل حق رکھتا ہے۔ اس حوالے سے عورت کی طرف سے کوئی ممانعت و رکاوٹ جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر منی کے اندر ڈالنے سے عورت کے لئے کسی مشقت اور حرج کا باعث بنے تو اس صورت میں عزل جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 253:) اگر قاضی نکاح کے صیغے کو اس طرح جاری کرے جس طرح اوپر بیان کیا گیا ہے تو عقد صحیح ہے، لیکن عقد کے صیغے کو جاری نہ کرے اور صرف مرد و عورت کو شادی پر راضی کرے اور کاغذی کاروائی مکمل کرے اور دیگر رسومات کو بجالایا جائے تو یہ کام باطل ہے اور زوجیت کے احکام اس پر لاگو نہیں ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 254:) عورت کی مرضی کی خلاف مرد عورت کو حاملہ ہونے سے روکنے والے وسائل سے استفادہ کر سکتا ہے یعنی ایسی دوائیاں استعمال کر سکتا ہے جو منی کے اثر کو زائل کرتی ہیں اور منعقد ہونے میں رکاوٹ بنتی ہیں، ماہرین طب کے مطابق عورت جب تک اس طرح کی گولیاں

استعمال کرتی رہتی ہے نطفہ منعقد نہیں ہوتا اور وقتی طور پر وہ عورت ان دواوں کے استعمال سے بانجھ ہو جاتی ہے اور ایسا علاج جسکے ذریعے عورت کے رحم کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے احتیاط واجب ہے کہ اس طرح کے علاج سے پرہیز کیا جائے جب تک اس کی ضرورت محسوس نہ کی جائے، ایسے علاج و معالجے کے طریقے اس وقت جائز ہے جب وہ عورت کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت نہ ہوں۔ ہاں اگر یہ چیزیں عورت کے لئے نقصان دہ ہوں تو اس صورت میں ان چیزوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 255:) انسان جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتاہے اس کا چہرہ، ہتھیلیاں، بنڈلیاں، بال اور گردن کو دیکھ سکتاہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ شہوت کی نگاہ سے ان چیزوں کو نہ دیکھے اگر شہوت کی نظر سے دیکھے تو جائز نہیں ہے۔ ایسی اوباش اور لاابالی خواتین کو دیکھنا جائز ہے جو پردے کا خیال نہیں رکھتی اور منع کرنے سے بھی وہ پردہ نہیں کرتیں ایسی خواتین کو بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے البتہ ان خواتین کو شہوت کی نظر سے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 256:) ایسی خواتین کو دیکھنا جن کو اگر منع کیا جائے تو وہ اپنے چہرے اور ہتھیلوں کے علاوہ پردہ کرنے پر راضی ہو جائیں ایسی خواتین کو دیکھنا جائز نہیں ہے اور بنابر احتیاط واجب ان کے چہرے اور ہتھیلوں کو دیکھنا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 257:) عورت لذت کے بغیر اجنبی مرد کو دیکھ سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 258:) عورت کے لئے واجب ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ اپنے پورے بدن اور بالوں کو اپنے شوہر کے علاوہ تمام نامحرموں سے چھپائے، البتہ چہرہ اور دونوں ہاتھ کی ہتھیلوں کو بنابر احتیاط واجب چھپانا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 259:) عورت کا اپنے محرم سے خود کو چھپانا واجب نہیں ہے۔ محرم وہ لوگ ہیں جنکا اس عورت کے ساتھ شادی کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور یہ ابدی حرمت یا تو نسب کی وجہ سے ہوتا ہے یا دودھ پلانی کی وجہ سے یا رشتہ داری کی بناپر ہوتا ہے، اسی طرح عورت ان مردوں کو دیکھ سکتی ہے جو اس کے لئے محرم ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ انہیں شہوت کے قصد سے نہ دیکھے۔

(مسئلہ نمبر 260:) نا محرم مرد و عورت کا ایک دوسرے کو چھونا جائز نہیں ہے چاہے لذت و شہوت کی نیت سے نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 261:) مرد نابالغ بچی سے ہاتھ ملا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ لذت اور شہوت کی نیت سے نہ ہو اسی طرح عورت نابالغ بچے سے مذکورہ شرط کے ساتھ ہاتھ ملا سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 262:) اگر عورت کا علاج و معالجہ صرف دیکھنے پر منحصر ہو اور چھونے کی ضرورت نہ ہو تو ضروری ہے کہ صرف دیکھنے پر اکتفا کرے اور چھونا جائز نہیں ہے لیکن علاج چھونے پر منحصر ہو تو ضرورت کے مطابق چھو کر اس کا علاج کیا جائے عورت ڈاکٹر کے ہوتے ہوئے اگر چہ اس کی بیماری کا علاج عورت ڈاکٹر کر سکتی ہو مرد ڈاکٹر سے علاج کروانا جائز نہیں ہے۔ لیکن ڈاکٹر عورت اس بیماری کا علاج نہیں کر سکتی تو اس صورت میں عورت مرد ڈاکٹر سے رجوع کر سکتی ہے ڈاکٹر عورت کے ہوتے ہوئے مرد ڈاکٹر سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ ڈاکٹر عورت اس مریضہ کی علاج کر سکتی ہے اگر لیڈی ڈاکٹر مریضہ کی علاج سے عاجز ہوں تو مرد ڈاکٹر سے رجوع کرنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 263:) لذت و شہوت کی نیت سے نہ ہو تو نامحرم عورت کی آواز سننا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 264:) مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی دائمی اور جواں سال بیوی سے چار مہینہ سے زیادہ دور رہے اور ہمبستری کرنا ترک کرے۔ بنابر قول اظہر موقت اور غیر دائمی بیوی کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

ظاہرا، یہ حکم اس انسان سے مخصوص ہے جسے اپنی بیوی تک رسائی ممکن ہے اور وہ حاضر ہے اور یہ حکم مسافر کی طرح غائب کو شامل نہیں کرتا، اگر انسان سفر پر ہو اور اس کا سفر چار ماہ سے زیادہ طول پکڑے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

اولیاء کی ولایت

یہاں ولایت سے مراد نکاح کی ولایت ہے، یعنی ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی کم سن بچی اور بچہ اسی طرح دیوانہ بچی اور بچے جسکی دیوانگی سن بلوغت کے ساتھ متصل ہو عقد کر سکتا ہے۔ اولیاء سے مراد، باپ اور دادا ہیں اسی طرح وصی اگر ان میں سے دونوں یا کسی ایک کی نہ ہونے کی صورت میں، حاکم شرع اور مولا، غلام اور مملوک کی نسبت ان مذکورہ افراد کے علاوہ کسی اور کو ولایت کا حق حاصل نہیں ہے، لہٰذا ماں اور نانا اپنی کم سن بچی اور بچے اسی طرح دیوانہ اور باکرہ لڑکی پر ولایت کا حق نہیں رکھتے۔

(مسئلہ نمبر 265:) اگر والد اپنے بیٹے یا بیٹی کی بالغ ہونے سے پہلے شادی کرے تو ان دونوں کو بالغ ہونے کے بعد نکاح کو فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، ہاں اگر جس وقت عقد ہو رہا تھا عقلاء

کی نظر میں کوئی مفسدہ اور ضرر وقوع پذیر ہوا ہے تو لڑکے اور لڑکی کے بالغ اور رشید ہونے کے بعد ان کی اجازت کے بغیر یہ عقد صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 266:) باپ اور دادا بالغ اور رشید بیٹے اور بیٹی جو کہ بیوہ ہو چکی ہے ولایت نہیں رکھتے اگر بالغ بیٹا اور بیوہ بیٹی ان کی اجازت کے بغیر شادی کریں تو جائز ہے، لیکن بیٹی بالغہ و رشید اور باکرہ ہو تو ولی کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتی اسی طرح ولی بھی لڑکی کی اجازت و رضا کے بغیر شادی نہیں کرواسکتا، پس باکرہ لڑکی شادی میں خود اس کی رضایت کے ساتھ ولی کی رضایت بھی شرط ہے اور اس لحاظ سے عقد دائم اور موقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 267:) اگر لڑکی کی بکارت وطی شبہ یا زنا کے نتیجے میں ختم ہو جائے تو وہ لڑکی بیوہ کا حکم رکھتی ہے اس پر باکرہ کے احکام جاری نہیں ہونگے لیکن اس کی بکارت مذکورہ سبب کے علاوہ خود بخود زائل ہو جائے جیسے کسی واقعہ یا انگلی داخل کرنے کے سبب زائل ہو جائے تو اس صورت میں وہ لڑکی باکرہ کے حکم میں ہو گی۔

عدم دخول کی شرط پر لڑکی سے جنسی لذت حاصل کرنا یا محرم بننے کی نیت سے یا جماع کے علاوہ لذت حاصل کرنے کی نیت سے لڑکی سے نکاح کرنا ولی کی اجازت کے بغیر بنابر احتیاط واجب جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 268:) اگر باکرہ لڑکی کو شادی کے حوالے سے والد کی رضایت دستیاب نہ ہو مثلا اس کا والد سفر میں ہو یا جیل میں ہو اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو باکرہ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 269:) اگر والد اپنی بیٹی کو اپنے ہم کفو سے شادی کرنے سے منع کرے تو لڑکی والد کی اجازت کے بغیر شادی کر سکتی ہے، لیکن اگر والد کسی خاص ہم کفو سے شادی کرنے سے اپنی بیٹی کو منع کرے تو اس صورت میں وہ باپ کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

محرم عورتیں

(مسئلہ نمبر 270:) محرم عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے اور یہ عورتیں نسب یا سبب کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔

نسب:

نسب کی وجہ سے محرم ہونے والی عورتیں یہ ہیں :۔ ماں، نانی، اور یہ سلسلہ جتنا اوپر چلا جایا، بیٹی، نواسی یہ سلسلہ جتنا نیچے چلا جائے، بہن، بھانجی یہ سلسلے نیچے چلا جائے، خالہ، پھوپھی یہ سلسلہ جتنا اوپر چلا جائے جیسے والد کی خالہ اور پھوپھی، ماں کی خالہ اور پھوپھی، دادا اور دادی کی خالہ اور پھوپھی، بھتیجی اور یہ سلسلہ جس قدر نیچے چلا جائے، بھائی کی بیٹیاں اور یہ سلسلے جس قدر نیچے چلا جائے۔

سبب:

سبب کی وجہ سے محرم عورتوں کے چار طریقے ممکن ہیں:۔

1. **رشتہ داری کی وجہ سے۔**

(مسئلہ نمبر 271:) جس عورت کے ساتھ انسان شادی کرے اور اس کے ساتھ ہمبستری کرے اسکی ماں کی ماں یہ سلسلہ جتنا اوپر چلا جائے اور اس عورت کی بیٹیاں اور اس کی بیٹی کی بیٹیاں اور یہ سلسلہ جس قدر نیچے چلا جائے اس مرد پر حرام ہو جاتی ہیں انسان اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹیوں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا چاہے وہ عورت اس سے طلاق لے لے یا وفات پا جائے۔

(مسئلہ نمبر 272:) جو شخص کسی عورت سے شادی کرے اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کرے اس شخص کے والد اور بیٹے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس عورت سے شادی کریں۔

(مسئلہ نمبر 273:) اگر والد کسی عورت سے شادی کرے تو وہ عورت اس مرد کے بیٹے کے لئے ابدی حرام ہو جاتی ہے چاہے والد نے اس عورت کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو، اسی طرح اگر کسی عورت سے بیٹا شادی کرے تو وہ عورت والد کے لئے حرام ہو جاتی ہے چاہے بیٹے نے اس عورت کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو۔

(مسئلہ نمبر 274:) ایک شخص کسی عورت سے شادی کرے لیکن ہمبستری نہ کرے تو اس عورت کی ماں اس شخص کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور اس عورت کی بیٹی بھی جب تک وہ عورت اس شخص کے نکاح میں ہے حرام ہو جاتی ہے اگر وہ عورت دخول سے پہلے شوہر سے الگ ہو جائے تو وہ شخص اس کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے، لیکن اگر اس شخص نے اس عورت کے ساتھ دخول کیا ہے تو اس کی بیٹی اس شخص کے لئے ابدی حرام ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 275:) بیوی کی بہن سے شادی کرنا حرام ہے یہ کہ وہ بیوی اس شخص کے عقد میں ہو اور زندہ ہو اور جب تک وہ عورت اس مرد کے عقد میں ہے تو اس صورت میں اس کی بہن

کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے اگر وہ شخص اس عورت سے جدا ہو جائے تو اس صورت میں اس کی بہن کے ساتھ شادی کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 276:) جو شخص اپنی خالہ کے ساتھ قبل یا دُبر (عورت کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ میں دخول کرے) زنا کرے تو خالہ کی بیٹی اور یہ سلسلہ جتنا نیچے جائے اس شخص پر حرام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس شخص نے خالہ کے ساتھ اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے زنا کیا ہو اگر شادی کے بعد خالہ کی بیٹی یا خود خالہ کے ساتھ زنا کیا ہے تو اس صورت میں خالہ کی بیٹی اور یہ سلسلہ جتنا نیچے چلا جائے شادی کرنا حرام نہیں ہے اسی طرح پھوپھی کے ساتھ زنا کا حکم بھی بنا بر احتیاط واجب یہی ہے۔

(مسئلہ نمبر 277:) اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو وہ شخص اس عورت کی بیٹی کے ساتھ شادی کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 278:) آزاد مرد چار آزاد عورتوں سے زیادہ دائمی عقد نہیں کر سکتا اسی طرح کنیز عورتوں میں دو سے زیادہ بیوی نہیں بنا سکتا لیکن تین آزاد عورتیں اور ایک کنیز یا دو کنیز اور دو آزاد عورتوں کو بیوی بنا سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 279:) جس کے پاس ایک آزاد عورت بیوی کے طور پر ہو وہ شخص کنیز کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا ہاں آزاد بیوی کی اجازت سے وہ کنیز کو بیوی بنا سکتا ہے اگر وہ شخص آزاد بیوی کی اجازت کے بغیر کنیز سے شادی کرے تو عقد باطل ہے۔

(مسئلہ نمبر 280:) شوہر دار عورت اور وہ عورت جو کہ عدہ میں ہو، کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے چاہے یہ عقد حکم کو نہ جاننے کی وجہ سے انجام پائے یا موضوع کو نہ جاننے کی وجہ سے انجام

پائے یعنی وہ شخص نہیں جانتا تھا کہ شوہر دار اور وہ عورت جو کہ عدہ گزار رہی ہے شادی کرنا حرام ہے یا یہ کہ حکم کو جانتا تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ عورت شوہر دار ہے یا یہ کہ عدہ میں ہے ایسی عورت سے عقد کرنا باطل ہے، ہاں اگر وہ شخص عمداً جانتے ہوئے اس طرح کی عورت سے شادی کرے تو عقد پڑھتے ہی وہ عورت اس مرد پر ابدی حرام ہو جاتی ہے چاہے دخول نہ بھی کرے۔

اگر جانتے ہوئے اس طرح کی عورت سے شادی کی جائے، تو عقد پڑھتے ہی وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، اگرچہ دخول انجام نہ پائے۔

(مسئلہ نمبر 281:) ایک شخص شوہر دار یا عدہ کی مدت گزارنے والی عورت سے شادی کرے اور دخول بھی کرے اگرچہ یہ کام اس نے حکم کو یا موضوع کو نہ جاننے کی بنیاد پر کیا ہے وہ عورت اس شخص پر ابدی حرام ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 282:) اگر کوئی شخص کسی لڑکے کے ساتھ لواط کرے اور دخول کرے تو اس لڑکے کی ماں، بہن، بیٹی ہمیشہ کے لئے لواط کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔

(مسئلہ نمبر 283:) انسان 9 سال سے کم عمر بیوی کے ساتھ ہمبستری نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 284:) اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت سے جو کہ شوہر دار بھی نہ ہو اور عدہ بھی نہ گزار رہی ہو زنا کرے تو اس عورت کے ساتھ شادی کرنا حرام نہیں ہے لیکن بنابر قول اظہر اس عورت کے ساتھ استبراء یعنی ایک مرتبہ حیض آنے کے بعد پاک ہونے سے پہلے شادی نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 285:) جو عورت زنا میں مشہور ہے اس کی توبہ ثابت ہونے سے پہلے بہتر ہے اس کے ساتھ شادی نہ کرے۔ زنا میں مشہور ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت لوگوں کے درمیان زنا کے حوالے سے مشہور ہو۔

(مسئلہ نمبر 286:) جس شخص نے عدہ گزارنے والی عورت سے یا شوہر دار عورت سے زنا کیا ہے احتیاط مستحب یہ ہے کہ وہ شخص اس عورت سے شادی نہ کرے اور جو عورت شوہر رکھتے ہوئے زنا کا ارتکاب کرے وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی۔

(مسئلہ نمبر 287:) جو عورت عقد کے بعد اور دخول سے پہلے زنا میں مرتکب ہو جائے بعید نہیں کہ عقد باطل ہو جائے اور مہر کی مستحق نہ رہے، بنابر احتیاط اس عورت کو طلاق دی جائے اور اگر اس کے ساتھ شادی کرنا چاہے تو دوسرا عقد کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 288:) جو شخص حج یا عمرہ کے لئے محرم ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ اس حالت میں وہ شادی نہیں کر سکتا، شادی کرے تو جس سے اس نے شادی کی ہے وہ عورت اس کے لئے ابدی حرام ہو جاتی ہے چاہے وہ عورت محرم ہو یا نہ ہو چاہے اس عورت کا عقد وکالت کے ذریعے منعقد ہوا ہو یا بلاواسطہ انجام پایا ہو اگر وہ حرمت کے حکم کو نہیں جانتا تھا تو عقد باطل ہے اور احرام کی حالت سے نکلنے کے بعد وہ شخص اس عورت کے ساتھ عقد کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 289:) اگر مرد اپنی بیوی کو تین بار طلاق دے تو چوتھی بار وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے مگر یہ کہ اس عورت کے ساتھ کوئی اور مرد شادی کر لے اور اس مرد سے طلاق لینے کے بعد سابقہ شوہر سے شادی کر سکتی ہے۔

2. وہ عورتیں جو دودھ پلانی کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں

(رضاع) "راء" کو فتحہ سے یا کسرہ سے پڑھا جائے اس کا مطلب بنتا ہے کہ ایک ایسا بچہ جو اپنی ماں کے علاوہ کسی اور عورت کے پستان سے دودھ پیئے جس طرح نسب کی وجہ سے کچھ عورتیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح دودھ پلائی کی وجہ سے بھی عورتیں حرام ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی عورت کسی بچے کو عنقریب آنے والے شرائط کے ساتھ دودھ پلائے تو وہ عورت اس بچے کی ماں کہلائے گی اور اس عورت کی بیٹیاں اس بچے کی رضاعی بہنیں اور اس کی بہنیں اس بچے کی رضاعی خالائیں اور اس عورت کے شوہر کی بہنیں اس بچے کی رضاعی پھوپھیاں کہلائیں گی لہٰذا مذکورہ خواتین کے ساتھ یہ بچہ شادی نہیں کر سکتا ہے جس طرح اپنی نسبی ماں، بہن، پھوپھی اور خالہ سے شادی کرنا حرام ہے اسی طرح رضاعی محارم کے ساتھ بھی شادی کرنا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 290:) رضاعت جو کہ حرمت کا باعث بنتا ہے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ثابت ہوتا ہے:۔

اول - دودھ شرعی اور صحیح نکاح کے نتیجے میں اترا ہو:۔ بچہ جس عورت کے پستان سے دودھ پی رہا ہے وہ دودھ شرعی اور صحیح نکاح کے نتیجے میں اترا ہو بنابراین اگر کسی عورت کا دودھ غیر شرعی زچگی کے نتیجے میں اترا ہے تو اس دودھ کے پینے سے وہ بچہ اس عورت کے لئے محرم نہیں ہوگا یعنی اگر وہ دودھ کسی ایسے بچے کا دودھ ہو جو زنا سے پیدا ہوا ہے تو مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں وہ بچہ اس عورت کے لئے محرم نہیں ہوگا۔

دوئم - دودھ پلائی کی مدت:۔ کم از کم ایک مکمل دن اور رات ہے یا اس قدر دودھ پیئے کہ جس کی وجہ سے اس کے بدن کا گوشت بنے اور اسکی ہڈیاں اس دودھ سے مضبوط ہو جائیں، یا یہ کہ وہ

پندرہ مرتبہ اس عورت کا دودھ پیئے ایک دن اور ایک رات یا پندرہ مرتبہ دودھ پیئے اس شرط کے ساتھ کہ بچے نے جب بھی دودھ پیا ہے مکمل پیا ہو یعنی اس طرح ہر مرتبہ دودھ پیئے کہ وہ سیر ہو جائے اور عورت کے پستان کو اپنی مرضی سے چھوڑ دے اور جس عورت کا دودھ جتنی بار بچے نے پیا ہے اس دوران کسی اور عورت کا دودھ پینے سے فاصلہ واقع نہ ہو مثال کے طور پر کوئی عورت کسی بچے کو نو(9) مرتبہ دودھ پلائے اور ایک دوسری عورت اس بچے کو ایک یا دو مرتبہ دودھ پلائے اور دوسری مرتبہ پہلی والی عورت بچے کو سات مرتبہ دودھ پلائے تو اس صورت میں رضاعت حرمت کا باعث نہیں بنے گا، اسی طرح اگر ایک عورت دن کو دودھ پلائے اور رات کو کوئی دوسری عورت اس بچے کو ایک گھنٹے یا اس سے زیادہ دودھ پلائے پھر پہلی والی عورت رات کو دودھ پلائے تو اس صورت میں جو رضاعت حرمت کا باعث بنتا ہے محقق نہیں ہوگا۔

سوم ــ پہلے دوسال میں دودھ پلانا:۔ اگر بچے کو پہلے دو سال کی عمر میں دودھ پلایا جائے تو مذکورہ حکم محقق ہوگا۔ لیکن دو سال مکمل ہونے کے بعد دودھ پلایا جائے تو رضاعت ثابت نہیں ہوتا۔

چہارم - ایک ہی عورت کا دودھ ہو:۔ ایک ہی عورت کا دودھ پیئے اور وہ بھی شوہر کا مال ہو اگر بچہ دو عورتوں کا دودھ پیئے اور مکمل طریقے سے پیئے تو وہ بچہ ان کے لئے محرم نہیں ہوگا چاہے ان دونوں عورتوں کا شوہر ایک ہی مرد کیوں نہ ہو، چونکہ جو رضاعت حرمت کا باعث بنتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک ہی عورت کا دودھ پیئے۔

پنجم- بلاواسطہ دودھ پئے:۔ بچہ عورت کے پستان سے بلاواسطہ دودھ پئے اگر بچہ اس عورت کا دودھ کسی اور ذریعے اور وسیلے سے پئے جیسے بوتل یا چمچ کے ذریعے پلایا جائے تو اس صورت میں اس طرح دودھ پلانا حرمت کے لئے کافی نہیں ہے۔

بنابر این جس عورت نے بچے کو دودھ پلایا ہے وہ اس بچے کے لئے رضاعی ماں کہلائے گی اور اس کا شوہر اس بچے کے لئے رضاعی باپ کہلائے گا اور اس عورت کے بھائی اور اس کے شوہر کے بھائی اس بچے کے لئے ماموں اور چاچے کہلائیں گے اور ان دونوں کی بہنیں اس بچے کی رضاعی خالائیں اور پھوپھیاں کہلائیں گی اور اسی طرح ان دونوں کے بیٹے بیٹیاں اس بچے کے رضاعی بھائی اور بہنیں کہلائیں گے۔

(مسئلہ نمبر 291:) اگر بچہ اپنی نانی یا نانا کی بیوی کا دودھ پئے تو اس بچے کی ماں اس کے والد پر حرام ہو جائے گی اور ان دونوں کا نکاح ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر کوئی عورت اپنے بیٹے کے بچے کو یعنی اپنے پوتے یا پوتی کو دودھ پلائے تو اس بچے کی ماں اپنے شوہر پر حرام نہیں ہو گی بلکہ اس بچے کے چاچا کے فرزند اسکے محرم بن جائینگے کیوں کہ اس صورت میں چاچا کی اولاد اس بچے کے لئے رضاعی ماموں کہلائینگے اور اسی طرح اس بچے کی پھوپھی کے بچے اس کے لئے محرم ہو جائنگے کیوں کہ یہ ان کے لئے رضاعی ماموں کہلائینگے۔

(مسئلہ نمبر 292:) وہ رضاعت جو کہ حرمت کا باعث بنتا ہے انسان کو شک ہو جائے جیسے کہ دودھ پلائی کی دفعات میں شک ہو جائے مثلاً جس قدر پلانا چاہیے تھا اتنا دودھ بچے نے پیا ہے یا نہیں یا شک کرے کہ بچے نے بلاواسطہ پستان سے دودھ پیا ہے کہ نہیں یا یہ کہ شک ہو جائے بچے

نے پیدائش کے پہلے دو سالوں میں دودھ پیا ہے کہ نہیں تو اس صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 293:) رضاعت چار عورتوں کی گواہی یا دو عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے دودھ دینے والی عورت اور بچے کی ماں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

(مسئلہ نمبر 294:) مستحب ہے کہ دودھ پلانے والی عورت مسلمان، مومنہ، عاقلہ، پاک دامن اور اچھی خوبیوں کی مالکہ ہو کیوں کہ دودھ بچے کی عادات، اخلاق، جسمی رشد و نمو اور اخلاق پر اثر چھوڑتا ہے، اس بارے میں ماہرین علم وراثت کی رائی یہ ہے اور تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے نیز دینی نصوص بھی اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں کہ ماں کا دودھ بچے پر انمٹ اثرات چھوڑتا ہے۔

3. لعان

لعان کے ذریعے سے بھی عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اس کی تفصیل کتاب لعان کے آخر میں موجود ہے۔

4. کفر

(مسئلہ نمبر 295:) مسلمان عورت کافر سے (کتابی ہو یا غیر کتابی) شادی نہیں کر سکتی۔

(مسئلہ نمبر 296:) غیر کتابی کافر عورت سے مسلمان مرد عقد دائمی اور عقد موقت نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 297:) مسلمان مرد کتابی کافر عورت سے دائمی اور موقت عقد کر سکتا ہے اگر چہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ وہ اس عورت سے دائمی عقد نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 298:) کتابی کافر عورت ایسی عورت ہے جو کسی دین سے منسوب ہے جنکے لئے آسمانی کتاب نازل ہوئی ہے، جیسے یہودی اور عیسائی۔

(مسئلہ نمبر 299:) مجوسی عورت سے شادی کرنے میں اشکال ہے اور اس کے ساتھ شادی نہ کرنا بعید نہیں۔

(مسئلہ نمبر 300:) مسلمان مرد مرتد عورت سے شادی نہیں کر سکتا اسی طرح مسلمان عورت مرتد مسلمان مرد سے شادی نہیں کر سکتی۔

(مسئلہ نمبر 301:) اگر مرد مسلمان عورت سے شادی کرے اور دخول سے پہلے ان میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے، جیسے ہی ارتداد واقع ہوتا ہے تو عقد فسخ ہو جاتا ہے اگر شوہر دخول کے بعد مرتد ہو جائے تو عقد فسخ ہو جائے گا، ہاں اگر عورت دخول کے بعد مرتد ہو جائے تو احتیاط کرنا چاہیے وہ اس معنی میں کہ عقد کا فسخ ہو جانا عدت کے ختم ہو جانے سے اور عورت کا کفر سے نہ لوٹنے سے وابستہ ہے۔ اگر عورت کی عدت ختم ہو جائے اور کفر پر برقرار رہے تو عقد باطل ہو جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 302:) جس عورت کا شوہر مرتد فطری ہو جائے اس عورت کی عدت، عدت وفات کی طرح ہے یعنی چار مہینے دس دن ہے، اور جس عورت کا شوہر مرتد ملی ہو جائے اس کی عدت طلاق کی عدت ہے یعنی تین حیض ہے۔

(مسئلہ نمبر 303:) مرتد فطری وہ ہے جو پہلے مسلمان تھا بعد میں اس نے کفر اختیار کیا ہے اور مرتد ملی وہ شخص ہے جو کہ پہلے سے کافر تھا بعد میں مسلمان ہوا اور دوبارہ کفر اختیار کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 304:) اگر کافر کتابی عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہی رہے تو عقد فوراً فسخ ہو جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 305:) مومنہ عورت کا مخالف کے ساتھ شادی کرنا مکروہ ہے بلکہ احتیاط ترک کا تقاضا کرتا ہے اور اگر اس کے ساتھ شادی کرنا گمراہی کا باعث بنے تو شادی کرنا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 306:) فاسق انسان سے شادی کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت شرابی انسان کے ساتھ شادی کرنے میں زیادہ شدید ہے۔

(مسئلہ نمبر 307:) نکاح شغار باطل ہے۔ نکاح شغار وہ نکاح ہے جس میں کسی عورت کے نکاح کو کسی دوسری عورت کی مہر قرار دیا گیا ہو اور نکاح شغار یہ ہے "**زوجنی بنتک او اُختکَ مثلا علی ان اُزوجک بنتی مثلا و یکون مَہر مِنہما نکاح اخری**"۔

(مسئلہ نمبر 308:) آزاد مرد کا کنیز سے سیّد کا غیر سید سے اور عرب کا غیر عرب سے شادی کرنا جائز ہے اور اس کا برعکس بھی جائز ہے۔

(مُتعہ) عقد موقت

تمام اسلامی مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ اوائل اسلام میں یہ نکاح جائز تھا رسول اکرم ﷺ نے اس نکاح کو وحی کے ذریعے جائز سمجھا اور اسے شرعی قرار دیا لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا یہ نکاح موقت اب بھی جائز ہے یا نہیں ؟ شیعہ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ نکاح موقت اب بھی مشروع اور جائز ہے، اور اس بارے میں فرقین (شیعہ و سنی) دونوں نے روایات کا حوالہ دیا ہے جو کہ اس نکاح کی استمرار اور حلیت پر دلالت کرتی ہیں لیکن برداران اہل سنت کے مذاہب اربعہ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ نکاح موقت حرام ہے اور ان کا کہنا ہے کہ نکاح موقت ابتدائی طور پر تو جائز تھا لیکن بعد میں نسخ کر دیا گیا اور وہ اس بارے میں متعدد دلائل دیتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 309:) جس طرح نکاح دائمی میں کچھ الفاظ بولے جاتے ہیں اسی طرح نکاح موقت میں بھی ایسے الفاظ ہیں جس کا ذکر نکاح دائمی کے باب میں گذر گیا عورت مرد کو مخاطب کرکے کہے "**زوجتک نفسی بمہر قدرہ کذا بمدۃ کذا**" اور مرد کہے "**قبلت**"۔

(مسئلہ نمبر 310:) متعہ میں مہر کا ذکر ضروری ہے۔

(مسئلہ نمبر 311:) متعہ میں مدت کا ذکر شرط ہے اگر مدت کو بھول جائے اور عقد کے دوران مدت کی صراحت نہ کی گئی ہو تو متعہ عقد دائم میں تبدیل ہو جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 312:) غیر کتابی عورت سے متعہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 313:) بنابر احتیاط لازم وہ عورت جو کہ زنا کے حوالے سے مشہور ہے متعہ نہ کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 314:) مرد بہت سی عورتوں سے متعہ کر سکتا ہے اس میں تعداد معین نہیں ہے اسی طرح اس میں مہر کی مقدار کی حد بھی مقرر نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 315:) ایک شخص کسی عورت سے معینہ مدت کے لئے متعہ پڑھے جیسے ایک ماہ اور دخول سے پہلے اس مدت کو بخش دے تو اس صورت میں عورت نصف مہر کا مستحق ہو گی لیکن ان دونوں میں سے ایک مر جائے یا مدت ختم ہو جائے تو مہر سے کوئی چیز کم نہیں ہو گی چاہے دخول انجام نہ پایا ہو۔

(مسئلہ نمبر 316:) متعہ کا فرزند اس عورت کے شوہر سے ملحق ہوتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 317:) متعہ والی عورت کی عدت کا دورانیہ، مدت کے تمام یا بخش دینے کے وقت سے لیکر دو حیض تک ہے یہ شرط اس کے لئے ہے جس کو حیض آتا ہو ہاں اگر کسی بیماری یا کسی اور وجہ سے حیض نہیں آتا ہے تو اس کے لئے عدت پینتالیس دن ہے اگر اس عورت کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت وفات چار ماہ دس دن ہے۔ اگر متعہ والی عورت عدت وفات کے دوران حاملہ ہو جائے تو اس صورت میں اس کی عدت دو عدت میں سے جو زیادہ ہے قرار دی جائے گی یعنی دو عدت میں سے جو زیادہ ہے اسے عدت قرار دی جائے گی یعنی معین عدت اور حاملگی میں سے جو زیادہ ہے اُسے اس کی عدت قرار دی جائے گی اگر وہ عورت عدت وفات نہ گزار رہی ہو تب بھی بنابر احتیاط واجب ایسا ہی ہے۔

(مسئلہ نمبر 318:) مرد متعہ والی بیوی سے مدت کے ختم ہونے سے پہلے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 319:) متعہ والی عورت کا شوہر سے عدم دخول کی شرط رکھنا جائز ہے اور مرد پر واجب ہے کہ اس شرط کی رعایت کرے اور اگر عورت اس شرط کو بعد میں ختم کرے تو مرد پر شرط کی رعایت کرنا ضروری نہیں ہے اور دخول کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 320:) متعہ میں مرد پر عورت کا نان و نفقہ واجب نہیں ہے ہاں اگر نان و نفقہ کو عقد میں شرط کریں تو واجب ہے، یا کسی دوسرے عقد لازم کے ضمن میں شرط کریں تب بھی واجب ہے جیسے عقد اجارہ۔

(مسئلہ نمبر 321:) عقد متعہ میں مرد اور عورت ایک دوسرے سے ارث نہیں پاتے، ہاں اگر ارث کو دونوں یا ایک کی طرف سے شرط قرار دیا جائے تو پھر اس صورت میں ارث کا حقدار قرار پائینگے کیوں کہ اس طرح کی شرط نافذ اور لازم الاجرا ہے۔

وہ عیب جو خیار فسخ کے باعث بنتے ہیں

(مسئلہ نمبر 322:) مرد میں پائے جانے والے وہ عیوب جن کی وجہ سے بیوی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے چار ہیں:۔

1. **دیوانگی**- اگر مرد نکاح سے پہلے دیوانہ تھا اور عورت کو اس کی دیوانگی کا علم نہیں تھا تو اس صورت میں عورت اس عقد کو ختم کر سکتی ہے اسی طرح اگر مرد عقد کے بعد دیوانہ ہو جائے تب بھی

عورت اس عقد کو فسخ کر سکتی ہے اگر عورت مرد کی دیوانگی کے بارے میں عقد سے پہلے آگاہ تھی تو اس صورت میں عقد کو فسخ نہیں کر سکتی۔

2. **نامردی**- اگر مرد ہمبستری نہیں کر سکتا ہے تو عورت نکاح کو فسخ کر سکتی ہے اگر یہ عیب دخول کے بعد عارض ہوا ہو چاہے وہ دخول ایک مرتبہ ہی انجام پایا ہو تو اس صورت میں عورت عقد کو فسخ نہیں کر سکتی۔

3. **خصی ہونا**- کسی کے فوتے نکالے گئے ہوں اور بچے پیدا کرنے کے قابل نہ ہو اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے خصی ہو اور عورت اس کے بارے میں نہ جانتی ہو تو وہ عقد کو فسخ کر سکتی ہے لیکن اگر عورت کو معلوم تھا کہ وہ مرد خصی تھا تو اس صورت میں عورت عقد کو فسخ نہیں کر سکتی اگر عورت عقد سے پہلے اس عیب کے بارے میں نہیں جانتی تھی لیکن عقد کے بعد اس عیب پر راضی ہو جائے تو عقد کو فسخ نہیں کر سکتی کیوں کہ اس صورت میں حق خیار اس نے ساقط کیا ہے اگر چہ بعد میں وہ پشیمان ہی ہوئی ہو، لیکن اگر یہ عیب نکاح کے بعد عارض ہوا ہے تو بنابر ظاہر عورت عقد کو فسخ نہیں کر سکتی۔

4. **آلہ تناسل کاکٹ جانا**- اگر اس کا آلہ تناسل اس طرح کٹ گیا ہے کہ وہ ہمبستری نہیں کر سکتا تو عورت عقد کو فسخ کر سکتی ہے اگر مرد کا آلہ تناسل عقد سے پہلے کٹ گیا تھا یا عقد کے بعد ہمبستری سے پہلے یہ عیب پیدا ہوا ہے تو عورت نکاح کو فسخ کر سکتی ہے لیکن ہمبستری اور دخول کے بعد چاہے دخول صرف ایک بار ہی انجام دیا ہے پیدا ہو جائے تو بنابر اقوی عورت فسخ عقد کا حق نہیں رکھتی۔

(مسئلہ نمبر 323:) وہ عیوب جن کی وجہ سے مرد عقد کو فسخ کر سکتا ہے سات ہیں:۔

1. **دیوانگی۔**
2. **جذام** - ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے انسان کے اعضاء خشک ہو جاتے ہیں اور گوشت جدا ہونے لگتا ہے۔
3. **برص** - یہ ایک مشہور جلدی بیماری ہے۔
4. **قرن** – شرمگاہ کے منہ میں گوشت سا ابھرتا ہے جس کی وجہ سے جنسی عمل متاثر ہو جاتا ہے۔ (رَتق) بھی قرن کی طرح ہے گوشت شرمگاہ کو گھیر لیتا ہے جس کی وجہ آلہ تناسل شرمگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔
5. **افضاء** - حیض والی جگہ اور پاخانے والی جگہ کا ایک ہونا۔
6. **اندھاپن۔**
7. **اقعاد** - عورت چلنے اور بیٹھنے کی سکت نہ رکھے اور اس کا لنگڑا کر چلنا آشکار ہو اگرچہ اس کا لنگڑا کر چلنا اقعاد کے حکم میں نہ آئے۔

(مسئلہ نمبر 324:) اگر مذکورہ سات عیبوں میں سے کوئی ایک عیب عقد سے پہلے پا جائے تو شوہر کے لئے حق خیار فسخ ثابت ہے۔

(مسئلہ نمبر 325:) اگر عورت میں عقد کے بعد لیکن جنسی عمل انجام دینے سے پہلے کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس صورت میں مرد کے لئے خیار کا ثابت ہونا محل اشکال ہے۔ اگر مرد عورت سے جدا ہونے کا فیصلہ کرے تو بنابر احتیاط واجب اسے طلاق دے یا طلاق اور فسخ کو جمع کرے۔

(مسئلہ نمبر 326:) اگر مرد عورت کو دیکھے لیکن اس میں موجود عیب سے بے خبر رہے اور دخول سے پہلے اس کے عیب کا پتہ چل جائے اور اس عورت کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی نہ

ہو جائے تو مرد کے لئے خیار فسخ ثابت ہے،اور اگر عورت راضی ہو جائے تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا، اگر اس عیب کے بارے میں مطلع نہ ہو مگر جنسی عمل کے انجام دینے کے بعد معلوم ہو جائے تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنا حق خیار ساقط کر دیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 327:) خیار مرد و عورت دونوں کے لئے ہے اسی طرح عقد دائم اور موقت دونوں میں خیار ثابت ہے۔

(مسئلہ نمبر 328:) خیار عیب مرد اور عورت کے لئے فوری نہیں ہے لہٰذا تاخیر کی صورت میں خیار باطل نہیں ہوتا اور عیب پر مطلع ہونے کے بعد عقد پر راضی ہونے سے خیار ختم ہو جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 329:) اگر مرد دخول سے پہلے عقد کو فسخ کر دے تو عورت کے لئے مہر نہیں ہے لیکن دخول کے بعد عقد کو فسخ کرے تو عورت کو مہر مسمّٰی (وہ مہر جو عقد میں معین کیا گیا ہے) دینا ہوگا اور جس شخص نے دھوکہ دیکر اس معیوب عورت سے شادی کرائی ہے مہر کی رقم اس سے لی جائے گی اگر مرد کے ساتھ خود اس عورت نے دھوکہ کیا ہے تو اس عورت کے لئے مہر نہیں ہے اسی طرح اگر دخول سے پہلے خود عورت عقد کو فسخ کرے تو اس کے لئے مہر نہیں ہے ہاں اگر مرد عنین ہے تو اس صورت میں عورت نصف مہر کا مستحق ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 330:) جس عورت کے ساتھ باکرہ سمجھ کر شادی کی جائے اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ بیوہ تھی تو اس شخص کے لئے فسخ کا حق نہیں ہے البتہ مہر سے کم کیا جائے گا کیوں کہ بیوہ اور باکرہ کی مہر کی مقدار چونکہ متفاوت ہوتی ہے اس لئے باکرہ کی مہر سے کسر کی جائے گی اور اس کو بیوہ والی مہر دی جائے گی۔

مہر

(مسئلہ نمبر 331:) عقد ہوتے ہی عورت مہر کی مالک بنتی ہے، اگر دخول سے پہلے طلاق ہو جائے تو عورت آدھی مہر کی مالک بن جاتی ہے اور آدھی مہر ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح میاں بیوی میں سے ایک مر جائے تو آدھی مہر ساقط ہو جاتی ہے اور اگر مرد نے عورت کی قبل یا دبر میں دخول کیا ہے تو عورت پوری مہر کی حقدار بنتی ہے۔

اگر عورت کی بکارت کو اس کی مرضی کے بغیر انگلی کے ذریعے زائل کر دے تب بھی وہ عورت پوری مہر کی مستحق ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 332:) اگر کسی عورت کی بکارت اسکے شوہر کے علاوہ کوئی اور شخص زبردستی مجامعت اور جنسی عمل کے ذریعے زائل کرے تو اس شخص پر واجب ہے کہ اس عورت کو مہر مثل ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 333:) ایک شخص کسی عورت سے عقد کرے لیکن عقد میں مہر کو معین نہ کرے تو عقد صحیح ہے اور دخول ہونے کی صورت میں عورت مہر مثل کی مستحق قرار پائے گی اگر دخول سے پہلے مرد اسے طلاق دے تو مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے حالات کو مد نظر رکھ کر عورت کو پیسے یا لباس وغیرہ دیدے، اگر عورت عدم مہر کی صراحت کرے اور یوں کہے "**زوجتک نفسی بلا**

مہر" اور مرد کہے " **قبلت**" تو اس عقد کو تفویض بضع یعنی اپنی عزت اور ناموس کو حوالہ کرنا کہا جاتا ہے اور اس عورت کو اپنی عزت حوالہ کرنے والی کہا جاتا ہے اس طرح کا عقد صحیح عقود میں شمار ہوتا ہے اور اگر میاں بیوی میں سے ایک دخول سے پہلے مر جائے تو مہر اور متعہ ثابت نہیں ہے اگر عقد کو کسی سبب کی بنیاد پر قبل از دخول فسخ کرے تو اس صورت میں عورت مہر اور متعہ کی مستحق نہیں ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 334:) اگر عورت دوران عقد شرط کرے کہ اس کا شوہر اسے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا تو مرد پر اس شرط کی پابندی کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 335:) اگر عورت عقد کے دوران شرط کرے کہ اس کا شوہر دوسرے شادی نہیں کریگا تو مرد کے لئے واجب ہے کہ وہ اس شرط پر عمل کرے لیکن مرد اس شرط کی پرواہ نہ کرے اور دوسری شادی کرے تو اس کی دوسری شادی صحیح ہے مگر گناہ گار ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 336:) عورت طلاق کے لئے شوہر کی طرف سے خود وکیل بن سکتی ہے، وکیل ہونے کی صورت میں عورت کہے "**زوجتک نفسی و جعلت نفسی وکیلا عنک فی طلاقی منکَ**" اور مرد کہے "**قبلت**" اور عورت مرد کی طرف سے خود طلاق میں وکیل بنے گی اور طلاق بھی صحیح ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 337:) عورت طلاق کے حق کو اپنے اختیار میں لینے کی شرط نہیں کر سکتی۔

(مسئلہ نمبر 338:) باپ اپنی بالغ اور رشید بیٹی کی مہر میں اس کی اجازت کی بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 339:) عورت اپنے شوہر کو مہر کی ادائیگی سے آزاد کر سکتی ہے، اگر عورت اپنے شوہر کو مکمل بری کرے اس کے بعد شوہر مختلف وجوہات کی بنیاد پر دخول سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے تو شوہر نصف مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے اور عورت پر واجب ہے کہ آدھی مہر شوہر کو دے دے۔

(مسئلہ نمبر 340:) زیادہ مہر رکھنا مکروہ ہے ائمہ طاہرین سے روایت ہے کہ عورت کی برکات میں سے ایک برکت یہ ہے کہ اسکی مہر کم رکھی جائے اور اس کی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ اس کی مہر زیادہ رکھی جائے۔

قِسمت و نشوز

قِسمت: قِسمت سے مراد بیویوں کے درمیان راتوں کا تقسیم ہے۔

نُشوز: نشوز یہ ہے کہ عورت شوہر کی نافرمان بن جائے اور جنسی عمل یعنی مجامعت و ہمبستری کے حوالے سے بات نہ ماننے اور جان چھڑائے۔

(مسئلہ نمبر 341:) شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی دائمی بیوی کے ساتھ چار راتوں میں سے ایک رات گزارے اور اس کی دو دائمی بیویاں ہیں تو اس پر لازم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس چار راتوں میں سے ایک ایک رات گزارے۔ اور دو راتیں وہ آزاد ہے جس کے پاس چاہے رات گزار سکتا ہے۔ اگر اس کی تین دائمی بیویاں ہیں یا چار دائمی بیویاں ہیں تو اس پر واجب ہے کہ باری باری سے ایک ایک رات ان کے پاس گزارے۔

(مسئلہ نمبر 342:) اگر کسی کے پاس دو بیویاں ہیں تو ایک کے پاس تین دن اور دوسری کے پاس ایک دن ٹھہر سکتا ہے اگر اس کی تین بیویاں ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ان تینوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے اور ایک کو دوسری پر مقدم نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 343:) عورت اپنے حق کو کسی چیز کے بدلے یا مفت بخش سکتی ہے یعنی رات گزارنے کا حق مفت یا کسی عوض کے بدلے بخش سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 344:) شوہر پر بیوی کے ساتھ سونا واجب ہے ہمبستری واجب نہیں ہے یعنی چار راتوں میں سے ایک رات بیوی کے ساتھ سوئے۔

(مسئلہ نمبر 345:) مرد پر اوّل شب سے صبح تک بیوی کے ساتھ سونا واجب نہیں ہے بلکہ جس شہر میں وہ رہ رہا ہے وہاں کے لوگوں کے معمولات کے مطابق وہ اپنی بیوی کے ساتھ رات سو کر بسر کرے اور اگر وہ شخص رات کے وقت ایک دو گھنٹے گھر سے باہر رہے تو اس کا یہ کام بیوی کے ساتھ سونے کے عمل کا منافی تصور نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 346:) سفر کے دوران بیوی کے ساتھ سونے کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے چاہے اس کا سفر کسی دینی ہدف کے واسطے ہو یا دنیوی مقصد کی خاطر ہو اور مرد پر واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیویوں میں سے کسی کو سفر کے دوران اپنے ساتھ رکھے اور سفر کے دوران بیوی کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے جو کام فوت ہو گیا ہے اس کی قضاء بجالانا واجب نہیں ہے۔ یعنی مرد کا بیوی کے ساتھ رات گزارنا اس وقت واجب ہے جب بیوی اس کے پاس ہو۔

(مسئلہ نمبر 347:) عورت پر واجب ہے کہ اگلی شرمگاہ (دبر) میں دخول کے علاوہ دیگر جسم کے حصوں سے بھی لذت و لطف اٹھانے سے شوہر کو منع نہ کرے اور جو چیز اس راہ میں رکاوٹ بنتی ہے اسے دور کرے۔

(مسئلہ نمبر 348:) اگر عورت لذت جنسی کے حوالے سے کوتاہی برتے اور شوہر کی خواہش جنسی کو مکمل آسودہ کرنے میں غفلت برتے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ پہلے بات چیت کے

ذریعے سمجھائے اگر بات چیت اثر نہ کرے تو اس کی طرف پشت کرکے سو جائے اگر یہ صورت بھی کارگر ثابت نہ ہو تو مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھائے مگر اس قدر نہ مارے کہ خون نکل آئے اور زخم پڑ جائے اور ہڈی ٹوٹ جائے۔

(مسئلہ نمبر 349:) اگر میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو میاں بیوی کے خاندان یا دوسرے لوگوں میں سے دو لوگوں کو صلح اور رفع اختلاف کے لئے حکم لے لیں تا کہ ان دونوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضاء قائم ہو جائے اور ان دونوں اشخاص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اختلافات کی علت اور سبب کو ڈھونڈ کر ان دونوں کے درمیان موجود تلخی کو دور کریں اور اس حوالے سے انہوں نے جو تحقیق کی ہے اور جس حتمی نتیجہ پر پہنچے ہیں اس کی بنیاد پر فیصلہ سنائیں اور میاں بیوی کو چاہیے کہ ان کے فیصلہ کو مانتے ہوئے اختلافات کو ختم کریں البتہ فیصلہ کرنے والے دونوں افراد کے پاس عملدرآمد کے اختیارات پائے جاتے ہوں مثلا مرد سے کہیں کہ بیوی کو فلان شہر یا فلان علاقے میں یا ماں باپ کے پاس گھر لے کر دے، ان دونوں کو یہ اختیار نہیں کہ میاں بیوی سے پوچھے بغیر اپنی مرضی سے ان میں جدائی کا فیصلہ سنائیں یا مہر کو بخش دیں۔

(مسئلہ نمبر 350:) قرآن کریم بیویوں کے درمیان عدالت پر زور دیتا ہے اور یہاں پر عدالت سے مراد ہمبستری سے متعلق امور ہیں یعنی اگر مرد ایک رات ایک بیوی کے پاس گزارے تو ضروری ہے کہ دوسری رات دوسری بیوی کے پاس گزارے اس کا مطلب یہ ہے کہ چار راتوں میں سے ایک ایک رات بیوی کے ساتھ گزارے البتہ جنسی لذت اور انفاق میں بیویوں کے درمیان عدالت و مساوات مستحب ہے۔

اولاد کے احکام

(مسئلہ نمبر 351:) عقد دائم اور عقد موقت کا فرزند مندرجہ ذیل شرائط کے تحت باپ سے ملحق ہوتا ہے۔

1. دخول- دخول کے بعد انزال کا یقین ہو یا احتمال ہو یا شرمگاہ کے منہ میں انزال ہو۔
2. چھ ماہ گزر جائیں- یعنی ہمبستری کو چھ مہینے گزرے ہوں۔
3. ایک سال سے زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو- کیوں حمل کا حد اکثر زمانہ 9 ماہ، 10 ماہ یا ایک سال ہے اور ان میں مشہور پہلا قول ہے البتہ قول سوم بھی بعید نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 352:) اگر مرد حمل کی مدت سے بیشتر اپنی بیوی کے پاس نہ ہو یا اس سے دوری اختیار کی ہو اور اس مدت کے بعد عورت حاملہ ہو جائے تو اس صورت میں وہ بچہ اس مرد سے ملحق نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 353:) زنا سے پیدا ہونے والا بچہ زناکار سے ملحق نہیں ہوتا چاہے زنا کرنے کے بعد اس عورت سے اس نے شادی کی ہو۔

(مسئلہ نمبر 354:) عورت منع حمل (یعنی بچہ دار نہ ہونے) کے وسائل سے استفادہ کر سکتی ہے جیسے ٹابلٹس وغیرہ اگرچہ شوہر اس کام سے راضی نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 355:) جنین کا سقط جائز نہیں ہے چاہے وہ نطفہ ہی کیوں نہ ہو، سقط کرانے کی صورت میں دیہ واجب ہوتا ہے اور اس کا دیہ بیس (20) سونے کے دینار ہیں نطفہ سے مراد وہ نطفہ ہے جس کا سقط کرانا شرعاً حرام ہے اور دیہ واجب ہے اور نطفے سے مراد تخلیق کا پہلا مرحلہ ہے جس میں انسان کے ابتدائی طور پر خد و خال بنتے ہیں اور یہ بیج ہوتا ہے جو کہ عورت کی رحم کی دیوار سے لگ کر ٹھہر جاتا ہے۔ البتہ اس نطفے کا رحم میں ٹھہرنے سے پہلے سقط کرانا حرام نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 356:) زچگی کے دوران واجب ہے کہ زچگی کی امور کو اس عورت کا شوہر اور عورتیں ہی انجام دیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ وہاں ٹھہر نہیں سکتے۔

(مسئلہ نمبر 357:) میاں بیوی کسی کے بچے کو اپنی فرزندی میں لے سکتے ہیں، لیکن اس بچے کو شرعی آثارِ فرزندی مترتب کرنے کی نیت سے جیسے نان و نفقہ دینا، اس کے لئے محرم ہونا اور ارث لینے کی نیت سے اس بچے کو فرزندی میں لینا جائز نہیں ہے، ہاں اس بچے کی تربیت کے ارادے سے فرزندی میں لینا البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ اس بچے کے والدین کا پتہ نہ ہو یا والدین بچے کو پالنے سے عاجز ہوں اور پالنے والے اور فرزندی میں لینے والے میاں بیوی اس بچے کے فرزند ہونے کا دعویدار بھی نہ ہوں تو

ایسی صورت میں ایسے بچے کو فرزندی میں لینا جائز ہے بلکہ جو شخص بھی اس طرح کا کام انجام دے گا وہ ثواب و جزا کا مستحق ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 358:) پیدا ہونے والے بچے کو نہلانا مستحب ہے اس کے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں اقامہ کہنا اور اس کے منہ میں خاک شفا اور فرات کے پانی کے چند قطرے ڈالنا مستحب ہے۔ مستحب ہے کہ انبیا الٰہی کے ناموں میں سے کوئی ایک نام اس بچے کے لئے منتخب کریں اور اس کے لئے کُنیہ بھی مقرر کریں اور پیدائش کے ساتھویں دن سر مونڈلیں اور اس کے بعد اس کا عقیقہ کریں یعنی ایک گوسفند کی قربانی کریں اور اس کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا سونا صدقہ نکالیں اور اسی دن ختنہ بھی کریں۔ اگر بالغ ہونے سے پہلے بچے کا ختنہ نہیں کیا گیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کا ختنہ کروائیں۔

(مسئلہ نمبر 359:) یہاں بچے کے منہ میں تربت امام حسین علیہ السلام اور فرات کے پانی کے چند قطرے پلانے کا مطلب یہ ہے کہ تربت امام حسین علیہ السلام اور فرات کے پانی کے چند قطرے بچے کے منہ کے اندر بالائی حصے میں ٹپکائے جائیں۔

(مسئلہ نمبر 360:) عقیقہ مستحب موکد ہے، یہ عقیقہ ہر کسی کے لئے ہے چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا مرد ہو یا عورت، مرد اور عورت کے لئے عقیقہ مساوی اور برابر ہے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ مرد کے لئے نر جانور کا عقیقہ کیا جائے اور عورت کے لئے مادہ جانور کا

عقیقہ کیاجائے۔ جو شرائط قربانی کے جانور میں ہو نا چاہیے عقیقہ والے جانور میں ان شرائط کا ہو نا ضروری نہیں ہے۔ اگر چہ مستحب ہے کہ جانور فربہ وسالم ہو اور بہتر ہے کہ والد اور اس کے عیال اس کا گوشت نہ کھائیں اور ماں کے لئے بھی مناسب اور احتیاط یہ ہے کہ وہ بھی کھانے سے پرہیز کرے۔

(مسئلہ نمبر 361:) جس شخص کا عقیقہ نہیں کیا گیا ہو اور وہ بالغ ہو چکا ہے تو مستحب ہے وہ اپنی طرف سے خود ہی عقیقہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 362:) عقیقہ کے جانور کی قیمت کو صدقے میں دینا کافی نہیں ہے البتہ اگر کسی جانور کی قربانی کی جائے تو وہ عقیقہ کی جگہ لے سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 363:) دودھ پینے کا کل دورانیہ دو سال ہے دو سال مکمل ہونے کے بعد بھی دودھ پلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر ماں یا اس کے علاوہ کوئی اور عورت جو بچے کو دودھ پلاتی ہے اجرت کے لینے اور نہ لینے میں برابر ہو تو ماں بچے کو دودھ پلانے میں زیادہ مستحق ہے۔

(مسئلہ نمبر 364:) بچے کی تربیت اور پرورش کے لئے ایک مسلمان، عاقل اور ایک ایسی ماں جو کہ آزاد ہو اور اپنے بچے کی تربیت کی زمداری خود ہی اٹھائے، مذکورہ صفات کی حامل عورت کا انتخاب بچے کے حق میں بہت ہی بہتر ہے، اگر وہ فرزند لڑکی ہے تو بہتر

ہے سات سال تک ماں ہی کے پاس رہے اور اگر وہ فرزند لڑکا ہے تب بھی سات سال ماں ہی کے پاس رہے گا۔

(مسئلہ نمبر 365:) اگر بچے کی حفاظت اور پرورش باپ کے زمے ہو اگر وہ مر جائے تو حفاظت اور پرورش کے لئے ماں ہی بہتر ہے جب تک بچہ بالغ ہو جائے اگر ماں شادی کرے تب بھی حفاظت اور پرورش کے لئے دوسروں سے بہتر ہے۔

(مسئلہ نمبر 366:) بچے کی حفاظت اور پرورش کے دوران ماں مر جائے تو باپ ہی حفاظت و پرورش کی زمداری کو نبھائے گا اور اگر ماں باپ دونوں مر جائیں تو دادا اس زمداری کو نبھائے گا اور اگر دادا بھی نہ ہو تو بچوں کے والد، دادا یا والدہ کا وصی اس بچے کی پرورش و حفاظت کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 367:) بچہ جیسے ہی رشد کی حد تک پہنچ جاتا ہے ماں باپ کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے اور بچے کو اختیار ہے کہ وہ ماں یا باپ یا جس کے ساتھ چاہے زندگی گزارے۔

(مسئلہ نمبر 368:) ماں کے طلاق ہونے کے بعد ظاہراً بچے کی پرورش کی زمداری ماں سے ساقط نہیں ہوتی۔

(مسئلہ نمبر 369:) اگر ماں طلاق کے بعد شادی کرے تو بعید نہیں ہے کہ بچے کی پرورش کا حق اس سے ساقط نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 370:) پرورش اور حضانت کا جو حق والدہ کے لئے ثابت ہے ماں کی ساقط کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن جو پرورش اور حضانت کا حق باپ یا دادا کو ہے ان کے ساقط کرنے سے وہ حق ساقط نہیں ہوتا کیوں کہ ماں کے لئے جو حق حضانت ہے وہ بچے کو دودھ دینے کے حوالے سے دوسروں کی نسبت اولیت کے معنی میں ہے لہٰذا اس حق کا ساقط ہونا ماں کی طرف سے جائز ہے لیکن باپ اور دادا کا جو حق حضانت ہے وہ در حقیقت بچے پر ان دونوں کی ولایت ہے جو قابل اسقاط نہیں ہے۔

نفقہ

1. **بیوی کا نفقہ:۔** دائمی بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 371:) کم از کم شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو غذا، پانی، گھر، فرش، ظروف اور روزمرہ کی زندگی کی ضروریات مہیا کرے اور ان چیزوں کا فراہم کرنا شوہر پر واجب ہے۔ اگر شوہر مذکورہ بالا وسائل مہیا کرنے پر قدرت نہ رکھے اور بیوی بھی اس کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو تو وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں۔ اس قدر نان و نفقہ دینا اس وقت شوہر پر واجب ہے جب بیوی اس کے پاس ہو اگر بیوی اس کی اجازت کے بغیر شوہر کو چھوڑ دے تو شوہر پر نان و نفقہ واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 372:) ظاہراً زچگی کے اخراجات جیسے ڈاکٹر کی فیس زچگی سے متعلق دوائیاں جن کی بیوی کو ضرورت ہو نان و نفقہ واجب میں شمار ہوتی ہیں اور بعید نہیں کہ صعب العلاج بیماریوں کے اخراجات بھی نان و نفقہ واجب میں شمار ہوں اگر چہ ان بیماریوں کا علاج کمر شکن اخراجات کا باعث ہی کیوں نہ بنیں لیکن اس طرح کے اخراجات شوہر کے لئے حرج اور مشقت کا باعث نہ بنے۔

(مسئلہ نمبر 373:) عقد اور رخصتی کے درمیان والے فاصلے میں بیوی کا نان و نفقہ مرد پر واجب نہیں ہے۔

2. رشتہ داروں کا نان و نفقہ۔

ان کے نان و نفقہ میں اور بیوی کے نان و نفقہ میں بنیادی جو فرق ہے وہ یہ ہے بیوی کا نان و نفقہ قرض کے طور پر شوہر کے ذمے ہے اگر شوہر بیوی کو نان نفقہ دینے میں خودداری کرے یا اس کی قدرت نہ رکھے تو شوہر سے یہ زمداری ساقط نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے ذمے قرض کے عنوان سے باقی رہتا ہے اس میں فرق نہیں ہے کہ اس کی بیوی مالدار ہے یا فقیر۔ لیکن دوسرے رشتہ داروں کا نان و نفقہ ایک زمداری کے طور پر انسان کے ذمے ہوتا ہے نہ قرض کی مانند، اگر اس کے رشتہ دار مالدار ہیں تو اس صورت میں انفاق کرنے والے کی زمداری ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح نان و نفقہ دینے والا فقیر ہو تو تب بھی یہ زمداری اس کے کاندھوں سے ساقط ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 374:) وہ رشتدار جن کا نان و نفقہ انسان پر واجب ہوتا ہے وہ یہ ہیں:۔

باپ، فرزند، اگر باپ مالدار ہے تو بیٹے بیٹیوں کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے اسی طرح اگر ماں باپ فقیر ہیں تو فرزندوں کے مالدار ہونے کی صورت میں ماں باپ کا نان نفقہ فرزندوں پر واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 375:) نفقہ کے واجب ہونے کا تعلق پہلے طبقے سے نہیں ہے بنابر این اگر فرزندوں کے فرزند یعنی پوتے اور نواسے بھی واجب النفقہ افراد میں شمار ہوتے ہیں اسی طرح فرزندوں پر بھی ماں باپ کو نفقہ دینا واجب ہے اگرچہ یہ سلسلہ اوپر تک چلایا جائے جیسے دادا، نانا،

دادی، نانی، پڑدادا، پڑنانی، وغیرہ

(مسئلہ نمبر 376:) انسان کا اپنا نان و نفقہ بیوی کے نان و نفقہ پر مقدم ہے اسی طرح بیوی کا نان نفقہ دیگر رشتہ داروں کے نان و نفقہ پر مقدم ہے۔

(مسئلہ نمبر 377:) رشتداروں کو دیئے جانے والے نان و نفقہ کی مقدار عبارت ہے:۔ کھانا، پینا، لباس اور دیگر ضروریات زندگی سے ان بنیادی ضرورتوں کے علاوہ دیگر ضروریات جیسے ان کے قرضے ادا کرنا ان کی شادی کرنا وغیرہ واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 378:) بیوی کا گھر سے باہر نکلنا اگر شوہر کے حقِ بہرہ برداری کے ساتھ منافات رکھے تو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے اور بنابر احتیاط واجب بیوی کا گھر سے خارج ہونا شوہر کے بہرہ برداری کے حق سے منافات نہ بھی رکھے تب بھی جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 379:) اگر عورت کے لئے کوئی واجب سفر در پیش ہو تو تب بھی اس کا نان و نفقہ شوہر سے ساقط نہیں ہوگا اور ضروری ہے کہ نان و نفقہ سفر کے دوران بھی ادا کرنا چاہیے لیکن سفری اخراجات اور دیگر ضروریات سفر کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، اگر وہ سفر زندگی کے اور روز مرہ کے کاموں کا جزء ہو جیسے بیماری کے علاج کے لئے سفر ضروری ہو تو اس صورت میں سفر کے اخراجات شوہر پر واجب ہیں اگر سفر کسی واجب عمل کے انجام دہی کے حوالے سے ہو جو کہ صرف وہی انجام دے سکتی ہے جیسے حج واجب ہے یا شوہر کی اجازت سے نذر کیا ہو کہ مستحب حج بجالائے تو اس صورت میں سفری اخراجات شوہر پر واجب نہیں ہیں جیسے قربانی کرنا یا کفارہ ادا کرنا جو کہ عورت کی زندگی ان سے وابستہ نہیں ہے اس طرح کے اخراجات شوہر پر واجب نہیں ہیں جو چیز شوہر پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ جس کی تعیین شریعت میں کی گئی ہے جیسے لباس اور ہر وہ چیز جس کے ذریعے زندگی

کی گاڑی چلائی جاتی ہے جیسے کھانا پینا اور گھر۔

مذکورہ بالا چیزیں یعنی سفری اخراجات جو کہ نان و نفقہ کے دائرے سے خارج ہو جاتے ہیں، شوہر پر واجب نہیں ہیں۔

(مسئلہ نمبر 380:) اگر شوہر اپنی بیوی کو نان و نفقہ دینے سے عاجز ہو تو بیوی حاکم شرع سے رجوع کر سکتی ہے تاکہ حاکم شرع شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے اور اگر شوہر طلاق دینے میں پس و پیش سے کام لے تو حاکم شرع خود اس عورت کو طلاق دے گا۔ اور اگر شوہر نان و نفقہ کی قدرت تو رکھتا ہے مگر جان بوجھ کر پس و پیش سے کام لیتا ہے تب بھی وہ عورت حاکم شرع کی طرف رجوع کر سکتی ہے اور حاکم شرع اس کو دو راستوں میں سے یعنی طلاق یا ادائے نان و نفقہ میں سے کسی ایک پر مجبور کر سکتا ہے۔

اگر مرد ان دونوں راستوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر بھی پس و پیش سے کام لینے کی کوشش کرے تو حاکم شرع اس عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔

3. مملوک کا نان و نفقہ۔

مملوک جانور کا نان و نفقہ مالک پر واجب ہے چاہے اس جانور کو چرنے کے لئے آزاد چھوڑنا ہو اگر مالک اس جانور کو نان و نفقہ دینے میں پس و پیش کرے تو حاکم شرع اس مالک کو جانور کے فروخت کرنے یا چارہ دینے پر مجبور کر سکتا ہے اور اگر وہ جانور ذبح کرنے کا قابل ہے تو بنابر احتیاط واجب اسے ذبح کرے۔

طلاق کے احکام

(مسئلہ نمبر 381:) شرعی طلاق کے چار ارکان ہیں:۔

اول - طلاق دینے والا (مُطلِّق)

دوئم - طلاق پانے والی (مُطلَّقَۃ)

سوم - طلاق کا صیغہ

چہارم - طلاق کے گواہ

طلاق دینے والے کی شرائط

طلاق دینے والے کے لئے چار شرائط ہیں:۔

1. بلوغ –بنابر این غیر مُمیّز بچے کا بالغ ہونے سے پہلے طلاق دینا بنابر احتیاط واجب جائز نہیں ہے۔
2. عقل - بنابر این دیوانے کا طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔
3. اختیار - بنابر این زبردستی طلاق دلوانے والے کا طلاق صحیح نہیں ہے۔

4. قصد - بنابراین اگر کسی کا طلاق دینے کا قصد نہ ہو بلکہ مذاق، خواب، بھولے سے، غلطی سے، مستی کی حالت میں طلاق دے تو اس کا طلاق دینا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 382:) اگر کسی بچے کا ولّی ولایت رکھنے کی بنابر اس کی بیوی کو طلاق دے تو اس کا طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 383:) یہ بات بعید نہیں کہ بچے کا ولی اس کی موقت بیوی کی مدت کو بخشدے اور خصوصاً یہ کام ایک ایسے وقت میں ہو جس میں بچے کا مفاد ہو۔

طلاق لینے والی عورت کی شرائط

مطلقہ عورت میں مندرجہ ذیل شرائط معتبر ہیں:۔

1. عورت کا نکاح دائمی ہو موقت بیوی یا وہ عورت جو کہ کنیز و مملوکہ ہو طلاق صحیح نہیں ہے۔

2. حیض و نفاس سے پاک ہو اور اس میں تین شرائط ہیں:۔

اول۔ شوہر نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو۔

دوم۔ حاملہ نہ ہو۔

سوم۔ اس کا شوہر غائب نہ ہو۔

اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے جیسے اس کے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو یا یہ کہ اس نے ہمبستری تو کی ہے لیکن حاملہ ہے یا اس کا شوہر غائب ہے اس صورت میں اس عورت کا طلاق حیض اور نفاس کی صورت میں بھی صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 384:) اگر شوہر کو معمول کی معلومات کی بنیاد پر اپنی بیوی کے حیض و نفاس کی حالت میں ہونے یا پاک ہونے کا علم حاصل نہ ہو جائے تو بدون حصول علم و یقین بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا اگر شوہر بغیر جانے طلاق دے اور بعد میں پتہ چل جائے کہ وہ عورت حیض اور نفاس کی حالت میں تھی تو طلاق جائز نہیں ہے اگر شوہر کے لئے بیوی سے متعلق معلومات حاصل کرنا ممکن نہ ہو جیسے کافی عرصے سے وہ بیوی سے دور ہو اور وہ معلومات لینے سے قاصر ہو ایسی صورت میں شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کا طلاق صحیح ہے اگرچہ بعد میں پتہ چل جائے کہ طلاق حیض و نفاس کی حالت میں واقع ہوا ہے۔

3. پاکیزگی کے دوران دخول نہ کرے۔ حیض اور نفاس سے پاک ہونے کے بعد شوہر نے اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو اگر ہمبستری کی ہے تو پھر طلاق باطل ہے مگر یہ کہ وہ عورت بانجھ ہو چکی ہو، یا نابالغ ہو، یا حاملہ ہو، یا اس کا شوہر غائب ہو اور شوہر کے لئے بیوی کے متعلق معلومات حاصل کرنا ممکن نہ ہو ان مذکورہ موارد میں طلاق دینا صحیح ہے۔

صیغہ طلاق

اگر شوہر صیغہ طلاق میں کہے "**فلانَة طالق**" یا "**اَنتِ طالِق**" یا "**زَوجَتی طالِق**" تو صیغہ طلاق جاری ہو جائے گا، مندرجہ ذیل صیغوں سے طلاق جاری نہیں ہوتا "**طَلّقتُ فُلانَة**" یا "**انتِ مُطلَّقَة**" یا "**فُلانة مُطلقَة**" یا "**اَنتِ حرام**" یا "**اَنتِ خلية**" اس طرح کے صیغوں سے طلاق جاری نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 385:) جو شخص بول سکتا ہے وہ لکھ کر یا اشارہ سے طلاق نہیں دے سکتا لیکن جو شخص بول نہیں سکتا وہ لکھ کر یا اشارہ سے طلاق دے سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 386:) صیغہ طلاق میں شرط ہے کہ صیغہ طلاق کو کسی ایسی چیز سے معلق نہ کیا جائے جس کے واقع ہونے کا احتمال ہو یا آئندہ واقع ہونے کا یقین جیسے "**اذا جاء زيد فَانتِ طالق**" یا کہے "**اذا طَلَعتِ الشمسُ فانتِ طالق**" اس طرح کا مشروط طلاق باطل ہے۔

طلاق کے گواہ

طلاق کے گواہ میں مندرجہ ذیل امور شرط ہیں:۔

1. عدالت۔ دو عادل گواہ ہوں۔
2. اکٹھے ہوں۔ دونوں عادل گواہ صیغہ طلاق اکٹھے سنیں، اگر یہ دونوں مختلف مجلسوں میں الگ الگ طلاق کو سنیں تو طلاق باطل ہے۔

3. گواہ مرد ہوں۔ دونوں عادل گواہ مرد ہوں کیوں کہ خواتین کی گواہی کافی نہیں ہے۔ یہاں شاہد کی گواہی سے مراد واقعی عدالت ہے اگر ان دونوں کے فاسق ہونے کا یقین ہو تو ایسے شاہدوں کے روبرو جاری ہونے والے طلاق پر صحیح طلاق کے آثار لاگو نہیں کئے جاسکتے اگر طلاق کے بعد دونوں شاہدوں کا فسق مرد یا عورت پر ظاہر ہو جائے تو طلاق کا باطل ہونا کشف ہوا ہے۔ لہٰذا وہ مرد و عورت اب بھی میاں بیوی ہونگے اور زوجیت باقی رہے گی۔

طلاق کی قسمیں

طلاق بدعت

طلاق بدعت اور سنت کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 387:) طلاق بدعت وہ طلاق ہے جس سے شارع مقدس نے نہی فرمائی ہے جیسے مندرجہ ذیل موارد:۔

1. حیض و نفاس کی حالت میں غیر حاملہ عورت کو طلاق دینا، شوہر حاضر ہو اور بیوی کے بارے میں جاننا بھی ممکن ہو کہ وہ حیض و نفاس سے پاک ہے یا نہیں، اسی طرح شوہر غائب ہو لیکن بیوی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اس کے لئے ممکن ہو، مذکورہ حالتوں میں دیا جانے والا طلاق، طلاق بدعت ہے۔
2. پاکیزگی کے ایام میں جبکہ شوہر نے دخول کیا ہے ایسی عورت کو طلاق دینا جو حیض اور نفاس سے پاک ہو اور اسی پاکیزگی کے دوران اس کے ساتھ شوہر نے ہمبستری کی ہے اور دخول کیا ہے اور

وہ عورت یائسہ کم عمر اور حاملہ نہ ہو تو ایسی عورت کو طلاق دینا بدعت ہے۔

3. مُسترابہ عورت کا طلاق۔ مُسترابہ عورت کو آخری بار ہمبستری کرنے کے بعد تین مہینے مکمل ہونے سے پہلے طلاق دینا۔

مُسترابہ۔ ایسی عورت جو کہ حیض کی عمر میں ہو لیکن کسی بیماری یا کسی اور وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔

4. تین بار طلاق دینا۔ ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ طلاق دینا، چاہے وہ طلاق اس طرح دے "**ھی طالِق ثَلاثا**" یا یوں کہے "**ھی طالق ھی طالق ھی طالق**" طلاق کی یہ ساری قسمیں باطل ہیں سوائے آخری کے البتہ اس میں بھی صرف ایک طلاق صحیح ہے باقی دو باطل ہیں۔

طلاق سُنّت

(مسئلہ نمبر 388:) طلاق سُنّت۔ ایسا طلاق جو کہ شرع کی نظر میں صحیح ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں:۔

1. طلاق بائن۔ طلاق بائن ایسا طلاق ہے جس میں مرد عورت کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ عورت عدت کے ایام گزار ہی ہو مگر یہ کہ عقد جدید کے ذریعے رجوع کیا جائے اس طلاق کے موارد یہ ہیں:۔

(الف) یائسہ کا طلاق۔ اگر عورت حیض آنے کی عمر سے گزر جائے اور یائسہ ہو جائے۔

(ب) نابالغ لڑکی کا طلاق۔ ایسی لڑکی کو طلاق دینا جس کی عمر 9 سال مکمل نہ ہو صغیر ہو اور قبل و دُبر میں دخول بھی انجام نہ پایا ہو۔

(ج) طلاق خلع و مبارات۔ ان دونوں کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

(د) تیسری مرتبہ طلاق کے بعد۔ جس عورت کو تین بار طلاق دیا جائے اور تینوں مرتبہ رجوع کیا گیا ہو۔

2. طلاق رجعی۔ ایسا طلاق ہے کہ عورت مرد کے زمے ہوتی ہے اور مرد عدت کے ختم ہونے سے پہلے اس کی طرف رجوع کر سکتا سوائے مذکورہ بالا طلاق بائن کے، باقی رجعی طلاق کی اقسام ہیں۔

(مسئلہ نمبر 389:) رجوع جو کہ زوجیت کے لوٹنے کا سبب بنتا ہے لفظ (راجعت) اور اس طرح کے دوسرے الفاظ سے ہو سکتا ہے یا لذت سے بوسہ لینا یا اس طرح کوئی اور کام انجام دے جس سے رجوع ثابت ہو جائے البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ مرد مکمل آگاہی رکھے کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی کی طرف رجوع کر رہا ہے لیکن بھولے سے یا اس اعتقاد و یقین سے کہ وہ اس کی غیر مطلقہ بیوی ہے رجوع کرے تو اس صورت میں وہ رجوع نہیں کہلائے گا۔

(مسئلہ نمبر 390:) عورت جب تک عدت میں ہے مرد کا اس کی طرف رجوع کرنے کا دعوی یا صرف خبر سے رجوع ثابت ہوتا ہے لیکن عدت کے ختم ہونے کے بعد صرف رجوع کرنے کا دعوی کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے گواہ لانے ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 391:) بعید نہیں کہ شوہر کے رجوع کرنے کا دعوی ایک گواہ اور خود شوہر کی

قسم یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو جائے اور قبول ہو۔

(مسئلہ نمبر 392:) اگر مرد اپنی بیوی کو تین بار طلاق دے اور اس دوران دو مرتبہ رجوع کرے تو تیسری مرتبہ رجوع نہیں کر سکتا اور اس کا رجوع کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر اس عورت سے ایک شخص شادی کرے اور اسے طلاق دے تو وہ شخص اپنی سابقہ بیوی سے شادی کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 393:) وہ شخص جو تین طلاقوں والی عورت سے محلل کے عنوان سے شادی کرے مشہور یہ ہے کہ وہ شخص مندرجہ ذیل شرائط کے تحت شادی کرے:۔

1. محلل کو بالغ ہونا چاہیے۔
2. عورت کے ساتھ ہمبستری کرے اور ہمبستری کے علاوہ صرف شادی کرنا کافی نہیں اور بعید نہیں کہ انزال بھی معتبر ہو۔
3. ہمبستری بھی عقد کے ذریعے سے ہو مرد کا عورت کو ملکیت میں لینا کافی نہیں ہے۔
4. ہمبستری بھی عقد دائم کے ذریعے ہو نہ کہ عقد موقت (متعہ) کے ذریعے۔

قائدہ الزام

یہ قائدہ اس وقت کارفرما ہوتا ہے جب کوئی شیعہ فرد اپنے مذہبی مخالف کے کسی عمل پر اس کے اپنے ہی عقیدے کے مطابق آثار وضعی مترتب کرنا چاہے البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ وہ وضعی آثار شیعہ عقیدے کے مخالف ہوں بنابر این اس قائدے کا موضوع مذہب کا مخالف قرار پاتا ہے اور قائدہ الزام یہ ہے کہ مخالف سے اس حکم کو منوانا جس کو وہ قبول کرتا ہے اور مانتا ہے، اور اس قائدے کا مورد ایک ایسا حکم ہے کہ جسکا ماننا شیعہ مخالف کے لئے ضروری ہے اور جہاں کہیں بھی مذکورہ

موارد موجود ہونگے یہ قائدہ وہاں جاری ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 394:) اگر مخالف اپنی بیوی کے ساتھ پاکیزگی کے ایام میں ہمبستری کرے، یا حیض و نفاس کے دنوں میں اسے طلاق دے یا قسم وغیرہ کھا کر اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس صورت میں اس کے اپنے عقیدے کے مطابق طلاق صحیح ہے لیکن شیعہ مکتب کے نزدیک یہ طلاق باطل ہے لیکن مذکورہ صورت میں شیعہ فرد قائدہ الزام کی روشنی میں عدت مکمل ہونے کے بعد اس عورت سے شادی کر سکتا ہے چاہے وہ عورت سنی ہو یا شیعہ اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 395:) اگر شیعہ مخالف شخص اپنی بیوی کو ایک ہی جلسے میں تین بار طلاق دیدے اور اس کے بعد وہ شیعہ مسلک اختیار کرے تو وہ دیگر شیعہ حضرات کی طرح اس عورت سے محلل کے بغیر شادی کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 396:) اگر مخالف مذہب شیعہ اپنی بیوی کے ساتھ پاکیزگی کے دوران ہمبستری کرے یا حیض و نفاس کے دوران دو شاہدوں کے روبرو طلاق دے اور وہ بعد میں شیعہ عقیدہ اختیار کرے اگر وہ شخص اس عورت کی عدت کے دوران شیعہ ہوا ہے تو اس صورت میں وہ شخص بغیر نکاح کے اپنی بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے اگر عدت کے ختم ہونے کے بعد شیعہ عقیدہ اختیار کیا ہے تو جدید نکاح سے اس عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے۔

عدت کے موجبات

1. طلاق اور اسکے ملحقات جیسے فسخ وانفساخ۔

(مسئلہ نمبر 397:) جس عورت کو طلاق دیا گیا ہو اگر اس کی عمر نو سال قمری سے کم یا حیض کی عمر سے گزر چکی ہو ان دونوں کے لئے عدت نہیں ہے چاہے شوہر نے ان کے ساتھ ہمبستری کی ہو اسی طرح اس عورت کے لئے بھی عدت نہیں ہے جس کا قبل یا دبر میں شوہر نے دخول نہ کیا ہو۔

(مسئلہ نمبر 398:) دخول آلہ تناسل کو سپاری کی حد تک داخل کرنے سے محقق ہوتا ہے اس میں منی کا انزال ضروری نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 399:) جس عورت کو طلاق دیا گیا ہے اگر وہ آزاد ہو اور اس کے حیض و نفاس کے ایام بھی منظّم ہوں اور حاملہ بھی نہ ہو تو اس کی عدت کی مدت تین مرتبہ حیض سے پاک ہونا ہے اگر طلاق کے بعد دو حیض گزر جائیں اور تیسرے حیض میں خون دیکھے تو اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی عورت حیض کی عمر میں ہو مگر کسی بیماری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین ماہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 400:) جس عورت کے حیض کے ایام نا منظّم ہوں جیسے ایک بار خون دیکھے اور دوسری بار وہ خون نہ دیکھے یا یہ کہ وہ ہر چھ ماہ بعد چار ماہ بعد یا تین ماہ بعد صرف ایک بار خون دیکھے ایسی عورت کو طلاق کے بعد تین مہینے گزر جائیں تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی چاہے ان تین مہینوں میں وہ خون بھی دیکھ لے۔

(مسئلہ نمبر 401:) حاملہ عورت کی عدت زچگی تک ہے چاہے طلاق کے ایک گھنٹے کے بعد ہی زچگی ہو جائے، حاملہ عورت کی عدت جنین کے سقط ہو جانے سے ختم ہو جاتی ہے اگرچہ وہ بچہ کامل نہ ہو اگر بچہ مضغہ کے مرحلے میں ہو تب بھی عدت ختم ہو جاتی ہے۔

2. وفات

(مسئلہ نمبر 402:) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ بھی نہ ہو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے، اس میں فرق نہیں کہ اس عورت کی عمر 9 سال قمری سے کم ہو یا زیادہ، یائسہ ہو یا نہ ہو، مسلمان ہو یا مسلمان نہ ہو، شوہر نے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو، نکاح دائمی ہو یا موقت، اگر وہ عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت حمل کی باقی ماندہ مدت کا بیشتر حصہ اور چار ماہ دس دن ہے، یعنی مذکورہ ان دو مدتوں سے جو بھی زیادہ ہے وہی اس کی عدت ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 403:) جو عورت عدت وفات گزار رہی ہے اس کے لئے احتیاط واجب یہ ہے کہ وہ جسم اور لباس پر بناو سنگھار کرنے سے پرہیز کرے جیسے سرمہ لگانا، عطر لگانا، میک اپ کرنا و غیرہ سے خود داری کرے لیکن غسل کرنا، صفائی کرنا ناخن کاٹنا و غیرہ جن کو عرف عام میں زینت نہیں کہا جاتا ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 404:) وفات کی عدت گزارنے والی عورت چاہے وہ عدت کے دن اپنے شوہر کے گھر گزار رہی ہے یا کسی اور گھر اس کا باہر نکلنا مکروہ ہے لیکن اگر کسی واجب کام کی انجام دہی یا کوئی ایسا کام جو کہ گھر سے باہر نکلنے پر متوقف ہو ایسے کاموں کے لئے گھر سے باہر نکلنا مکروہ نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 405:) لوگوں کے درمیان یہ تاثر عام ہے کہ جو عورت وفات کی عدت گزار رہی ہے اسے گھر کے کسی کونے میں لوگوں سے الگ تھلگ زندگی گزارنی چاہیے اور کوئی نامحرم نہ دیکھے یہ تاثر غلط ہے اور اس طرح الگ تھلگ رہنا ضروری نہیں ہے وہ عورت بھی عدت کے دوران دیگر عورتوں کی طرح ہی ہوتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 406:) اگر مرد اپنی بیوی کو رجعی طلاق دے اور عورت عدت کے دوران مر جائے تو عورت کو چاہیے وفات کی عدت گزارے نہ کہ طلاق کی عدت۔

(مسئلہ نمبر 407:) جس شخص کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مردہ اس کی بیوی کو صبر کرنا چاہیے اور غائب شخص کے ولی کو چاہیے کہ وہ اپنے مال سے یا شوہر کے مال سے بیوی کو خرچہ دے، اور اگر غائب شخص کے پاس کوئی مال و غیرہ نہ ہو اور ولی اپنے مال سے اس عورت کو خرچہ نہ دے تو اس صورت میں عورت صبر کرے اگر صبر نہیں کر سکتی تو حاکم شرع سے رجوع کرے اور حاکم شرع اس کو چار سال کی مہلت دے گا اور اس کے گم شدہ شوہر کے بارے میں تحقیقات کرے گا اگر اس کے زندہ ہونے کا پتہ چلا تو عورت صبر کرے گی اور اگر پتہ چلے کہ وہ مر گیا ہے تو عورت عدت وفات رکھے گی، اور اگر اس کے زندہ یا مردہ ہونے کا پتہ نہ چلے اور چار سال بھی ختم ہو جائیں تو حاکم شرع زوج کے ولی کو بلا کر کہے گا کہ اس عورت کو شوہر کے مال سے نان و نفقہ دے اور اگر وہ نان و نفقہ دینا شروع کرتا ہے تو وہ عورت شادی نہیں کر سکتی اور نان و نفقہ دینے سے اجتناب کرے تو حاکم شرع اس سے کہے گا کہ وہ اسے طلاق دے اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو حاکم شرع اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 408:) اگر گمشدہ شخص کا ولی نہ ہو یا اس کو طلاق پر مجبور کرنا ممکن نہ ہو تو حاکم شرع اس عورت کو طلاق دے گا اور عورت پر واجب ہے کہ وہ وفات کی عدت گزارے اور عدت گزر جانے کے بعد وہ شوہر کے لئے اجنبی ہو گی اور جس سے چاہے وہ شادی کر سکتی ہے، اور اگر شادی کرنے کے بعد اس کا سابقہ شوہر پیدا ہو جائے تو وہ اس عورت پر کوئی حق نہیں رکھے گا، ہاں اگر عدت کے ایام میں اس کا شوہر پیدا ہو جائے تو وہ رجوع کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 409:) اگر کسی گمشدہ شخص کے بارے میں چار سال کے عرصے سے کم مدت میں پتہ چل جائے جس طرح آج کے دور میں تحقیق اور ارتباط کے ذرائع کی فراوانی ہے کہ وہ زندہ نہیں ہے اور اس کے مر جانے کا اطمنان حاصل ہو جائے تو باقی ماندہ مدت میں انتظار اور تحقیق کرنا واجب نہیں ہے، لیکن اس کے زندہ ہونے کا احتمال ہو اور اس نے اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھا ہے تو ایسی صورت میں چار سال کے ختم ہونے تک انتظار کرنا چاہیے اور چار سال ختم ہو جائیں اور اس تک دست رسی بھی نہ ہو اور صرف احتمال موجود ہو کہ اگر چار سال کے بعد بھی ڈھونڈا جائے تو ممکن ہے پیدا ہو جائے اس احتمال کی بناپر چار سال کے ختم ہو جانے کے بعد بھی اسے ڈھونڈنا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 410:) انسان سفر کے دوران، جنگ کے دوران، یا کسی اور وجہ سے گم ہو جائے بہر حال گم شدگی کی کیفیت میں اختلاف نہیں اور فرق نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 411:) اگر عورت کو اس کے شوہر کے مر جانے کا اطمینان ہو تو ایسی صورت میں نہ ڈھونڈنا واجب ہے اور نہ ہی حاکم شرع کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت ہے جس دن اسے شوہر کے مرنے کا اطمینان حاصل ہوا ہے اس دن سے عدت وفات رکھے۔

(مسئلہ نمبر 412:) جو طلاق ولی یا حاکم شرع کی طرف سے واقع ہو، اس میں نان و نفقہ واجب ہے، اور عدت کے دوران شوہر پیدا ہو جائے تو وہ بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے، اگر بیوی یا شوہر میں سے کوئی ایک عدت کے دوران مر جائے ایک دوسرے سے ارث پائینگے، لیکن عدت کے ختم ہو جانے کے بعد ان دونوں میں سے کوئی مر جائے تو ارث نہیں پائینگے۔

(مسئلہ نمبر 413:) جس عورت کا شوہر گم ہو چکا ہے، اس کو یقین ہو کہ اس کا شوہر زندہ

ہے، لیکن یہ دعوی کرے کہ وہ صبر و برداشت نہیں کر سکتی، اور شادی کرنا چاہتی ہے، یا یہ کہ اس کا شوہر عمر بھر کی قید کی سزا پا چکا ہے، اور وہ صبر نہیں کر سکتی، اگر اس کا شوہر اس کے زندگی کی تمام ضروریات کو فراہم کرتا ہے جیسے لباس، کھانا پینا، رہائش وغیرہ تو عورت کو چاہیے کہ وہ صبر کرے، اور طلاق کے مطالبے کا حق نہیں رکھتی، اور اگر شوہر ایسا شخص نہیں جو اس کی زندگی کی ضروریات جیسے رہائش، لباس، کھانا و پینا فراہم کرسکے تو حاکم شرع اس عورت کو نان و نفقہ دے گا یا اسے طلاق دے گا۔

(مسئلہ نمبر 414:) جو عورت حکومتی کورٹ سے طلاق لے اور وہ طلاق کچھ شرائط کا حامل نہ ہو، اور اس عورت کا شوہر شرعی طلاق کو رد کرتے ہوئے کہے کہ میں نے عدالت میں طلاق دیدی ہے، تو اس صورت میں شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ شرعی طریقے سے بیوی کو طلاق دے، اور نہ ماننے کی صورت میں حاکم شرع طلاق جاری کریگا، اور عورت عدت کے ختم ہو جانے کے بعد جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 415:) اگر شوہر اپنی بیوی کو نان و نفقہ دینے سے جان چھڑائے، اور طلاق دینے پر بھی راضی نہ ہو جائے، تو عورت کو حق ہے کہ وہ حاکم شرع سے رجوع کرے اور حاکم شرع شوہر کو نان و نفقہ دینے کا پابند کرے گا یا شوہر سے طلاق دلوائے گا، اگر شوہر حاکم شرع کی ان دونوں باتوں پر عمل نہ کرے اور حاکم شرع بھی اس شخص کو ان دونوں میں سے کسی ایک پر مجبور نہ کر سکتا ہو، تو اس صورت میں عورت طلاق مطالبہ کر سکتی ہے اور حاکم شرع اس کو طلاق دے گا۔

(مسئلہ نمبر 416:) اگر شوہر اپنی بیوی کو اذیت پہنچائے اور اس پر ظلم کرے، اور اس کے ساتھ نیکی کا سلوک نہ کرے، تو عورت حاکم شرع سے رجوع کر سکتی ہے، اور حاکم شرع شوہر کو پابند

کرے گا کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے، یا بیوی کو طلاق دے، اور اگر شوہر حاکم شرع کی دونوں باتوں پر کان نہ دھرے، اور حاکم شرع کے لئے بھی ان دو باتوں میں سے کسی ایک پر مجبور کرنے کا امکان نہ ہو، تو بیوی طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے، اور حاکم شرع اس عورت کو طلاق دے گا۔

(مسئلہ نمبر 417:) اگر شوہر اپنی بیوی کو ویسے چھوڑ دے یعنی اس کے حقوق کا کسی طرح سے خیال نہ رکھے تو ایسی صورت میں بیوی حاکم شرع کی طرف رجوع کر سکتی ہے اور حاکم شرع اس کے شوہر کو بلا کر اسے کہے گا کہ بیوی کے حقوق ادا کرے یا اسے طلاق دے، اور اگر مرد حاکم شرع کی کسی بات کو نہ مانے اور حاکم شرع کے لئے بھی یہ ممکن نہ ہو کہ اس کو کسی بات پر مجبور کرے، تو اس صورت میں عورت طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے اور حاکم شرع اسے طلاق دے گا۔

3. وطی بہ شُبہ

ایک شخص کسی عورت کے ساتھ بیوی سمجھ کر ہمبستری کرے یا ایک عورت اس خیال سے کہ وہ شوہر سے آزاد ہو گئی ہے کسی سے شادی کرے یا کوئی شخص اس خیال سے کہ عورت کی عدت ختم ہو گئی ہے یا عدت کے دوران شادی کو جائز سمجھتے ہوئے شادی کرے تو اس طرح کی ہمبستری کو وطی بہ شبہہ کہا جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 418:) اگر وطی بہ شبہ ثابت ہو جائے تو عورت پر واجب ہے کہ وہ طلاق کی عدت گزارے اور اگر وہ عورت شوہر دار نہیں ہے تو عدت کے اختتام تک شوہر نہیں کر سکتی البتہ جس شخص نے اس عورت سے وطی بہ شبہ انجام دیا ہے وہ اس عورت سے شادی کر سکتا ہے، اگر وہ عورت شوہر دار ہے تو اس کا شوہر عدت کے ختم ہونے تک ہمبستری نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 419:) اگر وطی بہ شبہ ثابت ہو جائے اور عورت حاملہ ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

(مسئلہ نمبر 420:) اگر شوہر دار عورت زنا کرے تو اس کے لئے عدت گزارنا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 421:) غیر شوہر دار عورت اگر زنا کرے اور اس کے بعد شادی کرنا چاہے تو اس کے لئے عدت رکھنا واجب نہیں ہے اور وہ عورت خود زانی کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ شادی کر سکتی ہے البتہ مستحب ہے کہ وہ ایک حیض کے ذریعے استبراء کرے یعنی ایک حیض سے پاک ہونے تک شادی نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 422:) طلاق ہوتے ہی عدت کا وقت شروع ہوتا ہے چاہے شوہر حاضر ہو یا غائب اور وفات کی عدت کا آغاز اگر شوہر حاضر ہے تو وفات ہوتے ہی شروع ہوتا ہے اور اگر شوہر غائب تھا تو اس کے مرنے کی خبر ملتے ہی عدت کا آغاز ہوگا۔

4. نکاح موقت (متعہ) کی عدت

(مسئلہ نمبر 423:) متعہ والی عورت جو کہ حاملہ نہ ہو اور ماہواری بھی منظّم ہو اسکی عدت دو حیض کا گزرنا ہے اگر اس کو دو بار حیض آجائے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی اور اگر اس کی ماہواری مضطرب اور غیر منظّم ہو جیسے کبھی دو مہینے کے بعد حیض آجائے اور کبھی تین مہینے کے بعد یا وہ عورت حیض والی عمر میں ہے مگر اسے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت پینتالیس (45) دن ہو گی اور اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل اس کی عدت ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 424:) جس عورت کو طلاق بائن دیا گیا ہو وہ نامحرم عورتوں کی طرح ہے نہ ہی

شوہر کے ذمے نان و نفقہ ہوگا اور نہ ہی اس عورت کے لئے شوہر کی فرمانبرداری واجب ہے اور نہ ہی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا اس کے لئے حرام ہے۔ لیکن جس عورت کو رجعی طلاق دیا گیا ہے وہ زوج کے حکم میں ہے بنابر این شوہر اجازت کے بغیر اس عورت کے پاس آنا جانا رکھ سکتا ہے اور عورت کے لئے بھی مستحب ہے وہ اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرے اور مرد پر اس کا نان و نفقہ واجب ہے اور عورت پر شوہر کی فرمانبرداری اور اطاعت واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا عورت کے لئے حرام ہے اور اگر ان دو میں سے کوئی ایک عدت کے دوران مر جائے تو ارث پائینگے۔

طلاق خلع

(مسئلہ نمبر 425:) خلع اور مبارات طلاق بائن کی قسمیں ہیں اور ان دونوں کے لئے الگ شرائط واحکام ہیں۔

طلاق خلع کی شرائط

(اوّل) فدیہ: فدیہ عبارت ہے کہ عورت مرد کو کوئی مال دے تاکہ مرد اسے طلاق دے اور آزاد کرے۔

فدیہ میں چند چیزیں معتبر ہیں:۔

1. بخش دیا گیا مال تملک و تملیک کا قابل ہو، بنابر این اگر وہ چیز شراب و سُور جیسی ہو تو فدیہ نہیں

بن سکتی کیوں کہ مذکورہ چیزیں تملیک و تملک کے قابل نہیں۔

2. معین ہونا چاہیے۔ بخش دیا گیا مال مقدار اور صفت کے اعتبار سے معین اور معلوم ہونا چاہیے۔

3. مجبور نہ کیا گیا ہو۔ مال کا بخش دینا عورت کے اختیار میں ہو مجبوراً بخشوانا جائز نہیں ہے چاہے شوہر مجبور کرے یا کوئی اور۔

(دوئم) عورت کا راضی نہ ہونا۔ عورت مرد سے نفرت کرے اور ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو اس طرح کہ باقی ماندہ زندگی شوہر کے ساتھ گزارنا اس کے لئے ناممکن ہو اور شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا اس کے لئے اس کے بد اخلاق کی وجہ سے مشکل ہو یا وہ بد صورت اور بد شکل ہونے کی بنابر ناممکن ہو یا شرابی، نشئی، بے نمازی ہو مذکورہ بالا چیزیں اس صورت میں معتبر ہیں جب شوہر بیوی کے نان و نفقہ ہمبستری کے ایام کی تقسیم جیسے واجب حقوق میں کوتاہی نہ کرے۔

(سوم) مرد عورت سے نفرت نہ کرے یعنی مرد بیوی سے نفرت نہ کرے۔

(چہارم) دو شاہدوں کا ہونا ضروری ہے۔ دو عادل گواہ طلاق خلع کے وقت موجود ہوں اگر دو عادل گواہوں کی موجودگی کے بغیر طلاق خلع جاری ہو جائے طلاق باطل ہے۔

(پنجم) عدم تعلیق۔ طلاق کو کسی ایسی چیز سے معلق نہیں کرنا چاہیے جس کا واقع ہونا مشکوک اور اس کا وقوع محتمل ہو اور یہ چیزیں طلاق کے بحث میں گزر چکی ہیں۔

(مسئلہ نمبر 426:) وہ تمام شرائط جو طلاق دینے والے اور طلاق پانے والی کے لئے یعنی شوہر اور بیوی کے لئے بیان کی گئی ہیں وہ شرائط طلاق خلع و مبارات میں بھی جاری ہیں۔

خلع کا صیغہ

(مسئلہ نمبر 427:) ظاہراً طلاق خلع صیغہ طلاق اور خلع کے دونوں صیغوں میں سے ہر ایک صیغے کے ذریعے انجام پاسکتا ہے اور ان دونوں صیغوں کو آپس میں ملا کر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ بنابراین اگر مرد کہے "**انتِ طالق علی الف دینار**" یا کہے "**فلانة طالق علی الف دینار**" تو طلاق خلع واقع ہوتا ہے اور وہ صحیح ہے۔ اسی طرح مرد کہے "**خَلَعتُکِ علی کذا**" یا کہے "**اَنتِ مُختلعة علی کذا**" یا کہے "**فلانة مُختلعة علی کذا**" اور بہتر و احوط یہ ہے صیغہ "**انتِ طالق یا ھی طالق**" کو صیغہ خلع کے ساتھ ملالے اوریو کہے "**خَلَعتُکِ علی کذا فَانتِ طالق**"۔

خلع کے احکام

(مسئلہ نمبر 428:) جو عورت طلاق خلع لے جب تک وہ عدت گزار رہی ہے اپنے بخشے ہوئے مال (فدیہ) کو واپس لے سکتی ہے اور مرد بھی اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 429:) جو عورت اپنے شوہر سے طلاق خلع لیتی ہے وہ شوہر سے ارث نہیں پاتی اور شوہر اس سے ارث نہیں پاتا کیوں کہ جو زوجیت کا بندھن ہے وہ خلع پاتے ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر عورت عدت کے دوران فدیہ کی طرف رجوع کرے اور عدت کے ختم ہونے سے پہلے میاں بیوی میں سے کوئی مر جائے تو اس صورت میں وہ ایک دوسرے سے ارث پائینگے۔

طلاق مبارات

طلاق مبارات کی شرائط طلاق خلع کی مانند ہیں یہ دونوں طلاق مندرجہ ذیل موارد میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

1. طلاق مبارات کی صحت میں میاں بیوی کا ایک دوسرے سے نفرت کرنا شرط ہے جبکہ طلاق خلع میں بیوی کا شوہر سے نفرت کرنا اور ناچاہنا معتبر ہے۔
2. طلاق مبارات میں مرد کا عورت سے صرف (**بارئتُکِ علی کذا**) کہنا کافی نہیں ہے جب تک اس کے بعد (**فانتِ طالق**) نہ کہے جبکہ طلاق خلع میں مرد کا عورت کو (**اَنتِ مختلعة علی کذا**) کہنا کافی ہے جس کا ذکر گزر چکا۔
3. طلاق مبارات میں شوہر بیوی سے حق مہر سے زیادہ مال نہیں لے سکتا در این حالیکہ طلاق خلع میں شوہر بیوی سے حق مہر کے مبلغ سے زیادہ لے سکتا ہے۔

ظہار

ظہار یہ ہے کہ انسان حرمت کے قصد سے بیوی کو اپنی محرم عورتوں کے ساتھ تشبیہ دے جیسے **(اَنتِ علیَّ کَظہر اختی)** یا **(انتِ علیَّ کظہر امّی)** کہے اور ماں اور بہن کے علاوہ دیگر محارم سے تشبیہ دے۔

ظہار کے محقق ہونے میں مندرجہ ذیل امور شرط ہیں:۔

(اول)۔ دو شاہد:۔ دو عادل گواہ صیغہ ظہار کو سنیں۔

(دوئم)۔ عدم شرط:۔ اس کام سے شوہر کا مقصد بیوی کو کسی کام پر اکسانا یا کسی کام سے روکنا نہ ہو جیسا کہ مرد کہے **(اَنتِ علیَّ کظہرِ اُمّی ان اغتبتِ مومنا)** یا کہے **(اَنتِ علیَّ کظہر اُمّی اِن ترکت الصلاۃ)**۔

(سوم)۔ عدم اذیت:۔ ظہار سے شوہر کا مقصد بیوی کو اذیت و تکلیف دینا نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 430:) صیغہ ظہار یہ ہے کہ شوہر بیوی سے کہے **"انتِ علیَّ کَظہر اُمّی"** یا کہے **"زوجتی فلانۃ عَلیَّ کَظہر اُمّی"**۔

(مسئلہ نمبر 431:) ظہار کرنے والا شخص بالغ، عاقل اور بااختیار ہو اور قصد وارادہ رکھتا ہو بنابر این اگر کوئی بے ہوشی، غصّے، مجبوری، بھولے یا مستی اور غفلت سے ظہار کرے تو اس کا ظہار صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 432:) جو عورت ظہار قرار پائے اس میں مندرجہ ذیل امور شرط ہیں:۔

اول۔ عورت مرد کے نکاح میں ہو اجنبی عورت کا ظہار درست نہیں ہے اگرچہ اس نے ظہار کو اس اجنبی عورت سے شادی کرنے پر معلق کیا ہو مثلا کہے **"ان تزوجّتُ علیّ فُلانۃ فَھیَ کَظہر اُمی"**۔

دوئم۔ وہ عورت حیض والی عمر میں ہو اور ظہار پاکیزگی کے ایام میں واقع ہو اور اس کے ساتھ شوہر نے نزدیکی وہمبستری نہ کی ہو اسکی تفصیل مطلقہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔

سوم۔ شوہر نے عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو ورنہ ظہار صحیح نہیں ہے۔

احکام ظہار

(مسئلہ نمبر 433:) ظہار کے بعد شوہر کا بیوی سے ہمبستری کرنا حرام ہے اگر شوہر بیوی سے ہمبستری کرنا چاہے تو کفارہ دینا پڑے گا اور اس کے بعد ہمبستری کرے گا۔ اگر وہ بیوی کو طلاق دے اور عدت کے دوران رجوع کرے تو کفارہ دیئے بغیر بیوی اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی، اگر طلاق کے بعد عورت اپنی عدت گزار دے اور اس کے بعد مرد دوبارہ اس عورت سے شادی کرے

اور ہمبستری کرے تو اس صورت میں کفارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 434:) ظہار کرنے والا شخص کفارہ دینے سے پہلے عمداً اور جان بوجھ کر عورت سے ہمبستری کرے تو اس پر دو کفارے واجب ہونگے، نیز ہمبستری کی تکرار سے کفارہ بھی مکرر ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 435:) اگر ظہار کرنے والا کفارہ دینے سے عاجز ہے تو ظاہراً وہ بیوی سے ہمبستر نہیں کر سکتا اور اس صورت میں اقرب یہ ہے کہ استغفار کفارہ کی جگہ نہیں لے سکتا۔

(مسئلہ نمبر 436:) اگر ظہار قرار پانے والی عورت شوہر کو حاکم کے پاس حاضر کرے تو حاکم شرع جس دن عورت سے رجوع کیا ہے اس دن سے لیکر تین مہینے تک شوہر کو مہلت دے گا، اور تین مہینے گزرنے کے بعد حاکم شوہر پر سختی کرے گا کہ یا تو شوہر کفارہ ادا کرے یا بیوی کو طلاق دے۔

ایلاکے احکام

(مسئلہ نمبر 437:) ایلا عبارت ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ضرر پہنچانے کے قصد سے ہمبستری ترک کرنے کے لئے خدا کی قسم کھائے اور یوں کہے **(واللّٰہ لا اُجامعُکِ)** اور ایلا بیوی کو ضرر پہنچانے کے قصد سے ہونا چاہیے اگر ایلا کسی مصلحت کے تحت ہو تو نافذ نہیں ہوگا اور اس صورت میں قسم منعقد ہوگی اور اس کے آثار مترتب ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 438:) ایلا انجام دینے والا شخص عاقل بالغ اور بااختیار ہو اور قصد رکھتا ہو۔

(مسئلہ نمبر 439:) ایلا میں ضروری ہے کہ عورت ایلا کنندہ کی دائمی بیوی ہو اور شوہر نے ہمبستری بھی کی ہو۔

(مسئلہ نمبر 440:) ایلا کے بعد اگر بیوی اپنے شوہر کو حاکم شرع کے پاس لے جائے تو حاکم شرع شوہر کو چار مہینے کی مہلت دے گا اور اگر شوہر بیوی کی طرف رجوع کرے اور کفارہ ادا کرے تو مسئلہ حل ہو جائے گا ورنہ حاکم اسے قید میں ڈال دے گا اور اس بات پر شوہر کو آمادہ کرے گا کہ وہ بیوی کو طلاق دے یا کفارہ ادا کرکے بیوی کی طرف رجوع کرے، اگر شوہر حاکم کی دونوں باتوں کو ماننے سے پس و پیش کرے تو حاکم شرع عورت کو طلاق دے گا۔

لعان کے احکام

اگر شوہر اپنی بیوی کو زنا کی حالت میں دیکھے اور ایسے چار گواہ نہ لائے جن کی گواہی قبول کی جاتی ہے، تو شوہر کے لئے یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو لعان کرے اور زنا سے منسوب کرے، لیکن مشکوک اور گمان آور قرائن کی بنیاد پر یا افواہ اور ایک ایسے شخص کے کہنے پر جس پر اسے اطمینان اور یقین ہو مگر اس نے زنا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو، شوہر بیوی کو زنا سے منسوب نہیں کر سکتا، اگر شوہر کو زنا پر یقین ہو مگر مشاہدہ نہ کیا ہو اور بیوی کو زنا سے منسوب کرے تو اس صورت میں مرد پر حد جاری کرنا واجب ہے، مگر یہ کہ بیوی زنا کا اعتراف کرے یا گواہ لائے۔

(مسئلہ نمبر 441:) اگر شوہر بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کی فرزندی سے انکار کرے تو ظاہراً لعان کے ذریعے فرزندی سے انکار کے باوجود حسب ظاہر وہ بچہ شوہر سے ملحق ہے اور لعان زنا کی نسبت دیئے بغیر ثابت ہے۔

پس اگر شوہر یہ ادعا کرے کہ جو بچہ اس کی بیوی کے شکم سے دنیا میں آیا ہے وہ اس کا بچہ نہیں ہے بلکہ زنا سے پیدا ہوا ہے، بظاہر یہ بچہ اسی کا ہے جیسے ہمبستری کے چھ مہینے بعد اور ہمبستری کے بعد یا حمل کی بیشترین مدت کے گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تو اس قائدے کے تحت کہ (الولد للفراش) بچہ اس عورت کے شوہر سے ملحق ہو جائے گا اور بچے کی اس مرد سے نفی نہیں کی جا سکتی البتہ

اگر نفی کی جاسکتی ہے تو وہ صرف لعان کے ذریعے سے۔

(مسئلہ نمبر 442:) جو مرد اور عورت لعان انجام دیں انہیں بالغ، عاقل ہونا چاہئے اور عقد دائم کے بندھن میں بندھے ہوئے ہوں اور دخول بھی انجام پایا ہو اور عورت گونگی یا اس طرح کی کوئی اور چیز بھی نہ ہو جس کی وجہ سے عورت بولنے سے قاصر ہو۔

(مسئلہ نمبر 443:) لعان کو انجام دینے کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر خدا کو چار مرتبہ گواہ بنا کر کہے کہ اس کا بیوی کو زنا سے منسوب کرنا درست و صحیح ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو خدا کی مجھ پر لعنت ہو اور اس کے بعد بیوی بھی چار مرتبہ خدا کو گواہ بنا کر کہے کہ جو کچھ میرا شوہر کہہ رہا ہے وہ جھوٹ ہے اور پانچویں بار کہے **(غضب اللّٰہ علی ان کان صادقا فیما رمانی بہ)**

(مسئلہ نمبر 444:) اگر عورت مرد کی جانب سے لگائے جانے والے الزامات کو قبول کرے اور زنا کی نسبت کی اقرار کرے تو عورت کو سنگسار کر دیا جائے گا اگر عورت اپنے آپ کو بچانا چاہے تو چار مرتبہ خدا کو گواہ بنا کر کہے کہ اس کا شوہر جھوٹ بول رہا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے **(غضب اللّٰہ عَلیّ اِن کا ن صادقا)**

(مسئلہ نمبر 445:) اگر مرد بیوی پر قذف لگانے کے بعد اور زنا کی نسبت دینے کے بعد خود کو جُھٹلائے تو مرد پر قذف کی حد جاری ہو گی۔

قَسم کے احکام

(مسئلہ نمبر 446:) قسم لفظ (اللہ) یا وہ نام جو کہ اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں منعقد ہوتی ہے ان دو کے علاوہ قرآن کریم، کعبہ، انبیا وائمہ معصومین کے ناموں سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔

(مسئلہ نمبر 447:) اگر کوئی مکلّف شخص خدا کے علاوہ کی قسم کھائے اور بعد میں توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 448:) قسم کھانے والے کو بالغ و عاقل ہونا چاہیے اور اپنے ارادہ واختیار سے قسم کھائے اگر غصے کی حالت میں یا جبر و اکراہ کی صورت میں قسم کھائے تو ایسی قسم منعقد نہیں ہوگی۔

(مسئلہ نمبر 449:) قسم جس طرح واجب فعل پر منعقد ہوتی ہے جیسے کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ ماہ رمضان کے روزے رکھے گا ویسے ہی مستحب فعل پر بھی منعقد ہوتی ہے جیسے نماز شب پڑھنے کی قسم کھائی جائے اور اسی طرح مباح فعل پر بھی جس کا انجام دینا ترک کرنے سے بہتر ہو قسم منعقد ہوتی ہے جیسے انسان ورزش کرنے کی قسم کھائے نیز کسی حرام کام کے ترک کرنے پہ بھی قسم منعقد ہوتی ہے جیسے جھوٹ نہ بولنے کی قسم کھائی جائے۔ اسی طرح مکروہ فعل کے ترک کرنے پر بھی قسم کھانا صحیح ہے جیسے بلند آواز میں نہ ہنسنے کی قسم کھائی جائے اسی طرح مباح کام

کوترک کرنے کی قسم کھانا درست ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ مباح کام کے ترک میں اولیت ہو جیسے سیگریٹ نوشی کوترک کرنے کی قسم کھائی جائے۔

(مسئلہ نمبر 450:) اگر قسم سے متعلق فعل کے دونوں اطراف یعنی (ترک اور انجام دینا) برابر ہوں یعنی جس کام کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے اگر وہ دین کی مصلحت دینی کے حوالے سے برابر ہو تو اس صورت میں بھی قسم کا منعقد ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 451:) قسم خدا اور ائمہ اطہار یا انبیا سے بیزاری برتنے سے منعقد نہیں ہوتی جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں فلاں کام کو انجام نہ دوں تو میں خدا یا ائمہ یا انبیا سے بری ہوں اس طرح کی برائت سے وہ کام واجب نہیں ہوتا اور قسم منعقد نہیں ہوتی مگر بعید نہیں کہ اس طرح کی قسم حرام ہو۔

(مسئلہ نمبر 452:) کسی غیر کے کام کے لئے قسم نہیں کھائی جا سکتی جیسا کہ کوئی کہے کہ خدا کی قسم زید حج پر جائے گا، لہٰذا اس طرح کی قسم سے زید کا حج پر جانا واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح کسی محال اور نا ممکن کام پر قسم نہیں کھائی جا سکتی جیسے دو نقیضوں کو جمع کرنے کی قسم کھائی جائے اس طرح کی قسموں پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 453:) قسم کے صحیح ہونے میں شرط ہے کہ اس قسم پر عمل کرنے کے شرائط موجود ہوں اور وقت پایا جاتا ہو اور اس انسان کے لئے اس قسم پر عمل درآمد کرنا ممکن ہو۔ اگر کسی ایسے عمل کے انجام دینے کی قسم کھائی جائے جو کرنا ممکن ہو یا قسم کھاتے وقت وہ کام ممکن تھا لیکن انجام دیتے وقت وہ اس سے عاجز ہو تو ان دونوں صورتوں میں قسم منعقد نہیں ہوگی۔

(مسئلہ نمبر 454:) باپ کے ہوتے ہوئے بیٹے کے لئے اور شوہر کے ہوتے ہوئے بیوی

کے لئے اور مولاکے ہوتے ہوئے مملوک کی کوئی قسم منعقد نہیں ہو سکتی کیوں کہ باپ، شوہر، اور مولامذکورہ بالا اشخاص کی قسموں کو ختم کر سکتے ہیں اور باپ، مولا، اور شوہر کی اجازت کے بغیر قسم کا صحیح نہ ہونا بعید نہیں ہے، جس طرح معصیت کے کام کو انجام دینے کے لئے قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی جیسے کسی حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے یا صلہ رحم کو ختم کرنے کی قسم کھائی جائے۔

(مسئلہ نمبر 455:) اگر قسم منعقد ہو گئی تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور عمداً عمل کرنے سے اجتناب کیا جائے تو گناہ بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔

(مسئلہ نمبر 456:) اگر کوئی شخص کسی کام کے حوالے سے قسم کھائے اور بعد میں یہ نتیجہ اخذ کرے کہ مذکورہ قسم پر عمل نہ کرنا اس کے لئے بہتر ہے تو وہ قسم کی مخالفت کر سکتا ہے اور انجام دے سکتا ہے اور یہ بہتر ہے۔

نذر کے احکام

(مسئلہ نمبر 457:) نذر کرنے والا شخص بالغ و عاقل بااختیار اور آزاد ہو اگر غلام ہے تو مولا کی اجازت سے نذر کرے۔

(مسئلہ نمبر 458:) اگر عورت کی نذر شوہر کے مال سے متعلق ہو یا شوہر کے حق کے منافی نہ ہو تو اس صورت میں شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر عورت کی نذر شوہر کے مال سے متعلق ہو یا اس کے حق کے منافی ہو تو اس صورت میں شوہر کی اجازت کے بغیر اس کی نذر صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 459:) اگر باپ اپنے فرزند کو جس چیز سے اس کی نذر متعلق ہوئی ہے منع کرے تو بظاہر اس کی نذر منعقد نہیں ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 460:) نذر کا خدا کے لئے ہونا شرط ہے اگر نذر کرنے والا کہے (عَلَیَّ کَذا) اور اللہ کا لفظ نہ کہے تو نذر پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 461:) انسان نذر تو کرے لیکن کسی چیز کا ذکر نہ کرے تو اس کی نذر باطل ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اگرچہ بہتر ہے کہ وہ دو رکعت نماز بجالائے یا ایک دن روزہ رکھے یا کفارہ ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 462:) اگر کسی خاص دن روزہ رکھنے کی نذر کرے اور کسی وجہ سے اس دن روزہ نہ رکھ پائے مثلا اس دن اسے سفر کرنا پڑے، یا بیمار ہو جائے، یا حیض و نفاس آ جائے تو اس دن افطار کرے اور بعد میں قضا بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 463:) اگر کسی چیز کو مسجد یا مقدس مقامات میں دینے کی نذر کرے اور اس چیز سے ان مقامات میں استفادہ کرنا ممکن ہو جیسے، چراغ، فرش، مقامات کی صفائی، یا تعمیر تو یہ چیز انہیں مقامات کے لئے مخصوص ہو گی اور اگر اس عین چیز سے استفادہ ممکن نہ ہو تو اس چیز کو فروخت کرکے اس کی قیمت ان مذکورہ مقامات میں خرچ کی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 464:) اگر کوئی چیز خود حضرت پیامبر یا ائمہ میں سے کسی امام کے لئے نذر کی جائے تو اس میں معیار نذر کرنے والے کا قصد و نیت ہے اگر نذر کرنے والے نے نذر کو عنوان بالا سے مخصوص نہ کیا ہو تو اس کو ایسی راہ میں خرچ کرنا چاہیے کہ اس کا فائدہ جسکے لئے نذر کیا گیا ہے اسی کی طرف لوٹے جیسے امام معصوم کے فقیر زائرین پہ خرچ کیا جائے اور انہیں کھانا کھلایا جائے یا اس امام معصوم کے حرم کے لئے خرچ کیا جائے یا اس جیسے دیگر معاملات پر خرچ کیا جائے۔

عہد و پیمان کے احکام

(مسئلہ نمبر 465:) عہد یہ ہے کہ انسان کہے (**عاهدت اللّٰه علیّ فعل شی اور ترک شیٍ**) یعنی میں خدا کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ فلاں کام انجام دوں گا یا فلاں کام ترک کروں گا۔

(مسئلہ نمبر 466:) بعید نہیں کہ عہد کا متعلق نذر کی طرح شارع کی نظر میں محبوب اور ممدوح ہو۔

(مسئلہ نمبر 467:) نذر اور عہد صرف الفاظ کے استعمال سے منعقد ہوتے ہیں اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ اگر صرف نیت ہی کی ہے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔

کفارات کے احکام

(مسئلہ نمبر 468:) مومن کو عمداً قتل کرنے کا کفارہ، کفارہ جمع ہے یعنی ایک مومن غلام کوآزاد کرنا، دو مہینے پے در پے روزہ رکھنا، اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہر مسکین کوایک مدّ طعام دینا) ہے۔

(مسئلہ نمبر 469:) اگرایک گروہ کسی فرد کے قتل میں شریک ہو توان میں سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 470:) قتل خطاء کا کفارہ ترتیبی ہے، اس ترتیب سے کہ پہلے ایک غلام کوآزاد کیا جائے اگر غلام آزاد کرنے سے عاجز ہے تو ساٹھ دن پے در پے روزہ رکھے اگر وہ ساٹھ دن پے در پے روزہ بھی نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(مسئلہ نمبر 471:) مومن انسان کے قتل عمد اور قتل خطاء کا کفارہ اس جنین کے لئے بھی ثابت ہے جس میں روح آ گئی ہو۔

(مسئلہ نمبر 472:) جو شخص ماہ رمضان کے قضا روزے کو زوال کے بعد توڑدے تو وہ شخص ترتیبی کفارہ دے گا یعنی پہلے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اگر کھانا نہ کھلاسکے تو تین دن روزہ رکھے گا۔

(مسئلہ نمبر 473:) جو شخص ماہ رمضان میں کسی ایک روزے کو توڑ دے یا خدا سے کئے گئے عہد کو توڑ دے تو اس کا کفارہ (تخییری) ہے یعنی اس شخص کو اختیار ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، دو مہینے پے در پے روزہ رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(مسئلہ نمبر 474:) قسم، نذر اور ایلا کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا لباس دینا ہے اگر یہ تینوں اس کے لئے ممکن نہ ہوں تو پے در پے تین دن روزہ رکھے۔

(مسئلہ نمبر 475:) فقیر کو صرف ایک ہی لباس دینا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 476:) جو شخص نماز عشاء کے وقت سو جائے اور نماز کا وقت گذر جائے تو مستحب ہے کہ اگلے روز کفارہ کی نیت سے روزہ رکھے۔

(مسئلہ نمبر 477:) کفارہ میں نقد پیسے فقیر کو دینا کافی نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 478:) اگر مکلّف کفارہ جمع میں غلام آزاد کرنے سے عاجز ہے تو دوسرے موارد اس پر واجب ہیں اور استغفار کرے اور اگر دوسرے موارد میں بھی عاجز ہے تو اسے چاہیے کہ وہ استغفار کرے۔

(مسئلہ نمبر 479:) مذکورہ کفارات کے علاوہ اور بھی کفارے ہیں جو شرعاً ثابت نہیں ہیں جیسے:۔

حاکم کے دربار میں کام کا کفارہ مومنین کے امور انجام دینا ہے۔

کفارہ مجالس۔ مجلس سے اٹھتے ہوئے یوں کہنا چاہیے۔ **سبحان ربک ربّ العزة عمّا یَصِفُون و سلام علی المرسلین و الحمد اللّٰہ رب العالمین۔**

ہنسنے کا کفارہ۔ ہنستے وقت کہنا چاہیے **(اللھم لا تمقتنی)**۔

غیبت کا کفارہ۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لئے استغفار کیا جائے۔

فال بد یا بد شگونی کا کفارہ۔ اس کا کفارہ اللہ پر توکل ہے۔

مصیبت میں سر و سینہ پیٹنے کا کفارہ۔ اس کا کفارہ استغفار اور توبہ ہے۔

شکار اور ذبح کے احکام

مردار جانور کا گوشت کھانا حرام ہے، اگر مردار جانور ایسا جانور ہو جو خون جھندہ رکھتا ہو تو اس کا گوشت نجس ہے، یہاں مردار سے مراد وہ جانور ہے جس کو شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ جس جانور کا شکار کیا جاتا ہے اسے ذبح یا نحر کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

شکار کے احکام

(مسئلہ نمبر 480:) شکار، جنگلی اور وحشی جانور کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ انسان سے دور بھاگتا ہے یعنی پالتو نہ ہو جیسے بہت سارے پرندے، جنگلی گائے، ہرن وغیرہ، بنابراین پالتو جانور جیسے شتر مرغ، بھیڑ، مرغی وغیرہ کا شکار نہیں کیا جا سکتا۔

(مسئلہ نمبر 481:) کتے کے علاوہ، عقاب، شگرے، باز، شاہین، چیتا وغیرہ کے ذریعے یا کسی اور وحشی درندے کے ذریعے شکار کیا جائے تو اس صورت میں وہ شکار حلال نہیں ہے، لیکن سلوقی یا غیر سلوقی کتا کسی حلال گوشت جانور کا شکار کرے تو وہ حلال اور پاک ہے۔

(مسئلہ نمبر 482:) کتے کے ذریعے شکار کئے جانے والے جانور کے حلال ہونے میں مندرجہ ذیل امور شرط ہیں۔

اول - تربیت۔ کتے کو شکار کی تربیت دی گئی ہو اور تربیت دو طریقوں سے دی جا سکتی ہے:۔

1. جب بھی اسے شکار پکڑنے کے لئے بھیجا جائے چلا جائے۔
2. اور جب بھی اسے روکا جائے رک جائے اور لوٹ کر واپس آ جائے۔

دوئم - قصد۔ جب بھی مالک کتے کو شکار کے پیچھے بھیجے شکار کی نیت سے بھیجے، اگر مالک کتے کو شکار کی نیت سے نہ بھیجے بلکہ کتا خود سے کسی جانور کا شکار کرے یا کتا خود مالک سے جدا ہو جائے اور شکار کو کتا اٹھا کر لے جائے تو شکار حلال نہیں ہے۔

سوم –جو شخص کتے کو شکار کے پیچھے بھیجے ضروری ہے کہ مسلمان ہو اگر کافر کتے کو شکار کے لئے بھیجے اور کتا شکار کرے تو شکار حلال نہیں ہے اور مسلمان ہونے میں شیعہ و سنی میں کوئی فرق نہیں ہے اگر بچہ بھی بھیجے تب بھی شکار حلال ہے۔

چہارم –کتے کو شکار کے پیچھے بھیجنے سے پہلے شکاری اللہ کا نام لے اگر جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لے تو وہ شکار حرام ہے، لیکن اگر خدا کا نام بھول جائے تو شکار حلال ہے، اسی طرح اگر تیر و کمان سے شکار کیا گیا ہے تو اس وقت بھی اللہ کا نام لینا چاہیے اور اس میں بسم اللہ کا کہنا کافی ہے۔

پنجم - شکار، کتے کے کاٹنے سے مرنا چاہیے اگر شکار کسی اور زخم کی وجہ سے یا دم گھٹنے یا بھاگ کر تھک جانے کی وجہ سے مر جائے تو اس صورت میں شکار حلال نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 483:) شکاری کتا جانور کو اس طرح زخمی کرے جب شکار چی پہنچے تو شکار زندہ ہو اس کی آنکھیں جھپکتی ہوں یا پیر حرکت کریں یا دم ہلائے اور وہ زندہ ہو اور اسے ذبح کیا جا سکتا تھا

لیکن شکار چی اسے ذبح نہ کرے تو شکار حلال نہیں ہوگا ہاں اگر ذبح کرنے کا وقت کافی نہیں تھا جیسے چاقو شکاری کی جیب میں تھا نکالنے تک جانور دم توڑ دے تو شکار حلال ہے۔

(مسئلہ نمبر 484:) جس جگہ کتے نے کاٹا ہے وہ جگہ نجس ہے اسے دھونا چاہیے کاٹے ہوئے زخم کو دھونے سے پہلے کھانا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 485:) اگر انسان شک کرے کہ جانور شکاری کتے کے کاٹنے کی وجہ سے مرا ہے یا کسی اور وجہ سے تو اس جانور کا گوشت حرام اور کھانا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 486:) اگر شکار کسی کاٹنے والی جامد چیز کی وجہ سے مر جائے تو وہ اس صورت میں حلال ہے جیسے خنجر، چھری، تلوار اور تیز نوکیلی چیز جو کہ سوراخ کرتی ہو جیسے تیر و کمان یا ان سے ملتے جلتے ہتھیار۔

(مسئلہ نمبر 487:) جو شکار پتھر یا ایسا لوہا جو کہ نہ کاٹ سکتا ہو نہ سوراخ کر سکتا ہو یا رسی کے ذریعے جو کہ نہ ہی کاٹ سکتی ہے اور نہ ہی سوراخ سکتی ہے مارا جائے تو وہ شکار حلال نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 488:) جدید دور کے ہتھیاروں (جیسے بندوق و غیرہ) سے شکار کیا جائے اگر اس ہتھیار کی گولی تیز، نوک دار ار مخروطی شکل کی ہو تو بعید نہیں کہ وہ شکار حلال ہو ہاں اگر گولی کا حجم بہت ہی مختصر اور چھوٹا ہو جیسے چھرے تو اس طرح کے ہتھیاروں سے شکار کرنے میں اشکال ہے۔

(مسئلہ نمبر 489:) جامد ہتھیار کے ذریعے کئے جانے والے شکار کے حلال ہونے میں شرط ہے کہ ہتھیار استعمال کرنے والا مسلمان ہو اور شکار کے قصد و نیت سے ہتھیار کا استعمال کرے۔

(مسئلہ نمبر 490:) سرکش گائے اور اونٹ کا شکار وحشی جانور کی طرح جائز اور حلال ہے

اسی طرح ہر وہ جانور جو کسی کنویں میں گر جائے اور اس کا ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو صرف اسے زخم لگانے سے وہ جانور حلال ہو جاتا ہے اور اس جانور کے جسم کے کسی حصے پر بھی زخم لگایا جا سکتا ہے اور جانور کی ذبح کی جگہ پر زخم لگانا ضروری نہیں ہے صرف زخم لگانے سے اس کا گوشت حلال ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 491:) شکار کے ذریعے جانور کو پاک کرنے میں فرق نہیں کہ وہ جانور حلال گوشت ہے یا حرام گوشت اگر کسی حرام گوشت درندے کا شکار کیا گیا ہے تو وہ بھی پاک ہے اور اس کی کھال سے استفادہ کرنا جائز ہے۔

مچھلی کا شکار

(مسئلہ نمبر 492:) مچھلی زندہ پکڑنے سے پاک اور حلال ہو جاتی ہے اسی طرح اگر مچھلی کو زندہ حالت میں پانی سے باہر یا پانی کے اندر ہاتھ کے ذریعے یا جال وکانٹے کے ذریعے پکڑی جائے اور پانی سے باہر نکالی جائے یا مچھلی خود پانی سے باہر نکل آئے یا پانی بیٹھ جانے کی وجہ سے زمین پر رہ جائے تو پاک ہے جب مچھلی کو ہاتھ سے یا کسی اور وسیلے سے پانی سے باہر نکالا جائے تو وہ حلال ہو جاتی ہے۔

بنابر این اگر مچھلی پانی سے نکل کر کشتی میں آجائے یا زمین پر آجائے اور اسے پکڑ لی جائے جبکہ وہ پھڑک رہی ہو اور تڑپ رہی ہو اور آنکھیں کھلی ہوں اور شکاری کو تک رہی ہو تو وہ حلال ہے اگر وہ بغیر پکڑے خود مر جائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 493:) مچھلی کے شکار میں اللہ کا نام لینا اور شکاری کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ اگر کافر مچھلی کو پانی کے اندر سے پکڑے یا پانی سے باہر آنے کے بعد مرنے سے پہلے پکڑ لے اور اس کے ہاتھ میں مر جائے تو حلال ہے اس حوالے سے کافر کتابی اور غیر کتابی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 494:) کسی کافر کا ہاتھ میں مچھلی ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ حلال ہے یا نہیں تو وہ مچھلی حلال نہیں سمجھی جائے گی اور اگر وہ کافر گواہی دے کہ وہ مچھلی حلال ہے اور شکار کی ہوئی ہے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 495:) اگر جال کو پانی میں بچھا جائے اور اس میں بہت ساری مچھلیاں پھنس جائیں اس کے بعد پانی سے باہر کھینچی جائے اور اس میں کچھ مچھلیاں مری ہوئی ہوں اور کچھ زندہ تو بظاہر وہ مچھلیاں حلال ہیں چونکہ شکار کے بعد مر گئیں ہیں۔

(مسئلہ نمبر 496:) اگر مچھلی پانی سے زندہ باہر آجائے اور اسے کسی دھاگے سے باندھ کر دوبارہ پانی میں ڈال دی جائے اور وہ پانی کے اندر مر جائے تو ظاہر احرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 497:) اگر مچھلی زہر کھانے کی وجہ سے سطح آب پر آجائے اور اسے زندہ پکڑ لیا جائے تو وہ پاک ہے اور حلال ہے اگر پکڑنے سے پہلے مر جائے تو حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 498:) بازار میں مختلف انواع و اقسام کی مچھلیاں پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ بیرون ممالک سے برف کے ذریعے منجمد کی ہوئی مچھلیاں اسی طرح ڈبوں میں بند مچھلیاں لائی جاتی ہیں اگر یہ مچھلیاں مندرجہ ذیل دو شرطوں پر اترتی ہیں تو ان کا کھانا حلال اور جائز ہے۔

1) چھلکیدار ہو۔

2) انسان کو اطمینان حاصل ہو جائے کہ ان مچھلیوں کو جال کے ذریعے شکار کیا گیا ہے چاہے وہ پانی کے اندر مر جائیں یا باہر ظاہراً اس طرح کا اطمینان اسے حاصل ہے کیوں کہ پوری دنیا میں مچھلیوں کا شکار اسی طرح کیا جاتا ہے مچھلی کو یا تو زندہ پانی سے باہر نکالا جاتا ہے یا جال کے اندر پھنس کر وہ مر جاتی ہے۔

ٹڈی کا شکار

(مسئلہ نمبر 499:) ٹڈی کو پاک اور حلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے زندہ ہاتھ سے یا جال وغیرہ سے پکڑا جائے، جو ٹڈی پکڑنے سے پہلے مر جائے وہ حرام ہے اور ٹڈی کے شکار میں اللہ کا نام لینا اور شکاری کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے اگر اسے کافر پکڑ لے تب بھی حلال اور پاک ہے۔

(مسئلہ نمبر 500:) جو ٹڈی پرواز اور اڑنے کی طاقت نہیں رکھتی اور اسے ابھی بال و پر نہیں لگے ہیں اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

ذبح کے احکام

(مسئلہ نمبر 501:) جانور کو ذبح کرنے والے کو مسلمان ہونا چاہیے کافر کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت حرام ہے چاہے وہ کافر کتابی ہی کیوں نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 502:) ناصبی یا خوارج اسی طرح غالیوں کے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور کا گوشت حلال نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 503:) ذبح کرنے والے کا بالغ ہونا ضروری نہیں ہے اگر بچہ بھی صحیح ذبح کرے تو حلال ہے۔

(مسئلہ نمبر 504:) ذبح کرنے والے کا مرد ہونا شرط نہیں ہے اگر عورت صحیح طریقے سے ذبح کرے تو حلال ہے۔

(مسئلہ نمبر 505:) اگر ذبح کرنے والا نابینا، خصی، مجنب، فاسق، یا حیض و نفاس کی حالت میں اسی طرح ختنہ نہ ہوا ہو یا ولد الزنا ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہاں اگر ذبح کرنے والا دیوانہ اور مست ہو اور مستی کے عالم میں ذبح کرے تو اس کا ذبح صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 506:) ذبح کرنے والے اوزار لوہے کے بنے ہوئے ہوں لوہے کے اوزار کے علاوہ سونے چاندی، شیشے، پیتل، مس، تانبے سے ذبح کرنا صحیح نہیں ہے اسی طرح معدنیات کے ذریعے ذبح کرنا بانس اور لکڑی وغیرہ سے ذبح کرنا صحیح نہیں ہے البتہ ان سے ذبح کرنا اس وقت صحیح نہیں ہے جب لوہے کے اوزار میسر ہوں، اگر لوہے کے ابزار میسر نہ ہوں اور جانور کے مر جانے کا خوف لاحق ہو تو اس صورت میں ہر ایسی چیز سے جس کے ذریعے جانور کی چار رگیں کاٹی جاسکتی ہیں جائز ہے جیسے لکڑی، تیز پتھر وغیرہ۔

(مسئلہ نمبر 507:) اسٹیل کا تعلق فلزات سے ہے اسے لوہے کی قسم نہیں سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس کے ذریعے ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 508:) وہ چھری جو اسٹیل اور لوہے سے مل کر بنتی ہے اگر اس میں اسٹیل کا استعمال اس قدر کم ہو کہ لوگ اسے اسٹیل کی چھری نہ کہیں تو ایسی چھری سے ذبح کرنا جائز ہے ورنہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن انسان کو شک ہو جائے کہ اس طرح کی چھری سے ذبح کرنا صحیح

ہے یا نہیں تو اس صورت میں ایسی چھری سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 509:) ایسی چھری جس پر اسٹیل کا رنگ چڑھا دیا گیا ہو ذبح کرنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 510:) جانور کو ذبح کرتے وقت مندرجہ ذیل رگوں کا کاٹنا واجب ہے۔

1۔ کھانے کی نالی 2۔ سانس کی نالی 3 و 4 دو موٹی رگیں جو کھانے اور سانس کی نالی کے دونوں طرف ہوتی ہیں۔

(مسئلہ نمبر 511:) ظاہراً چار رگوں کو اس طرح کاٹا جائے کہ گلے کی ابھار کی جگہ (جسے جوزہ) کہا جاتا ہے سر کی طرف ہو اور اس ابھار کے نیچے سے جانور کو ذبح کیا جائے اگر اس ابھار کا ایک حصہ بدن کی طرف رہ جائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ چاروں رگیں نہیں کٹی ہیں۔

(مسئلہ نمبر 512:) اگر ذبح کرنے والا گلے کی ابھار کے بالائی حصے پر چھری پھیرے، اور اس کے بعد متوجہ ہو جائے اور قبل اس کے کہ جانور مر جائے گلے کو ابھار کی جگہ کے نیچے سے کاٹے تو وہ جانور حلال ہے۔

(مسئلہ نمبر 513:) ذبح کرتے وقت حیوان کا رخ قبلہ کی طرف ہو یعنی اس کی گردن اور پیٹ قبلہ رخ ہو اگر جان بوجھ کر اس شرط کو نظر انداز کیا جائے تو وہ جانور حرام ہو جائے گا لیکن یہ کام بھولے سے یا حکم نہ جاننے کی وجہ سے ہو یا قبلے کے بارے میں اسے اشتباہ ہو جیسے جانور کو اس سمت کی طرف رخ کرائے جس کے بارے میں اسے یقین ہے کہ اسی طرف قبلہ ہے لیکن بعد میں پتہ چلے کہ قبلہ اس طرف نہیں تھا تو اس صورت میں جانور حرام نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 514:) ذبح کرنے والے کا خود روبہ قبلہ ہونا ضروری نہیں ہے البتہ روبہ قبلہ

ہونا مستحب ہے۔

(مسئلہ نمبر 515:) اگر وقت کم ہو اور روبہ قبلہ لٹانے سے جانور کے مرنے کا خوف ہو تو اس صورت میں روبہ قبلہ کرکے ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 516:) ذبح کرنے والا جانور کو دائیں یا بائیں پہلو لٹایا جاسکتا ہے اسی طرح رو بہ قبلہ کھڑے جانور کو ذبح کیا جانا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 517:) ذبح کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کا نام توجہ سے لے اور اگر عمداً خدا کا نام نہ لے تو جانور حرام ہو جائے گا لیکن خدا کا نام لینا بھول جائے تو جانور حلال ہے، لیکن حکم نہ جاننے کی وجہ سے ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہ لے تو بظاہر جانور حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 518:) گونگا شخص جانور کو ذبح کر سکتا ہے اور خدا کا نام زبان کو حرکت دیکر یا انگلی سے اشارہ کرکے لے سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 519:) بنابر احتیاط لازم جانور کے مرنے سے پہلے اس کا سر بدن سے جدا نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر غفلت کی وجہ سے یا چھری اتنی تیز تھی کہ پہلے ہی وار میں اس کا سر بدن سے جدا ہو جائے تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 520:) اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ اسے نحر کرنا ہے یعنی اونٹ کو پاک اور حلال کرنے کے لئے ذبح کے بجائے نحر کرنا چاہیے اور اونٹ کے علاوہ دیگر جانور کو نحر کرنا جائز نہیں ہے اگر اونٹ کو نحر کے بجائے ذبح کیا جائے اور اونٹ کے علاوہ دیگر جانوروں کو ذبح کے بجائے نحر کیا جائے تو وہ پاک اور حلال نہیں ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 521:) نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چھری یا نیزہ کو سینے کے بالائی حصّے اور

گردن کے درمیان جو معمولی سا کھڈا ہوتا ہے گھونپ دیا جائے اور جو شرائط ذبح میں معتبر ہیں وہی شرائط نحر میں بھی معتبر ہیں اسی طرح جو شرائط ذبح کرنے والے اوزار میں معتبر تھے نحر کرنے والے اوزار میں بھی معتبر ہیں، نحر کرتے وقت بھی خدا کا نام لینا جانور کا روبہ قبلہ ہونا، جانور کا زندہ ہونا شرط ہے اونٹ کو لٹا کر یا کھڑا کر کے روبہ قبلہ کر کے نحر کیا جا سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 522:) اگر جانور کا ذبح کرنا یا نحر کرنا ممکن نہ ہو جیسے جانور سرکش و باغی ہو جائے یا جانور دیوار کے نیچے دب جائے یا کسی کنویں اور ندی میں گر جائے تو اس صورت میں خنجر، چھری یا تلوار سے اسے زخم لگائے جا سکتے ہیں اگرچہ یہ زخم ذبح کی جگہ پر نہ لگے تو وہ جانور پاک اور اس کا گوشت حلال ہے۔

البتہ اس میں خدا کا نام لینا اور زخم لگانے والے میں ذبح کے تمام شرائط کا ہونا ضروری اور معتبر ہے۔

(مسئلہ نمبر 523:) جانور کے پیٹ میں موجود بچہ کو پاک و حلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی ماں کو ذبح کرنے سے وہ بچہ بھی پاک اور حلال ہو جاتا ہے، اگر ماں بغیر ذبح کے مر جائے اور بچہ بھی اس کے پیٹ میں مر جائے یا بچے کو زندہ ماں کی پیٹ چاک کر کے باہر لایا جائے لیکن ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کا گوشت حرام ہے، لیکن زندہ باہر آنے کے بعد اسے ذبح کیا جائے یا اس کی ماں کو ذبح کیا جائے اور بچہ ماں کے پیٹ میں مر جائے تو اس کا گوشت حلال ہے۔

(مسئلہ نمبر 524:) اگر بچے کی ماں کو ذبح کیا جائے اور بچہ زندہ پیٹ سے باہر آ جائے اور اسے ذبح کرنے کی فرصت نہ ملے اور مر جائے تو بنابر اقوی اس کا گوشت حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 525:) ماں کو ذبح کرنے سے بچہ اس وقت حلال ہوجاتاہے جب اس کی خلقت مکمل ہوچکی ہو اور اس کے بال نکل چکے ہوں اگر وہ بچہ خلقت کے اعتبار سے مکمل نہ ہو تو ماں کو ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 526:) وہی جانور ذبح کرنے کا قابل ہے جس کا گوشت حلال ہو جس جانور کا گوشت حلال ہے ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت پاک اور حلال ہوجاتاہے، نجس العین جانور جیسے کتا، سور ذبح کے قابل نہیں ہوتے اگر انہیں ذبح بھی کیا جائے تب بھی نجس ہی ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 527:) ظاہراً کتے اور سور کے علاوہ دیگر جانور ذبح کئے جاسکتے ہیں اور ان کی کھال سے پہننے کے لئے لباس اور فرش وغیرہ اگر بنائے جاسکتے اسی طرح ذبح کرنے سے ان جانوروں کا گوشت بھی پاک ہوجاتاہے اگرچہ ان کا گوشت حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 528:) اگر کسی خون جہندہ (خون اچھل کر نکلنے والے) جانور کا گوشت مل جائے لیکن شک ہوجائے کہ اسے شرعی طریقے سے ذبح کیاگیاہے یا نہیں تو اس گوشت پر عدم تذکیہ کا حکم لگاکر گوشت کو حرام قرار دیاجائے گا، اسی طرح اس کی کھال سے بھی استفادہ نہیں کیا جا سکتاہے اگر وہ کھال ایسے مورد میں استعمال ہوتی ہے جہاں پہ تذکیہ معتبر ہو لیکن اگر اس کھال سے کوئی تر چیز لگ جائے تو وہ نجس نہیں ہوگی۔

(مسئلہ نمبر 529:) کسی مسلمان کے پاس کوئی مشکوک کھال پائی جائے اور وہ اسے اس طرح استعمال کرتاہے جس طرح پاک کھال استعمال کی جاتی ہے مثلا وہ اسے فرش کے طور پر بھی استعمال کرتاہے اور لباس کے طور پر بھی استعمال کرتاہے تو وہ کھال پاک ہوگی کیوں کہ مسلمان کا ہاتھ اس کھال کے پاک ہونے پر امارہ اور قرینہ ہے، ہاں اگر پتہ چلے کہ مسلمان نے بغیر تحقیق کے

کافر سے خریدی ہے تو اس صورت میں محکوم بہ عدم تذکیہ ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 530:) مسلمانوں کی اکثریت والے شہر میں اگر کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز لی جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ مسلمان تھا یا نہیں، تو اس شخص کو مسلمان تصور کیا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 531:) اگر کافر کے ہاتھ سے گوشت، کھال، چربی لیا جائے تو ان چیزوں پر عدم تذکیہ کا حکم لگایا جائے گا، اگر کافر ان چیزوں کے پاک ہونے کی خبر بھی دے تو اس کی بات معتبر نہیں ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 532:) غیر مسلم ممالک سے درآمد کیا ہوا گوشت جس پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اسے شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے کھانا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 533:) اسلامی ممالک سے درآمد کی جانے والی کھالیں اور ان کھالوں سے بنے والے چیزیں اسلامی ممالک میں پہننے یا بچھانے کے لئے استعمال ہوتی ہوں، یا خود اسلامی ملک میں دستیاب کھالیں جن میں مسلمانوں کے استعمال کے حوالے سے آثار پائے جاتے ہوں یعنی پہنی اور بچھائی جاتی ہوں ان چیزوں پر پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

جانوروں کو ذبح کرنے کے مستحبات

(مسئلہ نمبر 534:) جانوروں کو ذبح کرنے کے کچھ آداب اور مستحبات ہیں:۔

بھیڑ کو ذبح کرتے وقت اس کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دیئے جائیں اور دوسرا پاؤں کھلا رکھا جائے اور اس کے بال یا اون کو اس وقت تک پکڑے رکھیں جب تک کہ وہ ٹھنڈی نہ

ہو جائے، اور گائے کو ذبح کرتے وقت اس کے چاروں ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں اور دم کھلی رکھی جائے، اور اونٹ کو نحر کرتے وقت اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تو اس کے دونوں ہاتھ نیچے سے کھٹنے تک یا بغل کے نیچے ایک دوسرے سے باندھ دیئے جائیں اور اس کے پاؤں کھلے رکھے جائیں اور اگر کھڑا ہو تو اس کے بائیں پاؤں کو باندھ دیں، اور مستحب ہے کہ پرندے کو ذبح کرنے کے بعد چھوڑ دیا جائے اور چھری کو تیز کرنا مستحب ہے تاکہ جانور جلدی و سرعت سے ذبح ہو جائے اور جانور کی نظر چھری پر نہیں پڑنی چاہیے اور جانور کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کرنا چاہیے اور اسی جگہ پر رہنے دیا جائے تاکہ وہ مر جائے نیز جانور کو ذبح کرنے والی جگہ تک آرام سے لے جایا جائے اور ذبح کرنے سے پہلے پانی دیا جائے اور چھری کو مضبوطی سے پکڑ کر تمام قوت سے گردن پر پھیری جائے تاکہ سرعت سے ذبح کا عمل انجام پاسکے۔

(مسئلہ نمبر 535:) جانور کو رات کے وقت اور روز جمعہ زوال سے پہلے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 536:) جہاں بہت ساری مرغیوں کو ایک ساتھ مشین کے ذریعے ذبح کیا جاتا ہے اگر مشین چلانے والا مسلمان ہو اور بٹن دباتے وقت اللہ کا نام لے اور مرغیاں قبلہ رخ ہوں تو پاک اور حلال ہیں۔

کھانے پینے کے احکام

دریائی جانور

(مسئلہ نمبر 537:) دریائی جانوروں میں سے صرف وہی جانور حلال ہے جس پر چھلکا ہو، چھلکے سے مراد وہ صدف نما چیز جو کہ دریائی جانور کے بدن کو ڈھانپتی ہے ممکن ہے چھلکا اتر جائے جس طرح مچھلی سے اتر جاتی ہے اگر شک ہو جائے کہ یہ جانور چھلکا دار ہے، یا نہیں تو اس صورت میں اس جانور کو بغیر چھلکے کے سمجھا جائے گا اور اسے حرام سمجھا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 538:) جو مچھلی مر گئی ہو اور پانی پر مردہ حالت میں تیر رہی ہو حرام ہے، آبی کتّا، آبی سانپ اسی طرح تیخ دار مچھلی، کچھوے، منڈک، کیکڑا حرام ہیں اور آبی ٹڈی اور جھینگے میں اشکال نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 539:) مچھلی کے انڈے خود مچھلی کے تابع ہیں حرام مچھلی کے انڈے بھی حرام ہیں اسی طرح حلال مچھلی کے انڈے بھی حلال ہیں، اگر کسی انڈے کے حلال اور حرام ہونے میں انسان کو شک ہو جائے تو بنابر ظاہر وہ انڈا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 540:) نرم انڈا جسے عربی میں (حلبلاب) کہتے ہیں اگر حلال گوشت کا ہے تو

اس کا کھانا حلال ہے۔

چوپائے

(مسئلہ نمبر 541:) پالتو جانوروں میں سے گائے ، بھیڑ ، اونٹ، بھینس اور اسی طرح وحشی جانوروں میں ہرن پہاڑی یاک وغیرہ کا گوشت حلال ہے۔

(مسئلہ نمبر 542:) خچر، گھوڑا اور گدھے کا گوشت مکروہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 543:) انسانی نجاست کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 544:) نجاست خوار جانور کو نجاست کھانے سے روکا جائے اور استبراء کرایا جائے تو نجاست دور ہو جاتی ہے البتہ اس میں مختلف نجاست خوار جانوروں کے مختلف استبراء بیان کئے گئے ہیں اونٹنی اور اونٹ دونوں کے لئے چالیس دن معین کئے گئے ہیں اس دوران انہیں پاک گھاس اور چارا دیا جائے اور گائے کے لئے بیس دن مقرر ہیں بھیڑ کے لئے دس دن، مرغابی کے لئے پانچ دن اور مرغی کے لئے تین دن استبراء ہے ان دنوں میں جانور کو نجاست سے دور رکھا جائے اور انہیں پاک غذا دی جائے۔

(مسئلہ نمبر 545:) اگر بھیڑ یا بکری کے بچے سورنی کا دودھ پیئے اور اس کی ہڈیاں اسی دودھ سے مضبوط ہو جائیں تو خود بچہ بھی حرام ہے اور اس کی نسل بھی حرام ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 546:) درندہ جانوروں کا گوشت جیسے شیر، لومڑی، خرگوش، چھپکلی اور چوہا اسی طرح حشرات میں پسو، مچھر وغیرہ کا گوشت حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 547:) اگر حلال گوشت جانور سے بالغ انسان بد فعلی کرے تو اس کا گوشت، دودھ اور نسل حرام ہو جاتی ہے اور بنابر احتیاط مستحب غیر بالغ انسان بھی بالغ سے ملحق ہے، اگر حلال گوشت جانور جیسے بھیڑ وغیرہ ہو تو اسے ذبح کیا جائے اور اس کے گوشت کو آگ لگا کر جلا دیا جائے اگر وہ جانور سواری میں کام آتا ہے تو اسے دوسرے شہر منتقل کیا جائے اگر بد فعلی کرنے والا خود اس کا مالک نہیں ہے تو اسے غرامت دیا جائے گا اور اس جانور کو دوسرے شہر میں بیچ کر اس کی قیمت بد فعلی کرنے والے کو دی جائے۔

پرندے

(مسئلہ نمبر 548:) چیر پھاڑنے والے پرندوں کا گوشت حرام ہے یہ پرندے وہ ہیں جو چیرتے پھاڑتے ہیں اور گوشت کھاتے ہیں جیسے باز، عقاب، شاہین، گدھ وغیرہ۔

(مسئلہ نمبر 549:) وہ پرندے جو پرواز کرتے وقت پروں کو مارتے کم ہیں اور بے حرکت زیادہ رکھتے ہیں ان کا گوشت حرام ہے، اور دونوں حالتیں برابر ہوں اور دو علامتوں میں سے کوئی ایک علامت (یعنی پوٹہ اور سنگ دانہ) موجود ہو تو اس صورت میں اظہر یہ ہے کہ وہ حلال ہیں۔

(مسئلہ نمبر 550:) سارس (لک لک) نامی پرندے کے بارے میں دونوں علامتیں بیان کی گئی ہیں لیکن پھر بھی حرام ہے کیوں کہ اس کا پروں کو حرکت نہ دینا حرکت دینے سے زیادہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 551:) چمکادڑ، مور اور نجاست خوار جانور جس کا استبراء نہ ہوا ہو، شہد کی مکھی، مچھرا، کوا اور ان جیسے پرندے کی تمام اقسام کا گوشت حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 552:) حرام گوشت پرندے کا انڈا بھی حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 553:) اگر حرام گوشت اور حلال گوشت پرندوں کے انڈوں میں اشتباہ ہو جائے تو جس انڈے کے دونوں طرف برابر ہوں حرام ہے اور جس انڈے کے دو طرف مختلف ہوں وہ حلال ہے۔

جامد

(مسئلہ نمبر 554:) جو جانور شرعی طریقے سے ذبح کئے بغیر مر جائے تو وہ مردار ہے، اور اگر وہ جانور خون جہندہ رکھتا ہے تو حرام بھی ہے اور نجس بھی ہے۔

(مسئلہ نمبر 555:) جو حصّہ اور عضو زندہ جانور سے جدا کیا جائے وہ مردار کے حکم میں ہے۔

(مسئلہ نمبر 556:) جانور کے وہ اجزاء جن میں زندگی حلول نہیں کرتی جیسے انڈا، پنیر کا مایہ، بال، پر، سینگ، ہڈیاں، سُم، مردار کے حکم سے مستثنی ہیں۔

(مسئلہ نمبر 557:) اگر بعض غذاؤں میں غیر حلال گوشت جانور جیسے درندے اور مردار جانور کے پنیر مایہ کے ہونے کا مکلّف کو یقین ہو تو ایسی غذاؤں کا کھانا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 558:) بنابر مشہور ذبح شدہ جانور کے کچھ اعضاء کا کھانا حرام ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

آلہ تناسل، کپورے، فضلہ، خون، مثانہ، بچہ دانی، پتہ، تلی، فرج، وہ رگیں جو ریڑ کی ہڈی کے دونوں طرف ہوتی ہے اور دم تک چلی جاتی ہے، غدود، حرام مغز، وہ چیز جو بھیجے میں ہوتی ہے اور

چنے کے دانے کی شکل میں ہوتی ہے لیکن اس کا رنگ مغز کے رنگ سے مختلف ہوتا ہے، آنکھ کی پتلی مگر یہ مشہور قول اشکال سے خالی نہیں ہے، اگرچہ احتیاط واجب یہ ہے کہ ان چیزوں سے اجتناب کیا جائے بالخصوص پہلے والے پانچ چیزوں سے، البتہ پرندوں کے علاوہ شرعی طریقے سے ذبح کئے ہوئے جانوروں کے مذکورہ اجزاء سے پرہیز کرنا چاہیے۔

البتہ پرندوں میں موجود مذکورہ اعضاء کے علاوہ خون، فضلہ، زہرہ دان، بچہ دانی اور بعض پرندوں کے کپوروں سے بنابر احتیاط واجب اجتناب کرنا ضروری ہے۔

(مسئلہ نمبر 559:) گردے، کان اور دل کا کھانا مکروہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 560:) بنابر اظہر مٹی کھانا حرام ہے، لیکن تربت امام حسین علیہ السلام کی تھوڑی سی مقدار شفا کی نیت سے کھانے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 561:) جان لیوا زہر کھانا اور ہر وہ چیز جو عقلا کی نظر میں انسان کے لئے ضرر رساں ہو حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 562:) انسان ان مندرجہ ذیل گھروں سے قدر متعارف کھانا کھاسکتا ہے، جیسے والد، والدہ، بھائی، بہن، چاچا، خالہ، پھوپھی، ماموں، بیوی، فرزند، دوست کا گھر، اور اس کے گھر سے جس نے کسی کو اپنے گھر کا وکیل کیا ہو اور گھر کی چابیاں اس کے حوالے کی ہو، اگرچہ ان گھروں سے کھانے میں صاحب خانہ کی رضایت کا ثابت ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ اسے اگر گھر کے مالک کے راضی نہ ہونے کا یقین ہو تو اس صورت میں کھانا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 563:) مجبور شخص اپنی جان بچانے کے لئے اتنا حرام کھاسکتا ہے کہ اس کی جان

بچ جائے بلکہ واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک ہونے سے بچانے کی خاطر حرام مال کھائے۔

جو شخص امام برحق کے خلاف خروج کرے یا وہ شخص جو لَہو، فساد کی نیت سے شکار کے لئے نکلے یا چوری کی نیت سے نکلے، راستوں میں لوگوں کو لوٹے ایسا شخص اپنی جان بچانے کی خاطر حرام مال نہیں کھاسکتا، البتہ عقلًا راہ زن اور باغی پر واجب ہے کہ وہ حرام مال کھا کر معمولی قبیح اور معمولی عذر کو بجالاتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاک ہونے سے بچائے، لیکن حرام کھانے کا عقاب ہے اور جس شخص نے امام برحق کے خلاف خروج کیا ہے بعید نہیں کہ اس پر اپنے آپ کو ہلاک کرنا واجب ہو۔

(مسئلہ نمبر 564:) ایسے دستر خوان پر کھانا کھانا حرام ہے جس پر شراب پی جارہی ہو۔

(مسئلہ نمبر 565:) کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے، اسی طرح پشت کے بل سونا اور دائیں پیر کو بائیں پیر رکھنا مستحب ہے۔

(مسئلہ نمبر 566:) کھانا کھانے سے پہلے اللہ کا نام لینا اور کھانا کھانے کے بعد خدا کا شکر بجالانا اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا مستحب ہے۔

(مسئلہ نمبر 567:) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد نمک کا استعمال مستحب ہے۔

(مسئلہ نمبر 568:) روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو کھانا مستحب ہے، روایت میں آیا ہے کہ یہ کام ہر بیماری کی شفا ہے جو شخص یہ کام کرے گا اللہ تعالی اس سے اور اس کے فرزندوں سے سات نسل تک فقر کو دور فرمائے گا اور اس کی نسل میں اضافہ فرمائے گا اس کا اور یہ کام حورالعین کا حق مہر قرار پائے گا۔

میراث کے احکام

ارث کے موجبات

موجبات ارث کی دو قسمیں ہیں:۔ان میں سے ایک نسب اور دوسرا سبب ہے۔

نسب

نَسب کے تین مراتب ہیں، جب تک ان تین مراتب میں سے پہلا مرتبہ موجود ہے دوسرے مرتبے کے وارث ترکہ نہیں پائینگے یہاں تک کہ پہلے گروہ کا ایک بھی فرد موجود ہے دوسرے گروہ کو میراث میں حصہ نہیں ملے گا۔ ہاں اگر پہلا گروہ ختم ہو جائے یا ارث کے موانع میں سے کوئی مانع پیدا ہو جائے جس کی وجہ وہ مرتبہ ارث سے محروم ہو جائے۔

پہلا گروہ- پہلے گروہ میں پہلا صنف۔ماں باپ اور دادا دادی تک وارثوں کا سلسلہ اور دوسرے ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد جہاں تک یہ سلسلہ نیچے چلا جائے چاہے وہ مرد ہوں یا خواتین۔

دوسرا گروہ- اس گروہ میں بھی دو صنف پائے جاتے ہیں پہلا صنف دادا، دادی اور یہ سلسلہ جتنا اوپر چلا جائے پڑدادا، پڑدادی۔

دوسرا صنف۔ مرحوم کے بھائی اور بہنیں اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور یہ سلسلہ جس قدر نیچے چلا جائے۔

تیسرا گروہ- چاچا اور ماموں، چاچوں کے ماں باپ، ماموں کے ماں باپ اور یہ سلسلہ جس قدر اوپر چلا جائے جیسے چاچوں کے والدین اور ان کی اولاد اور یہ سلسلہ جس قدر نیچے چلا جائے۔

سبب

دوسری قسم سبب ہے اور سبب عبارت ہے زوجیت اور ولاء سے اور ولاء کے بھی تین گروہ ہیں اور جب تک پہلا گروہ ہے دوسرے گروہ کو ارث نہیں ملے گا یہ گروہ عبارت ہے ولاء عہد، ولاء ضمان جریرہ اور ولاء امامت سے، اور ولایت کے یہ سارے مراتب سبب کے مراتب کے بعد ہی آتے ہیں لیکن زوجیت کا مرتبہ اور مرحلہ ان تمام مراتب کے باوجود ارث کا سبب بنتا ہے۔ اور بیوی شوہر سے ارث لے جاتی ہے۔

ارث کے موانع

1. کُفر

کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا چاہے وہ اس کا قریبی ہی کیوں نہ ہو جیسے باپ، بیٹا۔

(مسئلہ نمبر 569:) کافر مسلمان سے ارث لینے میں مانع نہیں بن سکتا، بنابر این اگر مرنے والا مسلمان ہو لیکن اس کا فرزند کافر جبکہ پوتا مسلمان ہو تو مرحوم کا وارث اس کا پوتا ہوگا نہ کہ بیٹا۔

(مسئلہ نمبر 570:) مسلمان ایک دوسرے سے ارث پاتے ہیں اگر چہ ان کے مذاہب اور افکار میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح کافر بھی ایک دوسرے سے ارث پاتے ہیں چاہے ان میں مذہبی اعتبار سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

2. قتل

(مسئلہ نمبر 571:) اگر قتل، قتل عمد ہو تو قاتل مقتول سے ارث نہیں پائے گا لیکن قتل خطاء ارث میں مانع نہیں بن سکتا، جیسے پرندے کو مارنا چاہتا تھا غلطی سے اس کے مورث کو گولی لگی اور مر گیا، اسی طرح اگر وہ شخص قصاص میں قتل کیا گیا ہو اسی طرح اپنے آپ سے اور اپنے ناموس سے دفاع کرتے ہوئے وارث کو قتل کرے تو اس صورت میں ارث پائے گا۔

(مسئلہ نمبر 572:) اگر عورت جنین کو سقط کرے (گرائے) تو اس وقت اس پر دیہ واجب ہے اور دیہ یا تو باپ کا حق ہے یا باپ کے علاوہ دیگر وارثوں کا حق ہوگا اگر جنین نطفہ کے مرحلے میں ہو تو اس کی دیت بیس دینار ہے، اگر وہ علقہ کے مرحلہ میں تھا تو چالیس دینار ہوگی، اگر مضغہ کے مرحلے میں تھا تو اس کی دیت ساٹھ دینار ہے۔ اگر وہ عظام کے مرحلہ میں تھا تو اس کی دیت اسّی دینار ہوگی، اگر اسکی تخلیق مکمل ہو چکی تھی مگر ابھی تک روح نہیں آئی تھی تو اس کی دیت ایک سو

دینار ہو گی اور اگر اس میں جان آ گئی تھی تو اس کی دیت کامل انسان کی دیت ہو گی، اگر جنین کا قاتل اس کا باپ تھا تو اس کی دیت کی حقدار اس کی ماں ہو گی۔

3. آزادی اور غلامی

غلام اپنے آغا سے ارث نہیں لے سکتا اگرچہ اس شخص کا اس غلام کے علاوہ کوئی اور وارث موجود ہی نہ ہو۔ ہاں اگر غلام مر جائے تو اس کا وارث اس کا مولا ہے۔

ارث کے طبقات

پہلا طبقہ - والد، والدہ، فرزند (بیٹے، بیٹیاں)

(مسئلہ نمبر 573:) اگر مرحوم کے صرف والدین ہوں تو اس کے تمام ترکے کے وارث اس کے والدین ہونگے، اگر ایک شخص مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں یا والد ہو تو اس صورت میں مرحوم کا تمام مال والد یا والدہ کو ملے گا، اگر مرحوم کے والد یا والدہ کے ساتھ اس کی بیوی یا شوہر رہ جائے تو اس مال کا آدھا شوہر کو اور مال کا چوتھا حصہ بیوی کو ملے گا اور باقی مال والد اور والدہ کو ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 574:) اگر مرحوم کا صرف بیٹا یا بیٹی ہو تو اس کا پورا مال اسے ملے گا اگر مرحوم کے بیٹے یا بیٹی کے ساتھ اس کی بیوی یا شوہر بھی ہو تو اس صورت میں مال کا چوتھا حصہ شوہر کو آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا اور باقی مال بیٹی کو یا بیٹے کو ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 575:) اگر مرحوم کاوارث صرف ماں باپ ہوں تو باپ کو پورے مال کے دوحصے ملیں گے اور ماں تیسرے حصے کی مالک بنے گی۔ ہاں اگر مرحوم کے بھائی بھی ہوں تو اس صورت میں ماں چھٹا حصہ پائے گی اور باقی مال مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ باپ کا حصہ ہوگا۔

1. بھائی سارے پدری ومادری یا پدری ہوں۔
2. دو یا دو سے زیادہ بھائی ہوں یا دو بھائیوں کا نائب مناب ہو یعنی ایک بھائی اور دو بہنیں ہوں یا چار بہنیں ہوں۔
3. پیدا ہو چکے ہوں ماں کے شکم میں نہ ہوں۔
4. سب مسلمان ہوں اور آزاد ہوں۔

اگر یہ ساری شرائط موجود ہوں تو اس صورت میں ماں چھٹے حصے سے زیادہ ارث نہیں پائے گی کیوں کہ بیٹے اور بیٹیاں ماں کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں البتہ یہ اس صورت میں کہ والد زندہ ہو اگر والد زندہ نہ ہو تو اس صورت میں بیٹے اور بیٹیاں مال کے چھٹے حصہ سے زیادہ ارث پانے میں رکاوٹ نہیں بنتے۔

(مسئلہ نمبر 576:) اگر مرحوم کے کئی بیٹے ہوں تو مال ان کے درمیاں برابر تقسیم ہوگا اسی طرح اگر مرحوم کی کئی بیٹیاں ہوں تو تب بھی مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 577:) اگر مرحوم کے بیٹے اور بیٹیاں ہوں تو مال اس طرح سے تقسیم ہوگا کہ بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 578:) اگر مرحوم کے والد یا والدہ کے ساتھ ایک یا کئی بیٹے ہوں تو والد اور والدہ میں سے ہر ایک کو مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی پورا مال بیٹے کو ملے گا اگر کئی بیٹے ہوں تو مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 579:) اگر متوفی کے وارث والد والدہ کے ساتھ ایک یا چند بیٹے ہوں تو مال کے چھ حصے کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک حصہ مال اور والد کو دیا جائے گا اور باقی مال بیٹے کو دیا جائے گا اور اگر اس کے ایک سے زیادہ بیٹے ہوں تو مال ان کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 580:) اگر متوفی کے وارث فقط ماں یا باپ اور ایک بیٹی ہو تو پورے مال کا چوتھائی حصہ ماں یا باپ کو ملے گا اور باقی مال بیٹی کو دیا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 581:) اگر متوفی کے وارث ماں باپ کے ساتھ ایک بیٹی ہو تو مال کے پانچ حصے کئے جائینگے ان میں سے ماں باپ میں سے ہر ایک کو پانچواں حصہ ملے گا اور باقی مال بیٹی کو ملے گا اور اگر والدین کے ساتھ متوفی کا شوہر بھی ہو تو شوہر کو مال کا چوتھا حصہ ملے گا اور والدین کو مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی مال بیٹی کو ملے گا، اور اگر والدین کے ساتھ متوفی کی بیوی بھی ہو تو مال کا آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا اور باقی مال کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا والدین میں سے ہر ایک کو مال کا پانچواں حصہ ملے گا اور بیٹی کو پانچ حصوں میں سے دیگر تین حصے بھی ملیں گے۔

(مسئلہ نمبر 582:) اگر متوفی کے وارث ماں یا باپ اور دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو اس صورت میں ماں یا باپ کو مال کا پانچواں حصہ دیا جائے گا اور باقی مال بیٹیوں کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 583:) اگر متوفی کے وارث والد والدہ اور دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو والدین میں سے ہر ایک کو مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی مال بیٹیوں کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 584:) اگر متوفی کی اولاد نہ ہو تو اس کے بیٹے اور بیٹی کی اولاد متوفی کی وارث بنتی ہے۔ اور وہ متوفی سے رشتہ داری کی بنیاد پر ارث حاصل کرے گی۔ بنابراین اگر متوفی کے وارثوں میں صرف اس کی بیٹی اور بیٹے کے بچے ہوں تو اس صورت میں بیٹی کے فرزندوں کو مال کا تیسرا حصہ ملے گا اور بیٹے کے فرزندوں کو بیٹی کے دو برابر حصہ ملے گا کیوں کہ بیٹے کو پورے مال سے دو حصے اور بیٹی کو پورے مال سے ایک حصہ ملتا ہے، اگر متوفی کا اپنا بیٹا یا بیٹی موجود ہو تو اس صورت میں متوفی کے پوتوں اور پوتیوں کو ارث نہیں ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 585:) متوفی کا لباس، انگوٹھی، تلوار، اسلحہ، قرآن اور رحل حبوہ کے عنوان سے سب سے بڑے بیٹے کو دیا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 586:) گھڑی وغیرہ حبوہ میں داخل نہیں ہے، بندوق، سات گولیوں والی بندوق، خنجر وغیرہ جو کہ اسلحہ میں شامل ہے بعید نہیں کہ وہ حبوہ میں شامل ہو اگرچہ اس میں مستحب ہے کہ سب سے بڑا بیٹا ان چیزوں میں دوسرے وارثوں کے ساتھ مصالحت کرے۔

(مسئلہ نمبر 587:) اگر متوفی نے حبوہ سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں یا ان میں سے بعض کے متعلق سب سے بیٹے کے علاوہ کسی اور کے لئے وصیت کی ہے تو حبوہ بڑے بیٹے کو نہیں ملے گا، اگر میت نے اپنے مال کے تیسرے حصے کے بارے میں وصیت کی ہے چنانچہ متوفی نے اپنے مال

میں سے کسی خاص اور معین تیسرے حصے کے بارے میں وصیت نہ کی ہو تو اس صورت میں مال کا تیسرا حصہ حبوہ اور غیر حبوہ سے خارج ہو جائے گا۔

میراث کا دوسرا طبقہ

(مسئلہ نمبر 588:) جب تک پہلے طبقے کا ایک بھی فرد موجود ہے، جیسے والد والدہ بیٹے بیٹیاں تو دوسرے طبقے کو ارث نہیں ملتا۔

(مسئلہ نمبر 589:) اگر متوفی کا وارث صرف ایک بھائی یا ایک بہن یا ایک دادا ایک دادی ہو تو سارا مال اسے ملے گا چاہے اس کے بھائی اور بہنیں یا دادا، دادی پدری و مادری ہوں یا صرف پدری یا مادری ہوں، اگر متوفی شوہر یا بیوی بھی رکھے تو شوہر کو آدھا مال ملے گا اور بیوی کو مال کا چوتھا حصہ ملے گا اور باقی مال اس کے بھائی یا بہن اور دادا یا دادی کو ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 590:) اگر متوفی کے وارث اس کے سگے بھائی بہنیں ہوں یا صرف پدری بھائی بہنیں ہوں تو مال اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو پورے مال کے دو حصے اور بہنوں کو پورے مال کا ایک حصہ ملے گا، اگر یہ بیٹے بیٹیاں صرف مادری ہیں تو اس صورت میں مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اگرچہ جنس کے اعتبار سے ان میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو یعنی وہ آپس میں بھائی بہنیں ہوں۔

(مسئلہ نمبر 591:) جب تک پدری و مادری بہن بھائی موجود ہیں پدری بہن بھائی ارث نہیں پاتے لیکن اگر پدری و مادری بہن بھائی نہ ہوں تو اس صورت میں پدری بہن بھائی ارث

پاتے ہیں لیکن مادری بھائی پدری و مادری بھائی یا صرف پدری بھائی کے ہوتے ہوئے بھی ارث پاتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 592:) اگر متوفی کے کچھ بھائی پدری و مادری کچھ صرف پدری کچھ صرف مادری ہوں اگر مادری بھائی صرف ایک ہو تو وہ مال کا چھٹا حصہ لے گا اگر ایک سے زیادہ بھائی ہوں تو مال کا تیسرا حصہ پائینگے اور یہ حصہ ان کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا اور باقی مال پدری و مادری بھائی یا پدری بھائی کو ملے گا اگر صرف ایک ہی بھائی ہو تو سارا مال اسے ملے گا اگر ایک سے زیادہ بھائی ہوں تو انہیں ثلث مال سے دو حصے ملیں گے۔

(مسئلہ نمبر 593:) اگر متوفی کے وارث دادا یا دادی ہو اور میراث ان دونوں میں منحصر ہو تو مال ان دونوں میں تقسیم ہوگا اور دادا پورے ارث میں سے دو حصے لے گا اور دادی کو ایک حصہ ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 594:) اگر متوفی کے وارث صرف نانا اور نانی ہوں تو مال ان دونوں کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔

میراث کا تیسرا طبقہ چاچے اور خالائیں

(مسئلہ نمبر 595:) گذشتہ دو طبقوں کے ہوتے ہوئے تیسرا طبقہ یعنی چا چا، خالہ ارث نہیں پائینگے کیوں کہ قریب کے ہوتے ہوئے بعید ارث نہیں پاتا۔

(مسئلہ نمبر 596:) اگر متوفی کے وارث صرف چاچا اور پھوپھی ہو تو پورا مال انہیں ملے گا لیکن متوفی کے وارث چند چاچے اور چند پھوپھیاں ہوں تو مال ان کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 597:) اگر متوفی کے وارث مرد و خواتین اکٹھے ہوں یعنی ایک چاچا ایک پھوپھی یا کئی چاچے کئی پھوپھیاں جبکہ یہ سب کے سب پدری و مادری ہوں، تو مشہور یہ ہے کہ اس صورت میں تقسیم تفاضل مرد بر زن کی بنیاد پر کیا جائے گا یعنی مرد مال کے دو حصے پائے گا اور عورت ایک حصہ پائے گی، لیکن ان کے درمیان مال کا مساوی تقسیم ہونا بھی بعید نہیں ہے، اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ یہ آپس میں صلح کرلیں اور اگر یہ سارے پھوپھیاں اور چاچے صرف مادری ہوں تو قول اقرب یہ ہے کہ مال ان کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 598:) اگر متوفی کا وارث صرف ماموں ہو تو سارا مال اسے ملے گا اگر ماموں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو مال ان کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا، اگر متوفی کی وارث صرف ایک خالہ ہو یا کئی خالائیں ہوں تو پورا مال انہیں ملے گا، اگر متوفی کے وارث ماموں اور خالائیں اکھٹے ہوں یعنی متوفی کی ایک یا چند خالائیں اور ایک ماموں یا چند ماموں ہوں تو مال ان کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 599:) اگر متوفی کے وارث ماموں اور چاچے باہم جمع ہو جائیں تو ماموں کو تیسرا حصہ ملے گا چاہے ماموں ایک ہی کیوں نہ ہو اور وہ چاہے مرد ہو یا عورت اور چاچوں کو دو حصے ملیں گے بنابر این اگر متوفی کے کئی ماموں اور چاچے ہوں تو ماموں کو مال کا تیسرا حصہ ملے گا اور چاچوں کو دو حصے ملیں گے اور وہ مال کو آپس میں مساوی تقسیم کرینگے۔

(مسئلہ نمبر 600:) ماموں چاچا پھوپھی اور خالہ کی اولاد ان کی جانشین ہوتی ہے لہٰذا بنابراین چاچا اور پھوپھی کے ہوتے ہوئے ان کی اولاد اورث نہیں پائے گی اسی طرح ماموں اور خالہ کے ہوتے ہوئے ان کی اولاد ارث نہیں پائے گی۔

میراث بہ واسطہ سبب

ارث میں دو سبب ہیں ایک زوجیت اور دوسرا ولایت۔

اول۔ میراث زوجیت۔

(مسئلہ نمبر 601:) اگر متوفی کے فرزند نہ ہوں صرف شوہر اس کا وارث ہو تو شوہر متوفیہ سے آدھی ارث پائے گا اگر متوفیہ کا بیٹا یا بیٹی ہو یا یہ سلسلہ نیچے چلا جائے تو اس صورت میں شوہر ارث کا چوتھائی حصہ پائے گا۔

(مسئلہ نمبر 602:) اگر کوئی آدمی مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس کے مال کا چوتھائی حصہ اس کی بیوی کو ملے گا اور اگر متوفی کا کوئی فرزند یا اس فرزند کا فرزند موجود ہو تو اس صورت میں بیوی کو مال کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 603:) اگر متوفی کی دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں اور ایک فرزند ہو تو بیویوں کو مال کا آٹھواں حصہ ملے گا اور وہ آٹھواں حصہ بیویوں میں مساوی تقسیم ہوگا اگر مرحوم کا کوئی فرزند نہ ہو تو بیویوں کو مال کا چوتھائی حصہ ملے گا اور وہ حصہ تمام بیویوں میں برابر تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 604:) عقد دائمی والے میاں بیوی ہی ایک دوسرے سے ارث پاتے ہیں اگر عقد، عقد انقطاعی ہے تو ایک دوسرے سے ارث نہیں پائینگے ہاں اگر عقد کے ضمن میں ارث کی شرط رکھی گئی ہو تو اس صورت میں ارث پائینگے۔

(مسئلہ نمبر 605:) اگر میاں بیوں میں سے کوئی ایک دخول سے پہلے مر جائے تو ایک دوسرے سے ارث پائینگے کیوں کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے سے ارث پانے میں دخول شرط نہیں ہے، جس عورت نے شوہر سے رجعی طلاق لی ہے وہ بھی ارث پاتی ہے، اور شوہر اس سے بھی ارث پاتا ہے، مگر جس عورت کی طلاق، طلاق بائن ہو نہ وہ شوہر سے ارث لے سکتی ہے اور نہ ہی شوہر اس سے ارث لے سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 606:) شوہر بیوی کے تمام اموال سے ارث پاتا ہے منقول ہو یا غیر منقول لیکن بیوی شوہر کے صرف اموال منقولہ سے ارث پاتی ہے، غیر منقولہ اموال سے ارث نہیں پاتی جیسے زمین یعنی نہ ہی زمین سے اور نہ ہی زمین کی قیمت سے ہاں جو چیز زمین پر موجود ہے جیسے درخت عمارت و دیگر اسباب و سامان سے ارث پائے گی۔ اگر وارث عمارت، سامان اور درختوں کی قیمت اسے دے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔

دوئم۔ میراث ولاء

جب تک مذکورہ تین طبقے موجود ہوں اس طبقے کو میراث نہیں ملتی اور ولاء ارث کا سبب نہیں بن سکتا۔

ولایت کی اقسام

1. **ولاء عتق۔**

ایک شخص کسی غلام کو آزاد کرے (اس میں جو شرائط بیان کی جاچکی ہیں موجود ہوں) تو وہ غلام ارث پائے گا۔

2. **ولاء ضمان جریر۔**

جَریر سے مراد قتل خطا میں قاتل کی عاقلہ کی طرف سے دی جانے والی دیہ ہے اور وہ قاتل کے وارث ہیں، اگر کوئی نسبی وارث نہ رکھتا ہو تو وہ شخص کسی کو اپنا متولی قرار دے سکتا ہے تاکہ وہ ضامن جریر بن سکے اگر اس شخص نے یہ کام انجام دیا تو اس صورت میں ضامن اس کا وارث بنے گا مثلاً وہ شخص کہے" **عاقدتُک علی اَن تَعقل عَنی و ترثنی**" اور دوسرا کہے "**قبلتُ**"۔

(مسئلہ نمبر 607:) اگر شوہر یا بیوی ضامن جریرہ کے ساتھ مل جائے تو اس صورت میں شوہر یا بیوی کو ترکہ کا سب سے بڑا حصہ ملے گا اور باقی ترکہ ضامن جریرہ کو ملے گا۔

3. **ولاء امامت۔**

اگر متوفی کا کوئی نسبی وارث نہ ہو اور نہ ہی مولا ہو جو کہ اسے آزاد کرائے اور نہ ہی ضامن جریرہ ہو، تو اس صورت میں اس کا وارث امام ہوگا کیوں کہ امام ہی ایسے شخص کا وارث بنتا ہے جس کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہاں اگر متوفیہ کا شوہر زندہ ہو تو وہ فرض کی بناء پر نصف مال لے جاتا ہے اور دوسرا

نصف مال بھی اسی کو دیا جاتا ہے، اگر متوفی کی بیوی موجود ہو تو بیوی چوتھائی حصہ کا حق دار ہوتی ہے اور باقی مال بھی بنابر اقوی اسی کو ملتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 608:) اگر امام ظاہر ہو تو لاوارث مال کا وارث امام ہے، اگر امام غایب ہے تو اس صورت میں ایسے مال کو حاکم شرع کے حوالے کیا جاتا ہے تا کہ سہم امام کے طور پر حاکم شرع اسے خرچ کریگا۔

حمل کی میراث

(مسئلہ نمبر 609:) حمل اگر زندہ پیدا ہوا ہو جبکہ وارث کی موت کے وقت وہ نطفہ کی صورت میں تھا اور پیدا ہونے کے بعد زندگی کی واضح علامت اس کا حرکت کرنا ہے، پائی جائے اور حرکت کرنا ثابت ہو جائے اگرچہ اس کی گواہی خواتین دیں تو وہ ارث پاتا ہے اور اگر زندہ پیدا ہونے کے بعد مر جائے تو اس کی میراث اس کے وارث کو ملے گی اور اگر وہ مردہ حالت میں پیدا ہو جائے تو اسے ارث نہیں ملے گی۔

گمشدہ کی میراث

(مسئلہ نمبر 610:) اگر کسی شخص کے زندہ یا مردہ ہونے کی اطلاع نہ ہو اور مجہول الحال ہو تو ایک مدت تک اس کا انتظار کرنا چاہیے، اور انتظار کا دورانیہ بنابر اقوی چار سال ہے اور ان چار

سالوں میں جستجو کرنا چاہیے، اگر ان چار سالوں میں اس شخص کے متعلق کوئی اطلاع موصول نہ ہو تو اس کا مال ان کے وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا البتہ ان وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا جو انتظار کے زمانے کے اختتام کے وقت زندہ تھے۔

خرید و فروخت کے احکام

تجارت کرنا بذات خود مستحبات موکدہ میں سے ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے غیر عرب مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، تجارت کرو خدا تمہیں برکت عطا کرے گا، کیوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے روزی کے دس اجزاء ہیں ان میں سے نو جزء تجارت میں ہیں اور ایک جزء جو کہ باقی رہتا ہے غیر تجارت میں ہے۔

(مسئلہ نمبر 611:) اگر مکلّف کے پاس اپنے اہل و عیال کو کھلانے کے لئے کچھ بھی نہ ہو تو اس پر کام کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 612:) مکلّف پر جو نفقہ واجب ہے وہ عبارت ہے خوراک، لباس، رہائش کے لئے گھر، اور مکلّف کے بیوی بچوں کی دوسری ضروریات زندگی ان کی شان اور مقام کے مطابق مہیا کرنا بھی نفقہ میں شامل ہے۔

(مسئلہ نمبر 613:) اگر مکلّف کے پاس اپنے بال بچوں کو کھلانے پلانے کے لئے خوراک اور لباس وغیرہ موجود ہو تو اس پر کام کرنا واجب نہیں ہے، لیکن بہتر زندگی کی لئے وسائل مہیا کرنا اسی طرح غریبوں کی مدد کرنے کے لئے کام کرنا مستحب ہے۔

حرام و باطل معاملات

(مسئلہ نمبر 614:) اعیان نجس جیسے سور، شراب، مردار کی خرید وفروخت اسی طرح غیر شکاری کتے کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے مذکورہ نجس چیزوں کی شارع کی نظر میں کوئی مالیت نہیں ہے اور شارع مقدس نے مذکورہ چیزوں کی ملکیت کو مسلمانوں کے لئے قبول نہیں کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 615:) پاک مردار کی خرید وفروخت جیسے مری ہوئی مچھلی، ٹڈی وغیرہ جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 616:) انسانی پاخانہ اور خون کی خرید و فروخت جائز ہے، کیوں کہ انسانی پاخانے سے کھاد بنتی ہے اور خون دوسرے انسانوں کا کام آتا ہے اس لئے عقلاء ان دونوں چیزوں کے حلال منافع کی اہمیت کے قائل ہیں۔

(مسئلہ نمبر 617:) حلال گوشت جانوروں کا گوبر اور پیشاب جیسے اونٹ کی منگنی اور پیشاب یا اسی طرح گائے اور بھیڑ کا گوبر و پیشاب پاک ہے اس لئے خرید وفروخت جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 618:) متنجس چیزوں کی خرید و فروخت جیسے نجس شیرہ، شہد، تیل اور ان جیسی چیزیں جن کا فائدہ اور منفعت عرف اور عقلاء کے پاس مسلّم ہے، اگر ان چیزوں کی افادیت عرف اور عقلاء کے پاس قابل توجہ نہ بھی ہو تب بھی جائز ہے لیکن احتیاط مستحب ہے کہ قابل توجہ افادیت نہ ہونے کی صورت میں خرید وفروخت سے اجتناب کیا جائے، اور ان چیزوں کے فروخت کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ خریدار کو ان چیزوں کے نجس ہونے کے بارے میں مطلع کرے چاہے منفعت حلال ہو یا نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 619:) لہو و لعب کے آلات جیسے سُرنی، ڈھول، اور قمار کے آلات، شطرنج، لُڈو، اسی طرح گانے کی کیسٹ شہوت ابھارنے والی فلموں کی سی دیز و غیرہ کا بیچنا حرام ہے، لیکن ریڈیو، ٹیلویژن، ٹیپ ریکارڈر، ویڈیو کا کیمرہ و غیرہ کا بیچنا جائز ہے، لیکن ان آلات کا غیر شرعی کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے جیسے گانے سننا اور شہوت ابھارنے والی فلمیں دیکھنا۔

(مسئلہ نمبر 620:) ظاہرا ٹیلی ویژن کا شمار آلات لہو میں نہیں ہوتا بنابر این اسے خریدنا اس کی مرمت کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے، ہاں ٹیلی ویژن کا ایسے موارد میں استعمال جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے جائز نہیں ہے، جیسے شہوت ابھارنے وای فلمیں دیکھنا، گانے سننا و غیرہ اگر ٹیلی وژن میں ایسی فلمیں دیکھی جائیں جن سے کوئی اخلاقی فساد مترتب نہ ہو تو جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 621:) صلیب اور بتوں کی خرید وفروخت اسی طرح انہیں بنانا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 622:) جعلی نوٹوں کے ذریعے معاملہ کرنا اگر دوسرا فریق نہ جانتا ہو تو جائز نہیں ہے، اور حرام ہے، لیکن اگر جس شخص کے ساتھ جعلی نوٹوں کے ذریعے معاملہ کیا جارہا ہے وہ جانتا ہو تو معاملہ صحیح ہے اور نوٹوں کو ضائع کرنا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 623:) درندہ جانوروں کی خرید و فروخت جیسے بھیڑیا، شیر، بلی اسی طرح حشرات میں شہد کی مکھی، ریشم کا کیڑا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 624:) سونے اور چاندی کے برتنوں کا زینت و سنگھار کی نیت سے یا حفاظت کی نیت سے خریدنا جائز ہے لیکن کھانے پینے کے لئے استعمال کے علاوہ خرید و فروخت بنابر اظہر جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 625:) قرآن کریم کا کافر پر فروخت کرنا اگر قرآن کریم کی بے حرمتی کا سبب نہ بنتا ہو تو جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 626:) شراب بنانے کے لئے انگور کا فروخت ، بت اور صلیب بنانے کے لئے لکڑی بیچنا جائز نہیں ہے آلات لہو و لعب میں استعمال ہونے والی لکڑی کا فروخت جائز نہیں ہے اسی طرح گھر اور گاڑی کو شراب کی فروخت یا کوئی بھی حرام چیز کی نقل و حمل کے لئے کرایے پر دینا حرام اور باطل ہے۔ البتہ یہ صورت اس وقت ہو گی جب طرفین نے پہلے شرط کی ہو اور انگور بیچنے والا کہے کہ میں انگور اس لئے بیچتا ہوں تا کہ اس سے شراب بنائی جائے۔

(مسئلہ نمبر 627:) اگر انگور بیچنے والا یا گھر کو کرائے پر دینے والا یہ جانتا ہو کہ اس سے خریدی گئی انگور سے شراب بنائی جائے گی اور اس کے گھر میں شراب رکھ کر بیچی جائے گی یا کسی اور حرام کام کے لئے اس کا گھر استعمال کیا جائے گا لیکن مذکورہ بالا کاموں کو پہلے سے طے نہیں کیا گیا ہو تو بنابر اظہر انگور کی فروخت اور گھر کو کرائے پر دینا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 628:) انسان اور ذی روح جانوروں کا مجسمہ بنانا حرام ہے، لیکن سورج، چاند، درخت اور ان جیسی چیزوں کا مجسمہ بنانے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ کسی دیوار، قالین یا لکڑی پر انسان یا کسی ذی روح جانور کی نقاشی جائز ہے اگر چہ ان کا ترک کرنا مستحب ہے، مجسمہ سازی کی اجرت لینا حرام ہے جبکہ نقاشی کی اجرت جائز ہے، ذی روح چیزوں کے مجسمے کو سنبھالنا اور ان کی تجارت کرنا مکروہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 629:) کیمرے سے تصویر لینے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 630:) گانے گانا اور گانے سننا حرام ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ گانا ایک ایسی چیز ہے جس پر اللہ تعالی نے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں : غنا یعنی گانے نفاق اور فقر کا باعث بنتے ہیں نیز امام نے فرمایا جس گھر میں گانے بجتے ہیں اور گائے جاتے ہیں وہ گھر مصبتوں سے امان نہیں پا سکتا اور اس گھر میں کی جانے والی دعا قبول نہیں ہوتی، اور ایسے گھروں میں اللہ کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(مسئلہ نمبر 631:) غنا کی تشخیص کی کسوتی عرف ہے لہذا ہر وہ آواز جو عرف کی نظر میں غنا ہو حرام ہے، اور اس کا سننا جائز نہیں ہے اسی طرح بیوی کا شوہر کے لئے گانے گانا بھی جائز نہیں ہے یہاں تک کہ انسان خود اپنے آپ کے لئے بھی گانا نہیں گا سکتا اگر گائے تو حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 632:) انسان خود اپنے آپ کے لئے بھی نہیں گنگنا سکتا۔

(مسئلہ نمبر 633:) اہل بیت اطہار کی مدح سرائی میں اچھی آواز میں نعت و اشعار پڑھنا جو کہ لہو کی کیفیت سے خالی ہو غنا شمار نہیں ہوتی اس طرح کا کلام سننا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 634:) شب زفاف یعنی شادی کی پہلی رات یا مہندی کی رات یا شادی کے ساتھویں دن گانے سننا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 635:) جب تک آلات لہو و لعب کا ضمیمہ نہ ہو صرف تالی بجانا جائز ہے ہاں اگر آلات لہو و لعب کا تالی کے ساتھ ضمیمہ ہو جائے تو جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 636:) مردوں کے سامنے عورتوں کا ناچنا جائز نہیں ہے، لیکن خواتین کا خواتین کے سامنے اور مردوں کا مردوں کے سامنے ناچنا اگر شہوت ابھارنے کا باعث نہ بنے تو جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 637:) بیوی کا اپنے شوہر کے لئے ناچنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 638:) جان بوجھ کر گانا سننا حرام ہے، لیکن گانا چل رہا ہو اور انسان کی توجہ نہ ہو یا ناخود آگاہ سن رہا ہو تو حرام نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 639:) ایسے ہوٹلز اور ریسٹورانوں میں ٹھہرنا جہاں گانے بجائے جاتے ہوں اور موسیقی چلتی ہو اگر گانے سننے پر مجبور نہ ہو تو جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 640:) شادی بیاہ کی محفلوں میں عورتوں کا گانا مندرجہ ذیل تین شرائط کے ساتھ جائز ہے:

اول: گانوں کے ساتھ ڈھول اور کوئی غلط اور باطل بات کی آمیزش نہ ہو تو جائز ہے۔

دوئم: عورتوں کی محفل میں مرد موجود نہ ہوں۔

سوم: عورتیں اس طرح نہ گائیں جس کی وجہ سے شہوت ابھر جائے اس طرح سے گانا گانا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 641:) ستمگاروں کے ساتھ ان کے مظالم میں مدد کرنا اور اسی طرح ہر حرام کام میں مدد کرنا حرام ہے لیکن دیگر مباح کاموں میں ان کی مدد کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 642:) آلات قمار جیسے شطرنج وغیرہ کھیلنا جو کہ قمار کے لئے بنائے گئے ہیں اگر شرط رکھ کر کھیلا جائے تو حرام ہے لہٰذا اس کھیل میں جیتنے والے کے لئے حرام ہے کہ وہ ہارنے والے سے شرط میں طے کی گئی چیز لے، بنابر ظاہر ان آلات کے ذریعے بغیر شرط کے بھی کھیلنا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 643:) اگر کوئی شخص یہ جانتا ہو کہ قمار حرام ہے اور وہ جانتے ہوئے قمار کھیلے تو وہ شخص فاسق ہے اور عذاب جہنم کا مستحق ہے۔

(مسئلہ نمبر 644:) فوٹبال، کُشتی، وزن برداری، ٹینس، جیسے ورزشی کھیل جو کہ ہر دن انسان کا کافی وقت لیتے ہیں جب تک کسی واجب کام کے ترک کرنے یا کسی حرام فعل کا موجب نہیں بنتے جائز ہیں۔

(مسئلہ نمبر 645:) فوٹبال ، کشتی، وزن برداری اور ان جیسے دیگر کھیلوں میں شرط رکھنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 646:) فوٹبال یا دوسرے ورزشی کھیلوں کے ذریعے پیسے کمانا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 647:) جادو کرنا، سیکھنا، سکھانا اور اس راہ سے کمانا حرام ہے، جادو کرنے سے مراد انسان کی قوت بینائی اور قوت شنوائی پر غلبہ حاصل کرکے اسے وہم و خیال سے دوچار کیا جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 648:) انسانوں، جنوں اور فرشتوں کا مسخر کرنا جائز ہے لیکن ان کو مسخر کرکے کسی کو ضرر پہنچانا حرام ہے اور جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 649:) جادوئی کتابوں کی آشنائی حاصل کرنے کے ارادے سے پڑھنا جائز ہے مگر یہ کہ اس طرح پڑھنے پر سیکھنے کا اطلاق نہ ہوتا ہو۔

(مسئلہ نمبر 650:) قیافہ شناسی حرام ہے، اور قیافہ شناسی عبارت ہے کہ نو مولود بچے میں خصوصیات کو ڈھونڈ کر اور خاص شباہت رکھنے والی چیزوں کو دیکھ کر اس بچے کو کسی شخص کا فرزند قرار

دیا جائے یا اس بچے کی اس شخص سے نفی کی جائے اس کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اس ذریعے سے جو کمائی حاصل ہوتی ہے وہ حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 651:) شعبدہ عبارت ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں کی تیز حرکت کے ذریعے غیر واقعی چیزوں کو واقعی ہونے کا تاثر دیتا ہے اگر اس کام کے ذریعے کسی مومن کو ضرر پہنچائے یا کسی مومن کی ہتک عزت کا تاثر ملے تو حرام ہے اگر اس پر کسی حرام عنوان کا اطلاق نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں ممانعت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 652:) کہانت حرام ہے اور وہ عبارت ہے کہ انسان دعوی کرے کہ جنوں کے ذریعے وہ غیب کی خبر دیتا ہے، اگر اس شخص کا غیب کے متعلق خبر دینا بعض غیر قطعی نشانیوں اور علامتوں کے توسط سے ہو اور یقینی طور پر نہ ہو تو جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 653:) بنابر احتیاط واجب حرام ہے کہ ایک شخص خود مال خریدنے کی نیت نہیں رکھتا بلکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ خریدار دوکاندار سے زیادہ قیمت پر سودا خریدے جبکہ اس شخص کی اس حوالے سے دوکاندار کے ساتھ اس طرح کی کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو یعنی اس شخص نے دوکاندار کے ساتھ مل کر مال کی قیمت بڑھانے کی کوئی سازش نہیں کی ہو۔

(مسئلہ نمبر 654:) چیزوں کی قیمتوں میں کمی یا اضافہ، گرمی سردی یا مطلع کا ابر آلود ہونا یا صاف ہونے کے بارے میں پیشین گوئی کرنا اگرچہ یہ چیزیں موسموں کے اختلاف سے پیدا ہوتی ہیں ان چیزوں کے بارے میں پیشنگوئی کی بنیاد ستاروں کے حالات فلکی اجرام کی حرکت یا ستاروں کی ایک دوسرے سے نزدیک یا دور ہونا ہو اور گمان و حدس کی بنیاد پر ہو تو جائز نہیں ہے، ہاں اگر

پیشنگوئی کی بنیاد مستند علمی معلومات ہوں جو کہ انسان کے لئے وثوق اور اطمنان کے باعث بنتے ہیں جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 655:) کار و بار میں دھوکہ اور فریب دینا حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، جو شخص کسی مسلمان کو فریب دے تو پروردگار اس کی روزی سے برکت اٹھالیتا ہے، اور اس پر روزی کے راستے بند کر دیتا ہے اور خدا اس بندے کو خود اس کے حوالے کر دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان خرید و فروخت کے معاملات میں فریب اور دھوکہ کرے وہ مجھ سے نہیں اور روز قیامت وہ شخص یہود و نصاری کے ساتھ محشور ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 656:) غش اور فریب کے کئ مراتب ہیں جیسے ایک غیر مرغوب چیز کو مرغوب چیز میں ملادیا جائے یا دودھ میں پانی ملایا جائے یا سبزیوں پر پانی چھڑک کر خریدار کو سبزی تازہ ہونے کا تاثر دیا جائے اسی طرح لوہے اور تانبے کو سونے چاندی سے ملادیا جائے تاکہ خریدنے والا سمجھے کہ وہ چیز سونے یا چاندی کی ہے۔ یا یہ کہ بیچنے والا خریدار کو چیز کا عیب نہ بتائے یہ سارے غش اور فریب میں شمار ہوتے ہیں جو کہ حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 657:) اگر چہ غش حرام ہے مگر غش سے معاملہ باطل نہیں ہوتا، لیکن بعد میں اگر خریدار کو پتہ چل جائے کہ بیچنے والے نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے خیار فسخ ثابت ہے جس طرح مس کو سونے کے پانی کا تڑکا دیا جائے یا لوہے پر چاندی کا پانی چڑھادیا جائے اور اسے سونے اور چندی کے طور پر بیچا جائے تو معاملہ باطل ہے اور اس کی قیمت بیچنے والے پر حرام ہے اور بیچنے والے کے لئے ضروری ہے کہ پیسے خریدار کو واپس کرے اور یہ حکم ہر

معاملے میں جاری ہوتا ہے، جہاں پر فریب کے ذریعے معاملہ کیا گیا ہو اور جنس میں اختلاف کا سبب بن گیا ہو۔

(مسئلہ نمبر 658:) واجب عبادات میں مکلّف کا اجیر ہونا جائز نہیں ہے یعنی وہ عبادات جو کہ واجب عینی ہیں ان واجبات پر اجرت لینا حرام ہے چاہے وہ واجب عبادات واجب عینی ہوں یا مستحب عینی ہوں، یا واجب کفائی ہوں، لہٰذا یومیہ واجب نمازوں اور یومیہ نوافل اسی طرح ماہ رمضان کے روزوں اور اس جیسے عینی واجبات و عینی مستحبات جیسے غسل و کفن، نماز میت اور ہر وہ واجب کفائی جو کہ شارع کی نظر میں بلا عوض اور مفت انجام پانے چاہئیں اجرت لیکر انجام دینا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 659:) جن عبادات میں نیابت مشروع ہے جیسے میت کے نماز و روزے یا اس طرح کے دیگر اعمال میں اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح بیماروں کے لئے دوائی کی تجویز مریضوں کی دیکھنے کی اجرت لینا اور شارع کی نظر میں جن عبادات کا مفت اور بلا عوض انجام پانا مقصود نہ ہو اجرت لینا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 660:) روز مرہ پیش آنے والے احکام کی تعلیم کی اجرت لینا بنابر اظہر صحیح ہے اگرچہ اجرت نہ لینا بہتر ہے، لیکن روز مرہ پیش نہ آنے والے احکام کی تعلیم کی اجرت لینا اشکال کے بغیر صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 661:) مُردوں پر نوحہ پڑھنے والی عورت اگر مردے کی ایسی صفات بیان کرے جن کا وہ بالکل حامل نہیں تھا تو ایسی نوحہ خوانی کی اجرت لینا حرام ہے۔ اگر نوحہ پڑنے والی

عورت حقیقت میں جن صفات کا مرحوم حامل تھا ان صفات کو بیان کرے تو ایسی نوحہ خوانی کی اجرت لے سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 662:) مومن کی بد گوئی حرام ہے، اسی طرح مومن کی صفات اور اعمال میں پائے جانے والے عیوب اور اس کے پست نسب کے حوالے سے پائے جانے والے عیوب کو شعر میں یا نثر کے ذریعے بیان کرنا حرام ہے، لیکن غیر مومن اور بدعت گزار منافق کی بد گوئی اور عیوب بیان کرنا جائز ہے، تاکہ اس کی پھیلائی ہوئی بدعت بے وقعت ہو جائے اور قابل عمل نہ رہے۔

(مسئلہ نمبر 663:) گالی دینا حرام ہے، اور گالی عبارت ہے ایسی بات اور کلام سے جس سے کسی کی تحقیر اور ہتک عزت ہو جائے اور اس کا وقار ختم ہو جائے اور ایسی بات بھی گالی ہی کی طرح ہے جس مجلس اور محفل میں صریحاً ذکر کرنا قبیح ہو لیکن اس طرح کی بات انسان اپنی بیوی کے ساتھ کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس طرح کی گفتگو سے دوسروں کی بے احترامی نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 664:) قاضی کو اپنے حق میں فیصلہ لینے کے لئے رشوت دینا حرام ہے، چاہے اس کے حق میں فیصلہ دینا درست ہو یا درست نہ ہو اسی طرح قاضی کا رشوت لینا بھی حرام ہے، لیکن مظلوم شخص اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے ظالم کو رشوت دے سکتا ہے اگرچہ ظالم کے لئے رشوت لینا حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 665:) گمراہ کن کتابوں کا سنبھالنا حرام ہے، جیسے انجیل، تورات جو کہ اس وقت لوگوں کے درمیان رائج ہیں، اسی طرح مخالف مذہب کی گمراہ کن کتابوں کا سنبھالنا بھی حرام

ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ ان کتابوں کی وجہ سے خود سنبھالنے والا یا دوسرے لوگ گمراہ ہونے کا خطرہ ہو، اسی طرح ان کتابوں کی نشر واشاعت وخرید وفروخت بھی حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 666:) مرد کے لئے سونے کا پہنا چاہے وہ انگوٹھی کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو حرام ہے لیکن سونے کا زینت کے طور پر استعمال کرنا جیسے انسان اپنے دانتوں پر سونے کا غلاف چڑھائے جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 667:) جھوٹ بولنا حرام ہے، جھوٹ کی تعریف یہ ہے کہ انسان ایک ایسی بات کہے جس کا تعلق حقیقت سے نہ ہو چاہے وہ بات جان بوجھ کر کہے یا مذاق میں اگر اس کی یہ بات اور خبر کسی حقیقت اور واقعیت سے خبر دینا نہ ہو بلکہ مذاق کے طور پر دی ہے تو حرام نہیں ہے اور وہ جھوٹ نہیں ہے کیوں کہ اس نے کسی حقیقت اور واقعیت کے حوالے سے خبر نہیں دی ہے۔

(مسئلہ نمبر 668:) توریہ جائز ہے، توریہ عبارت ہے کہ بولنے والے کا مقصد اس جملے کا حقیقی اور واقعی معنی ہے لیکن وہ معنی اس جملے کے ظاہر سے سمجھ میں نہ آئے۔

(مسئلہ نمبر 669:) انسان اپنے آپ کو یا کسی مومن کو ظلم اور ضرر سے بچانے کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے، بلکہ اس مورد میں جھوٹی قسم کھانا بھی جائز ہے، جس طرح مومنین کے آپس میں صلح وآشتی کے لئے جھوٹی قسم کھانا جائز ہے، لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ مذکورہ آخری دو مقامات پر اگر توریہ سے کام لینا ممکن نہ ہو تو قسم سے کام لیا جائے، ایسا وعدہ کرنا جائز ہے جس کو اس کے مقررہ وقت پر نبھایا نہ جائے یعنی جھوٹا وعدہ کرنا جائز ہے مگر کراہت شدید ہے، لیکن وعدہ کرتے وقت اس کا ارادہ اس وعدہ پر عمل نہ کرنا ہو تو ظاہراً حرام ہے، اسی طرح انسان اپنے بال بچوں

کے ساتھ وعدہ تو کرتا ہے مگر اس وعدے پر عمل کرنے کو ضروری نہیں سمجھتا ہے ایسے وعدے سے انسان کو اجتناب کرنا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 670:) ظالم حکمرانوں کی طرف سے کسی بھی چیز کی سرپرستی کرنے کی پیشکش کو قبول کرنا حرام ہے، ہاں اگر اس پیشکش کے ذریعے مومنین کے جان و مال کا تحفظ کیا جا سکتا ہے اور کسی خلاف شرع کام کے ارتکاب کا موجب نہ بنے تو جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 671:) جابر حکمران اگر کسی منصب کے قبول کرنے پر مجبور کرے تو منصب کو قبول کرنا جائز ہے قبول نہ کرنے کی صورت میں جابر حکمران اس شخص کو یا اس شخص کے وابستگان کو یا اس شخص کے مال کو خطرات لاحق ہونے کا امکان ہو، اگر ظالم و جابر حکمران کی طرف سے پہنچنے والا نقصان و ضرر قابل برداشت ہو لیکن منصب قبول کرنے کی صورت میں اسلام اور مسلمانوں کو پہنچنے والا نقصان قابل تلافی نہ ہو تو اس صورت میں اس منصب کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 672:) اگر ایک شخص کسی اور شخص کو ایک مخصوص گروہ پر خرچ کرنے کے لئے کوئی مال دے اور مال لینے والا شخص بھی اس گروہ میں شامل ہو اور مال دینے والا اس بات پر راضی ہو کہ وہ شخص اپنے لئے اس مال سے دیگر لوگوں کے برابر یا زیادہ یا کمتر مال اٹھائے، اگر مال دینے والا راضی نہ ہو تو اس شخص کا اپنے لئے مال اٹھانا جائز نہیں ہے، لیکن جس شخص نے مال اسے دیا ہے اگر وہ مال مخصوص ہے جیسے زکات کا مال اور مال لینے والا بھی زکات لینے کا مستحق ہے تو اس صورت میں وہ شخص دیگر مستحقین کے برابر اپنے لئے مال اٹھا سکتا ہے، اور اس میں زکات دینے والے کی رضایت ضروری نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 673:) ظالم حکمران کی طرف سے ملنے والا انعام اور ہدیہ جائز ہے اگر چہ وہ اجمالا جانتا ہے کہ اس انعام اور ہدیہ میں تھوڑا سا حرام مال بھی شامل ہے، لیکن اگر انعام لینے والے کو پتہ ہو کہ انعام اور ہدیہ کے مال میں غصبی مال شامل ہے، تو اس صورت میں اگر وہ اس غصبی مال کے مالک کو جانتا ہے تو وہ مال اس کے حوالے کرے، یا یہ کہ وہ اتنا جانتا ہے کہ غصبی مال کا مالک معین نہیں ہے، تو اس گروہ کے تمام افراد کی رضایت کو حاصل کرے، اور اگر مالک کا پیدا کرنا ممکن نہ ہو تو قرعہ کرے، اگر مالک اس گروہ کے افراد میں سے کوئی ایک ضرور ہے اور مالک کی شناخت سے مایوس نہ ہو تو مالک کے بارے میں جستجو کرے، اور مال مالک تک پہنچائے، لیکن مالک کی شناخت سے مایوس ہونے کی صورت میں حاکم شرع سے رجوع کرکے اس کی اجازت سے مالک کی طرف سے صدقہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 674:) چہرے کے دونوں اطرف کی داڑھی کے علاوہ داڑھی کا منڈوانا بنابر احتیاط واجب حرام ہے لیکن ٹھوڑی کے علاوہ چہرے کے دونوں اطراف کو منڈوانا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 675:) دوسرے کی داڑھی مونڈنا جائز نہیں ہے، اسی طرح داڑھی منڈوانے کی اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے، اور اس عمل کی اجرت کا وہ مالک نہیں بنتا۔

(مسئلہ نمبر 676:) اس قدر داڑھی رکھنا واجب ہے کہ لوگ کہیں کہ اس نے داڑھی رکھی ہے۔

(مسئلہ نمبر 677:) جو شخص اپنی داڑھی تراشتا ہو یا دوسروں کی مونڈتا ہے اگر وہ جانتا ہے کہ شرعا داڑھی مونڈنا حرام ہے اور اس کے لئے کوئی شرعی عذر بھی موجود نہ ہو تو وہ شخص فاسق ہے۔

(مسئلہ نمبر 678:) جو شخص تمام واجبات کو انجام دیتا ہے اور محرمات کو ترک کرتا ہے مگر یہ جانتے ہوئے کہ شرعاً داڑھی مونڈنا حرام ہے اور وہ داڑھی مونڈے تو ایسا شخص فاسق ہے۔

(مسئلہ نمبر 679:) جس شخص نے اپنی داڑھی بغیر عذر شرعی کے مونڈلے تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اسی طرح اس کے پیچھے نماز بھی ادا نہیں کی جاسکتی۔

(مسئلہ نمبر 680:) اگر باپ بیٹے کو داڑھی مونڈنے کا کہے تو بیٹا باپ کے حکم کی مخالفت کر سکتا ہے، بنابر این بیٹا والد کے ہر اس حکم کی مخالفت کر سکتا ہے، جہاں کسی حرام کو انجام دینے اور واجب کو ترک کرنے کا حکم کرے، لیکن بہتر یہ ہے کہ بیٹا اپنے والد کو اس حوالے سے راضی کرے۔

(مسئلہ نمبر 681:) داڑھی تراشنے والا اگر حرمت کو جانتے ہوئے تراشتا ہے اور کوئی شرعی عذر بھی نہ ہو تو ایسا شخص دوزخی ہے۔

(مسئلہ نمبر 682:) سونے کو چاندی میں تبدیل کرنے کا کام، کفن فروشی، اور قصائی کا کام اگر اجرت کی شرط پر کیا جائے تو مکروہ ہے، اسی طرح نر جانور کو مادہ جانور پر چھوڑنے کا کام مکروہ ہے، لیکن یہ کام بغیر اجرت کے مفت یا ہدیہ لے کر انجام دیا جائے تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 683:) لائٹری کے ٹکٹ وہ پرچیاں ہیں جنہیں بنکر یا بعض کمپنیاں مقررہ رقم کے عوض بیچتی ہیں، اور وعدہ کرتی ہیں کہ ان ٹکٹوں کے خریداروں کے مابین قرعہ اندازی کریں گی اور جس کا نام پہلے دوسرے اور تیسرے نمبر پر نکلے گا اسے ایک معقول رقم بطور انعام دی جائے گی، یہ معاملہ اور ٹکٹوں کی فروخت اس مقصد کے تحت ہے کہ اس قرعہ کشی میں شامل ہو کر انعام حاصل کیا جائے تو یہ صورت جائز ہے۔ لیکن بنابر احوط اس طرح کے معاملے سے اجتناب کیا جائے، چاہے خرید کی صورت میں ہو یا فروخت کی صورت میں۔

(مسئلہ نمبر 684:) ضرورت مند مریضوں کو خون دینا جائز ہے جس طرح خون کا فروخت اور اس کے بدلے اجرت لینا جائز ہے۔

خرید وفروخت کے آداب

(مسئلہ نمبر 685:) بیوپاری کے لئے خرید وفروخت کے سلسلے میں جن مسائل کا اکثر سامنا ہوتا ہے آشنائی حاصل کرنا مستحب ہے جیسے صحیح اور باطل معاملے میں تفریق کرنا اور معاملے کو ربا سے محفوظ بنانے جیسے مسائل کا علم۔ جن معاملات میں انسان کو شک ہو جائے کہ معاملہ صحیح ہے یا باطل تو ایسے معاملات میں انسان احتیاط کرے اور صحیح معاملات کے آثار لاگو کرنے سے پرہیز کرے۔

مستحب ہے کہ انسان چیزوں کی قیمتوں کو برابر رکھے، یعنی جو خریدار دوکاندار کی تعریف کرے اس کے لئے ایک طرح کی قیمت اور جو خریدار دکاندار کی تعریف نہ کرے اس کے لئے دوسری قیمت پر مال نہیں دینا چاہیے ہاں دکاندار شرعی معیاروں کو جیسے تقوی، علم ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قیمت میں فرق رکھ سکتا ہے، اسی طرح مستحب ہے کہ اگر ایک شخص سودا کرنے کے بعد پشیمان ہو جائے اور معاملے کو توڑنا چاہے تو دکاندار کو قبول کرنا چاہیے کیوں کہ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے، اگر کوئی مسلمان معاملے پر پشیمان ہو جائے اور معاملہ کو فسخ کرنے کی درخواست کرے اور اس کی درخواست قبول کی جائے تو روز قیامت پروردگار عالم اس شخص کے گناہوں اور کوتاہیوں کو بخشدیگا۔

(مسئلہ نمبر 686:) مستحب ہے کہ انسان معاملہ کرتے وقت شہادتین پڑھے اور تکبیر کہے، خود خریدتے وقت کم اور فروخت کرتے وقت زیادہ تولے، اسی طرح مستحب ہے کہ انسان معاملات میں لوگوں سے پیسہ لیتے وقت سختی نہ کرے، اگر کسی نے اس سے نسیہ لیا ہے تو قرض لینے میں عجلت سے کام نہ لے۔

مکروہ معاملات

1. خریدار چیز کی مذمت کرے اور بیچنے والا اپنی چیز کی تعریف کرے۔
2. سودا کرتے وقت قسم کھانا، امام موسی ابن جعفر علیہ السلام نے فرمایا، تین گروہ ایسے ہیں جن پر خدا اپنی نظر نہیں ڈالتا ان میں سے ایک گروہ وہ ہے جس نے خدا کو کار و بار کا ذریعہ بنایا ہے، اور قسم کے بغیر کوئی معاملہ انجام نہیں دیتا۔
3. کسی تاریک جگہ میں سودا کرنا تاکہ خریدار کو مال کا عیب نظر نہ آئے۔
4. کسی مومن سے یا کسی ایسے شخص سے جس نے اس کے ساتھ نیکی کا وعدہ کیا ہے ان سے اپنی ضرورت سے زیادہ قیمت لینا۔
5. آذان صبح اور طلوع آفتاب کے درمیان سودا کرنا۔
6. سب سے پہلے بازار جانا۔
7. محروم اور ناکام لوگوں کے ساتھ سودا کرنا۔
8. خریدار کا معاملہ طے پانے کے بعد دکاندار سے قیمت کم کرنے کی درخواست کرنا۔

9. اگر کوئی مسلمان کوئی جنس خرید رہا ہو تو اس کے سودے میں دخل اندازی کرکے خریدار بننے کا اظہار کرے جس طرح ایک آدمی دکاندار کے ساتھ معاملہ طے پانے کی امید سے پیسے ادا کرے اسی دوران دوسرا شخص آجائے اور اس شخص سے زیادہ پیسے دینے کی پیش کش کرے یہ عمل مومن کے معاملے میں دخل اندازی ہے، اور احتیاط مستحب ہے کہ اس طرح کی دخل اندازی سے اجتناب کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 687:) احتکار حرام ہے، احتکار سے مراد غذائی اجناس کو محفوظ کرنا تاکہ بازار میں ان کی قیمتیں بڑھ جائیں، جبکہ مسلمانوں کو ان چیزوں کی ضرورت ہو اور کوئی ایسا فرد بھی نہ ہو جو کہ بازار میں ان ضروری اجناس کو فروخت کرے، البتہ احتکار کی حرمت کا تعلق گندم، جو، کھجور، کشمش، اور گھی سے ہے، بنابر احتیاط مستحب نمک بھی مذکورہ بالا چیزوں میں شامل ہے۔

بیچنے والے اور خریدار کی شرائط

(مسئلہ نمبر 688:) بیچنے والے اور خریدار کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں شرط ہیں:۔

1. بیچنے والا اور خریدنے والا عاقل ہوں، بنابر این بچہ اپنا مال نہیں بیچ سکتا چاہے وہ ممیّز ہی کیوں نہ ہو اور ولی کی اجازت سے ہی کیوں نہ بیچ رہا ہو۔

(مسئلہ نمبر 689:) بچہ اپنا مال نہیں بیچ سکتا لیکن دوسروں کا مال مالک کی اجازت سے بیچ سکتا ہے جیسے بچہ کسی کی دوکان پر کام کر رہا ہو اور دوکان کا مالک اگر بچے کو دوکان میں اکیلا چھوڑ دے اور اسے دوکان میں موجود مال بیچنے کے اجازت دے یا وہ بچہ اپنے ہی والد کی دکان پر کام کرے، بچے کو جس مال کو بیچنے سے روکا گیا ہے وہ اس کا اپنا مال ہے دوسروں کا مال بیچنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 690:) اگر کوئی شخص کسی نابالغ بچے سے کوئی چیز خریدے یا اس پر بیچے تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ مال اس بچے کے ولی (والد یا اس کے دادا) کو واپس کرے خود بچے کے حوالہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 691:) اگر کوئی شخص کسی نابالغ بچے سے کوئی چیز خریدے جبکہ وہ چیز کسی اور کی ہو اور بچے نے مالک کی اجازت کے بغیر بیچی ہو، تو ضروری ہے کہ وہ چیز مالک کو پلٹادی جائے، یا اس چیز کے مالک کو راضی کیا جائے اگر مالک کا پتہ چلانا ممکن نہ ہو تو اسے مالک کی طرف سے صدقہ دیا جائے۔

2. بیچنے والا اور خریدنے والا عاقل ہوں، بنابر این دیوانہ سے معاملہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

3. معاملے کے دونوں طرف با اختیار ہوں، بنابر این مجبور انسان کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ صحیح نہیں، اور مجبور وہ شخص ہے جس کو کسی چیز کے خریدنے یا بیچنے پر مجبور کیا جائے اور وہ یہ کام نہ کرے تو اس کی جان، مال یا ناموس کو خطرہ لاحق ہو۔

4. اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتا ہو، خریدار اور بیچنے والا اپنے مال کو بیچنے کا مجاز ہو، یا مالک کی طرف سے اسے سودا کی اجازت ہو، جبکہ وہ شخص اس مال کا خود مالک ہو اور اپنے مال میں تصرف کرنے سے منع نہ کیا گیا ہو، یعنی وہ شخص بچہ، سفیہ، اور دیوالیہ نہ ہو، بنابر این ایسا خریدار یا بیچنے والا جو کہ بیچنے کا اور خریدنے کا حق نہیں رکھتا تو اس طرح کے معاملے کو عقد فضولی کہا جاتا ہے، اور عقد فضولی اس صورت میں صحیح ہے کہ مالک یا اس کا وکیل یا ایسا شخص جو کہ مالک کی طرف سے اس طرح کے معاملے کی اجازت رکھتا ہے اگر وہ اس معاملے کی اجازت دے تو

اس صورت میں مذکورہ افراد کے ذریعے انجام پانے والا معاملہ صحیح ہوگا ورنہ وہ معاملہ باطل ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 692:) اجازت کے لئے مالک کی باطنی رضایت کافی نہیں ہے، بلکہ اس مورد میں کوئی قولی یا فعلی دلیل ہونی چاہیے، مثلاً مالک کہے کہ میں راضی ہوں یا کہے میری طرف سے اجازت ہے، یا مالک قیمت لے لے یا اسے بیچے یا کسی شخص کو بیچنے کی اجازت دے، یا اس طرح کا کوئی ایسا کام کرے جس سے اس کا راضی ہونا ثابت ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 693:) فضولی معاملہ اس وقت صحیح ہوتا ہے جب اس کا مالک اجازت دے، معاملہ مالک کی اجازت سے پہلے جب وہ طے پا رہا تھا اس وقت سے صحیح نہیں ہے، بنابر این معاملہ طے پانے کے وقت سے لیکر مالک کی اجازت تک اگر اس مال کی قیمت میں اضافہ ہو جائے تو اس رُشد کا مالک خریدار ہوگا جبکہ خود جنس میں اگر رشد پیدا ہوا ہے تو اس کا مالک بیچنے والا ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 694:) اگر کوئی شخص کسی کا مال بطور فضولی بیچے اور مالک اس معاملے کی اجازت نہ دے تو اس صورت میں بیچی گئی چیزیں خریدار کے ہاتھ میں فضولی کہلائیں گی، اور مالک ان چیزوں کو اس شخص سے لے سکتا ہے، اگر بیچنے والے نے ان چیزوں کو خریدار کے حوالہ کیا ہے تو اس صورت میں مالک بیچنے والے اور خریدار دونوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے اگر اس کی چیزیں بیچنے والے کے ہاتھ سے تلف ہو جائیں، تو مالک اس کی طرف رجوع کرے گا، اگر بیچنے والے نے ان چیزوں کو خریدار کے حوالے کیا تھا اور وہ چیزیں اس کے ہاتھ سے تلف ہو جائیں تو اس صورت میں مالک ان دونوں میں سے ہر ایک کی طرف رجوع کر سکتا ہے، اگر وہ جنس مثلی تھی تو مثل اگر قیمتی تھیں تو قیمت وصول کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 695:) مال مثلی میں ملاک اور معیار یہ ہے کہ ایک نوع کے افراد خصوصیات کے اعتبار سے آپس میں برابر ہوں، اور برابر یا مساوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ افراد خصوصیات کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں، جیسے درہم، دینار، گندم، جو یا دیگر حبوبات وغیرہ، اور مال قیمی سے مراد ایک نوع کے افراد خصوصیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے نہ ملتے ہوں جیسے بھیڑیں، گائے یا اس طرح دیگر جانور، یا درخت وغیرہ، بنابر این، ادوات، آلات، اور کپڑے جو کہ مختلف فیکٹریاں اور مشنیں بناتی ہیں مثلی ہیں، لیکن جو اصلی جواہرات، جیسے یاقوت، زمرد الماس، فیروزہ وغیرہ کا تعلق قیمی سے ہے۔

(مسئلہ نمبر 696:) اگر مالک بیع فضولی کی اجازت نہ دے تو بیچنے والے نے جو پیسے خریدار سے لئے ہیں تو پیسے اور رقم موجود ہونے کی صورت میں واپس کرے، اگر پیسے موجود نہیں ہیں تو اس چیز کی بدل واپس کرے۔

(مسئلہ نمبر 697:) اگر عین، بیچنے والے کے ہاتھوں تلف ہو جائے تو غاصب غصب کے دن کی قیمت کا ضامن ہے بنابر این اگر بیچنے والے نے مہینے کی پہلی تاریخ کو مالک سے مال لیا ہو اور اسی مہینے کی پندرہ تاریخ کو اس کے پاس سے وہ چیز تلف ہو جائے اور اسی مہینے کی آخری تاریخ کو اس چیز کی قیمت مالک کو دینا چاہے تو مہینے کی پہلی تاریخ کے حساب سے اس چیز کی قیمت ادا کرنا پڑے گا۔

(مسئلہ نمبر 698:) بچے کا والد اور اس کا دادا بچے کے مال میں خرید و فروخت، اجارہ اور مضاربہ وغیرہ جیسے تصرفات کر سکتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک مستقلاً ولایت رکھتا ہے انہیں آپس میں ایک دوسرے کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اور والد اور دادا کی ولایت میں عدالت معتبر نہیں ہے، اسی طرح ان دونوں کے تصرفات میں مصلحت بھی معتبر نہیں ہے، صرف ان کے

تصرفات میں کسی مفسدے کا نہ ہونا کافی ہے، ہاں ان دونوں کے تصرف میں کوئی تفریط نہیں ہونا چاہیے، اگر ان دونوں نے تصرف میں تفریط کیا ہے، تو ان کا تصرف نافذ نہیں ہوگا مثال کے طور پر اگر والد اور دادا بچے کے مال کے بیچنے پر مجبور ہو جائیں اور اس مال کو بہتر قیمت میں فروخت کرنا ممکن ہو تو کم قیمت پر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 699:) باپ اور دادا جس طرح بچے کے مال پر ولایت رکھتے ہیں، اسی طرح خود بچے پر بھی ولایت رکھتے ہیں، اور وہ دونوں اپنے بچے کو کسی کام پر لگا سکتے ہیں، اور بچے کو کسی کام کی انجام دہی کی اجازت دے سکتے ہیں، اسی طرح اس بچے یا بچی کا نکاح بھی اپنے ذمے لے سکتے ہیں نیز بچے سے متعلق تمام امور میں باپ اور دادا تصرف کر سکتے ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ ان کے یہ تصرفات بچے کی مصلحت میں ہوں، البتہ ان دونوں کے لئے یہ اختیار نہیں ہے کہ اس بچے کی عقد دائمی والی بیوی کو طلاق دیں۔

(مسئلہ نمبر 700:) اگر باپ اور دادا قاصرین کے حوالے سے مرنے کے بعد کسی شخص کے بارے میں وصیت کریں تو وہ شخص بھی ان بچوں کے والد اور دادا کی طرح ان بچوں پر ولایت رکھتا ہے، اور وہ شخص خود بچوں اور ان کے مال میں تصرف کا حق رکھتا ہے، لیکن اس شخص کے تصرف سے کوئی مفسدہ مترتب نہ ہو، اور وہ شخص امانت دار اور رشید ہو اور اس شخص کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے۔

البتہ باپ کی وصیت کی صحت میں دادا کا نہ ہونا شرط ہے، بنابر این ولایت کے سبب بچے کے متعلق باپ کی وصیت اور اسی طرح باپ کے ہوتے ہوئے ولایت کی بناء پر دادا کی بچے سے متعلق

وصیت صحیح نہیں ہے بچے کے حوالے سے کی جانے والی وصیت دادا کے ہوتے ہوئے یا باپ کے ہوتے ہوئے دادا کی وصیت صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 701:) باپ دادا یا یہ دونوں جس کے بارے میں وصیت کریں اس شخص کے علاوہ کسی اور شخص کو بچوں پر ولایت حاصل نہیں ہے، چاہے بچوں کا ماموں، ماں، چاچا، بڑے بھائی، یا نانا موجود ہی کیوں نہ ہوں۔ بنابر این مذکورہ افراد کا بچوں کے مال میں یا خود بچوں میں یا ان سے متعلق کسی بھی کام میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور اس تصرف کا جواز ان کے شرعی ولی کی اجازت پر موقوف ہے، یا یہ کہ خود بچہ بالغ اور رشید ہونے کے بعد اس تصرف کی اجازت دے۔

(مسئلہ نمبر 702:) باپ دادا اور جس شخص کے بارے میں یہ دونوں وصیت کریں موجود نہ ہونے کی صورت میں حاکم شرع بچوں کا ولی ہوگا، اگر حاکم شرع کی طرف رجوع کرنا ممکن نہ ہو تو عادل مومنین بچوں کے ولی بنیں گے۔

جنس اور اس کے عوض کی شرائط

(مسئلہ نمبر 703:) جنس اور اس کا عوض، در حقیقت دو چیزیں ہیں کہ یہ دونوں چیزیں عقد بیع میں واقع ہوتی ہیں، اس طرح جنس کو بیچنے والا خریدار کی طرف منتقل کرتا ہے اور خریدار قیمت اور عوض کو اس عقد کے ذریعے بیچنے والے کی طرف منتقل کرتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 704:) جنس میں عین کا ہونا شرط ہے چاہے، وہ عین خارج میں موجود ہو جیسے کوئی معین گھر یا گاڑی وغیرہ کو بیچا جائے یا وہ چیز اس کے ذمہ میں ہو جیسے بیچنے والا کہے کہ میں

ایک ٹن گندم بیچتا ہوں یا کہے کہ فلاں شخص کے پاس میری ایک ٹن گندم ہے اسے بیچتا ہوں، یہاں عین سے مراد وہ چیز ہے جو کسی منفعت کے مد مقابل قرار پائے جیسے رہائش کے لئے گھر کو کرائے پر لینا، یا سواری کے لئے گاڑی کا کرائے پر لینا، اسی طرح کام کے مد مقابل اجرت یا لباس کی سلائی کی مزدوری، گھر بنانے کی مزدوری، اسی طرح ایک حق دوسرے حق کے مد مقابل قرار پاتا ہے، جیسے حق خیار، حق تحجیر، حق شُفعہ، بنابر این کام کے منافع کو اور حقوق کو فروخت کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ منافع اور حقوق عین نہیں ہیں۔

(مسئلہ نمبر 705:) عین اور منفعت کو عوض قرار دینا جائز ہے، جیسے ایک بوری چینی کو ایک ماہ گھر میں رہائش اختیار کرنے کا عوض قرار دیا جائے اسی طرح کام کو بھی عوض قرار دینا جائز ہے جیسے ایک کتاب کے عوض کپڑے سیئے جائیں۔

(مسئلہ نمبر 706:) بنابر احتیاط واجب معاملہ کو غرری اور نا معلوم نہیں ہونا چاہیے، بعبارت دیگر معاملہ کرتے وقت عوض و معوض (جو چیز بیچی جارہی اور جو چیز خریدی جارہی ہے) معلوم ہونا چاہیے۔ بنابر این عوض و معوض کی مقدار یعنی وزن، پیمانہ، عدد معلوم ہونا چاہیے اور جن چیزوں کا دیکھنا ضروری اور معتبر ہے ان میں معمول کا مشاہدہ کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 707:) مقدار، وزن، عدد یا پیمانہ کے بارے میں اگر بیچنے والا شخص امین ہے، تو اس کی بات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، اگرچہ وہ شخص عادل نہ ہو، ہاں اگر پتہ چل جائے کہ جو چیز بیچی گئی ہے وہ اتنی نہیں ہے جتنی دوکاندار نے کہا تھا، تو اس صورت میں خریدنے والے شخص کو اختیار ہے کہ وہ معاملے کو فسخ کرلے، یا جس قیمت پر اس نے خریدا ہے راضی ہو جائے، البتہ اگر وہ

چیز دکاندار کی بتائی ہوئی مقدار سے زیادہ ہو تو اس صورت میں دکاندار کو اختیار ہے کہ وہ معاملہ کو فسخ کرے یا مقدار سے زیادہ بیچے ہوئے تمام مال کے معاملے پر راضی ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 708:) معاملے میں عوض و معوض کی جنس کی شناخت شرط ہے جیسے دونوں گندم ہوں یا چینی یا چاول ، لیکن عوض و معوض کی صفات کی شناخت، جیسے رنگ، بُو، مزہ مرغوب و نامرغوب ہونا جو کہ قیمت میں اختلاف کا باعث بنتے ہیں بنابر احتیاط مستحب شرط ہے لیکن ان صفات کا جاننا ضروری نہیں ہے، جو قیمت میں اختلاف کا باعث نہیں بنتے۔

(مسئلہ نمبر 709:) معرفت تین راستوں سے ممکن ہے :۔ ۱ ۔دیکھنے سے ۲ ۔بیچنے والا مال کی صفات کو بیان کرے ۳ ۔پہلے اس مال کو دیکھا ہو۔

(مسئلہ نمبر 710:) جنس اور عوض (جو مال بیچا جارہا ہے اور جو مال اس کے بدلے میں دیا جارہا ہے) بیچنے والے اور خرید نے والے کی مِلک ہو یا ملک کے حکم میں ہو جیسے متولی شخص یا سرپرست زکات مال یا وقف مال کا ایک حصہ بیچ کر زکات میں ملنے والی بھیڑ بکریوں کے لئے چارہ خریدے، وقف کی عین کو اس وقت بیچا جا سکتا ہے، جب ضرورت اس بات کا تقاضا کرے پس بیچی جانے والی چیز اور اس کا عوض دونوں صورتوں میں اس شخص کی ملک نہیں ہیں، البتہ وہ چیز شرعاً مِلک کی طرح ہے، بنابر این ایک ایسی چیز کا بیچنا جو نہ ہی ملک اور نہ ہی ملک جیسی ہو ایسا ہی ہے جیسے شکار سے پہلے مچھلی کو پانی میں اور پرندے کو ہوا بیچا گیا ہو جو کہ جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 711:) جو شخص اپنا مال کسی اور شخص کے پاس گروی رکھ دے مالک کی اجازت سے اس مال کو بیچ سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 712:) گروی لینے والا شخص گروی رکھنے والے کی اجازت کے بغیر مال فروخت کرے تو اس کا بیچنا صحیح ہے، لیکن جس نے مال خریدا ہے اس کے لئے خیار ثابت ہے، اگر معاملے کے وقت وہ اس چیز سے باخبر نہیں تھا کہ خریدا ہوا مال کسی اور کے گرو میں تھا اور معاملہ طے ہونے کے بعد اسے پتہ چلے، تو اس کو اختیار ہے کہ وہ معاملے کو ختم کرے اور اپنے مال کو گروی والے سے واپس لے یا اس معاملے سے راضی ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 713:) وقف چیز کا فروخت مندرجہ ذیل موارد میں جائز ہے:۔

اول - وقف چیز اس طرح سے خراب ہو جائے کہ اس کے عین سے استفادہ کرنا ناممکن ہو جائے جیسے وقف کا جانور ذبح ہو جائے، وقف کی چنائی فرسودہ ہو جائے، وقف کی لکڑی گھل سڑ جائے لہٰذا ان چیزوں کا باقی رکھنا ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

دوئم - وقف چیز اس طرح سے خراب ہو جائے کہ وہ استفادہ کرنے کے قابل نہ رہے، اگرچہ اس سے فائدہ اٹھانا جاسکتا ہے مگر انتہائی کم اور حقیر ہو جیسے ایک گھر جو کہ بالکل خراب ہو چکا ہے، لیکن اس کی زمین کرائے پر دی جا سکتی ہے لیکن اس گھر کے کرائے کے مقابلے میں زمین کا کرایہ بہت ہی کم اور ناچیز ہو، اگر اس کے بجائے اس گھر کو بیچا جائے اور اس پیسے سے کاروان سرائے ہوٹل یا دکانیں خریدی اور بنائی جائیں تو اس کا فائدہ وقف گھر جتنا ہی ہوگا۔

سوم - اگر وقف کرنے والے نے اصل وقف میں یہ شرط رکھی ہو کہ جس دن وقف کی منفعت کم ہو جائے، اور بیچنے سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے، تو اس صورت میں بیچا جائے تو اس صورت میں

وقف مال فروخت کیا جائیگا لہٰذا جب بھی اس طرح کی شرائط فراہم ہوں تو وقف مال کا بیچنا جائز ہے۔

چہارم - جن لوگوں کے لئے جو مال وقف ہوا ہے اگر ان لوگوں کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو جائے اور جان و مال کے ضائع ہونے کے خطرات لاحق ہو جائیں تو ایسی صورت میں وقف کا بیچنا جائز ہے۔

پنجم - یہ کہ معلوم ہو کہ واقف نے اصل میں ایک خاص عنوان کو مد نظر رکھا تھا جیسے واقف کی نظر میں عین وقف (یعنی جو چیز وقف کی گئی) کوئی خاص باغ یا حمام تھا اصل وقف کا عنوان واقف کی نظر میں ختم ہو جائے تو اس صورت میں وقف باطل ہو جاتا ہے اور اس کا بیچنا جائز ہے، اگر ممکن ہے تو عین وقفی کا بدل خریدا جائے اگر ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت کسی ایسی چیز پر خرچ کی جائے جو واقف کے غرض سے نزدیک تر ہو۔

(مسئلہ نمبر 714:) وقف کے حوالے سے جو چیزیں ہم نے گذشتہ مسئلے میں بیان کیں، وہ وقف کے فروخت کے جواز کے موارد تھے لہٰذا وہ حکم مساجد میں جاری نہیں ہوگا کیوں کہ مسجدوں کا بیچنا کسی بھی شرط کے تحت جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 715:) خریدار اور بیچنے والا متعلقہ جنس اور عوض کو حوالہ کرنے کی قدرت رکھتے ہوں بنابراین فراری اونٹ اور ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

خیارات

(مسئلہ نمبر 716:) خِیار ایک حق ہے اور یہ حق جس کو حاصل ہوتا ہے اسے معاملے کو ختم کرنے یا بر قرار رکھنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

خیار کی قسمیں

۱۔ خیار مجلس ۲۔ خیار حیوان ۳۔ خیار شرط ۴۔ خیار غبن ۵۔ خیار تاخیر ۶۔ خیار رویت

۷۔ خیار عیب

1۔ خیار مجلس

جب معاملہ طے پا جائے اور بیچنے والا اور خریدار ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے معاملے کو ختم کر سکتے ہیں، اگر معاملے کو ختم نہ کریں اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اس صورت میں خیار ساقط اور معاملہ لازم ہو جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 717:) مجلس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں معاملہ انجام پایا ہے، چاہے بیچنے والا اور خریدار اکھٹے ہوں یعنی دونوں ایک ہی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں یا دونوں اکھٹے کسی طرف جارہے تھے اسی دوران معاملہ انجام پائے، یا یہ کہ دونوں ایک جگہ اکھٹے نہیں تھے بلکہ معاملہ ٹیلی فون کے ذریعے انجام پایا ہے، بنابر این مذکورہ موارد میں بیچنے والے اور خریدار کے درمیان جدائی اور افتراق عرف کی نظر میں واقع ہو جائے تو خیار ساقط اور معاملہ لازم ہو جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 718:) خیار مجلس صرف بیع سے مخصوص ہے اس کے علاوہ دیگر عقود و معاوضوں میں جاری نہیں ہوتا، بنابر این عقد بیع کے علاوہ بیچنے والے اور خریدار کے لئے جدائی سے پہلے اور جدائی کے بعد خیار مجلس حاصل نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 719:) فروخت کرنے والا اور خریدار ایک دوسرے کے لئے سقوط خیار کی شرط رکھ سکتے ہیں، بنابراین اگر عقد بیع کے ضمن میں ان دونوں میں سے کوئی ایک سقوط خیار کی شرط رکھے اور اس پر دوسرا راضی ہو جائے تو اس صورت میں خیار ساقط ہے، جیسا کہ عقد کے بعد بھی خیار کا اسقاط جائز ہے۔

2۔ خیار حیوان

(مسئلہ نمبر 720:) جانور کے خریدار کے لئے معاملے کے وقت سے لیکر تین دن تک خیار حاصل ہے۔

(مسئلہ نمبر 721:) خیار حیوان مندرجہ ذیل موارد میں ساقط ہو جاتا ہے:۔

1. ضمن عقد میں خیار کے سقوط کی شرط رکھی جائے، بیچنے والا معاملے کے ضمن میں خیار کے نہ ہونے کی شرط کرے اور خریدار بھی اس شرط کو قبول کرے۔
2. اسقاط خیار، خریدار معاملے کے بعد خیار کو ساقط کرے۔
3. تصرف۔ جانور میں اس طرح تصرف کرے جس سے معاملے کی رضایت اور عدم فسخ پر دلالت کرے۔ مثلاً، خریدار اس جانور میں کوئی نقص پیدا کرے بلکہ بعید نہیں کہ مطلق تصرف فسخ کے لئے مانع بنے اگرچہ رضایت پر دلالت نہ کرے، جیسے خریدار جانور کو چارا یا پانی دے یا اس پر سوار ہو جائے تا کہ اس کی چلن کو آزمائے۔

(مسئلہ نمبر 722:) اگر جانور فروخت کئے ہوئے مال کا عوض قرار پائے تو اس صورت میں خیار حیوان بیچنے والے کے لئے بھی ثابت ہے۔

(مسئلہ نمبر 723:) خیار حیوان بیع کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے معاوضات میں جاری نہیں ہوتا بنابر این اگر کوئی شخص اپنے گھر کو کرائے پر دے اور کسی جانور کو اس گھر کے کرائے کا عوض قرار دے تو اس صورت میں خیار فسخ گھر کے مالک کو حاصل نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 724:) خیار حیوان میں اگر معاملے کے بعد خریدار کے قبض سے پہلے یا قبض کے بعد خیار کے دوران جانور مر جائے تو اس جانور کا تلف ہونا بیچنے والے کے ہاتھ سے سمجھا جائے گا، اگر بیچنے والے نے خریدار سے جانور کی قیمت وصول کر لی ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ قیمت خریدار کو واپس کرے، اگر خیار کے دوران جانور میں کوئی نقص پیدا ہو جائے اور خریدار کی طرف سے کوئی تفریط و کوتاہی نہ ہوئی ہو تو اس نقص کا ذمدار بھی بیچنے والا ہوگا۔

3۔ خیار شرط

(مسئلہ نمبر 725:) خیار شرط کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے والا یا خریدار ایک معین مدت میں معاملے کو فسخ کرنے کی شرط رکھیں اور دوسرا اس شرط کو قبول کرے مثلاً بیچنے والا کہے میں اپنا گھر ایک ہزار روپے میں بیچتا ہوں اس شرط کی بنا پر کہ مجھے ایک ماہ خیار حاصل ہو۔

4۔ خیار غبن

(مسئلہ نمبر 726:) اگر کوئی شخص کسی چیز کو اس کی اصلی قیمت سے زیادہ پر فروخت کرے اور اسے بازار کی قیمت کا پتہ نہ ہو تو فروخت کرنے والے کے لئے خیار فسخ حاصل ہے اگر قیمت میں فرق اتنا زیادہ ہو جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اگر ایک شخص کوئی چیز اس کی اصلی قیمت سے بڑھ کر خرید لے اور قیمت کا فرق بہت زیادہ ہو اور اس کی اصلی قیمت کو نہ جانتا ہو تو ایسی صورت میں خریدار کو بھی معاملے کو فسخ کرنے کا خیار حاصل ہے لیکن وہ اصلی قیمت کو جانتے ہوئے خریدے تو معاملے کو فسخ کرنے کا خیار نہیں ہے جیسے ایک شخص جانتا ہے کہ لباس کی قیمت ایک ہزار روپے ہے مگر وہ اسے ایک سو روپے میں بیچے۔

(مسئلہ نمبر 727:) خیار غبن چند شرائط کے تحت ساقط ہو جاتا ہے:۔

1. مغبون اور جس شخص نے نقصان اٹھایا ہے اگر معاملے کے بعد اسے ساقط کردے اگرچہ اس کا ساقط کرنا نقصان اور غبن کے آشکار ہونے سے پہلے ہو۔
2. غابن (نقصان پہنچانے والا) مغبون سے سقوط خیار کی ضمن عقد میں شرط کرے۔

3. اگر مغبون شخص مال میں اس طرح سے تصرف کرے کہ وہ تصرف معاملے کی رضایت پر دلالت کرے تو اس صورت میں خیار ساقط ہو جاتا ہے، مثلاً جو چیز منتقل ہوئی ہے وہ بھیڑ ہو اور اسے ذبح کیا جائے یا اسے بیچ دی جائے اور اس کا تصرف غبن معلوم ہونے کے بعد ہو، چنانچہ اگر اس طرح کا تصرف معاملے کے لازم ہونے پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ اکثر معاملے غبن کے آشکار نہ ہونے کی صورت میں ایسے ہی ہوتے ہیں ایسی صورت میں خیار ساقط نہیں ہوتا اگرچہ اس مال میں تصرف کی وجہ سے عین تلف اور ملکیت سے خارج ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 728:) اگر بیچنے والے کو پتہ چل جائے کہ وہ مغبون ہے اور معاملے کو فسخ کر دے اور بیچی گئی چیز خریدار کے پاس موجود ہو تو اسے وہ واپس لے گا اگر خریدار کے ہاتھوں سے ضائع ہو گئی ہے تو اگر وہ چیز مثلی تھی تو خریدار سے مثل کا مطالبہ کرے گا اگر وہ چیز قیمی تھی تو خریدار سے قیمت لے گا لیکن اگر وہ چیز خریدار کے پاس معیوب ہو گئی ہے چاہے اس میں عیب خود خریدار کی وجہ سے پیدا ہوا ہو یا کسی آسمانی آفت کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو تو اس صورت میں خود جنس اور مابہ التفاوت (یعنی درست اور خراب چیز کی قیمت میں فرق) خریدار سے لے گا، اگر وہ چیز فروخت ہونے کی وجہ سے خریدار کی ملکیت سے خارج ہو گئی ہے تو ظاہراً اس پر تلف کا حکم لاگو ہوگا اور بیچنے والا جو کہ مغبون ہے خریدار سے مثل یا قیمت وصول کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 729:) ظاہراً خیار غبن فوری نہیں ہے، اگر مغبون شخص غبن کے علم کے ہوتے ہوئے جان بوجھ کر غابن کا یا کسی ایسے شخص کا انتظار کرے جس سے وہ مشورہ کرنا چاہتا ہے یا اس طرح کے درست دیگر معاملات کی خاطر تاخیر سے کام لے تو خیار ساقط نہیں ہوگا، اگر معاملے کو فسخ کرنے میں تاخیر کی وجہ غبن کا علم نہ ہونا یا مغبون شخص خیار غبن کے ثابت ہونے سے جاہل ہو

اور اس کی جہالت یا تو فراموشی یا غفلت کی وجہ ہو تو بطریق اولی خیار ساقط نہیں ہوگا لہٰذا مغبون شخص جیسے ہی غبن کے بارے میں متوجہ ہوگا معاملے کو فسخ کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 730:) خیار غبن صرف خرید وفروخت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ حکم ہر معاملے میں کارفرما ہے جہاں کسی بھی فریق کے ساتھ فریب کیا گیا ہو چاہے فریب کا شکار بیچنے والا ہو یا خریدار اسی طرح صلح اور اجارہ میں بھی یہ حکم کارفرما ہے۔ بنابراین اگر ایک شخص اپنے گھر کو اجرت المثل سے کم کرائے پر دے یا اجرت المثل سے زیادہ پر کرائے پر لے تو مغبون شخص کے لئے خیار غبن ثابت ہے وہ اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے معاملے کو فسخ کر سکتا ہے۔

5۔ خیار تاخیر

(مسئلہ نمبر 731:) خریدار نے جو جنس خریدی ہے اگر اس کی قیمت تین دن تک ادا نہ کرے اور بیچنے والے نے بھی وہ جنس خریدار کے حوالے نہ کی ہو ایسی صورت میں یہ سودا تین دن تک لازم ہو جاتا ہے بنابراین اگر خریدار تین دن ختم ہونے سے پہلے جنس کی قیمت ادا کرے تو معاملہ نافذ اور لازم ہو جاتا ہے، اگر خریدار تین دن تک جنس کی قیمت ادا نہ کرے تو بیچنے والا یا تو معاملے کو ختم کرے گا یا اس معاملے پر راضی ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 732:) خیار تاخیر اس صورت میں ثابت ہوتا ہے جب بیچی ہوئی جنس کسی معین عین کی شکل میں بیچنے والے ہاتھ میں یا اس کے وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو، اگر وہ بیچی ہوئی چیز کسی معین کلّی کی صورت میں کسی شخص کے ذمے ہو تو اس صورت میں خیار تاخیر کا ثابت ہونا محل اشکال ہے بلکہ بعید نہیں کہ خیار ثابت ہی نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 733:) اگر بیچنے والا یا خریدار جنس کی حوالگی میں تاخیر یا اس کی قیمت میں تاخیر کی کوئی معین مدت جیسے ایک ماہ یا ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ یا کمتر کی شرط کرے تو اس صورت میں خیار ثابت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 734:) اگر بیچنے والا خریدار کے ساتھ شرط رکھے کہ وہ جنس کی قیمت ایک گھنٹے یا اس سے کمتر مدت میں ادا کرے گا لیکن خریدار اس معین مدت میں قیمت ادا نہ کرے تو بیچنے والا معاملے کو فسخ کر سکتا ہے اور تین دن انتظار کرنا واجب نہیں ہے۔

6۔ خیار رویت

(مسئلہ نمبر 735:) کسی معین چیز کو دیکھنے اور خریدنے کے بعد اس جنس میں وہ خصوصیات موجود نہ ہوں، یا دیکھے بغیر بیچنے والے پر اعتماد کرتے ہوئے اسے خریدے اور بعد میں پتہ چلے کہ جو خصوصیات دکاندار نے بیان کی تھیں وہ خصوصیات اس میں موجود نہیں ہیں تو اس صورت میں خریدار معاملے کو فسخ کر سکتا ہے اور خریدی ہوئی جنس کو واپس کرے گا یا معاملے کو اسی مقررہ قیمت پر جس پر ان دونوں کا اتفاق ہوا تھا راضی ہو جائے گا اور قیمت ادا کر کے جنس کو اپنی تحویل میں لے گا۔

(مسئلہ نمبر 736:) جس طرح خصوصیات کے فقدان سے خریدار کو خیار حاصل تھا اسی طرح اگر قیمت میں وہ بیان شدہ اوصاف و خصوصیات موجود نہ ہوں تو بیچنے والے کے لئے خیار ثابت ہے، جیسے بیچنے والے نے اس جنس کو پہلے دیکھا تھا اور اپنے اسی مشاہدہ کی بنیاد پر اس نے اس

جنس کو بیچ دیا اور بعد میں اسے پتہ چلا وہ جنس مذکورہ جنس سے بہتر اور زیادہ ہے تو اس صورت میں بیچنے والے کے لئے خیار حاصل ہے۔

7۔ خیار عیب

(مسئلہ نمبر 737:) خریدی ہوئی جنس میں اگر کوئی عیب پایا جائے تو اس صورت میں اختیار ہے کہ معاملے کو فسخ کرے اور جنس کو واپس کرکے مالک سے قیمت وصول کرے یا یہ کہ جنس کو رکھ کر معیوب و صحیح جنس کے فرق کی قیمت ادا کرے اور اس اعتبار سے خریدار اور بیچنے والے میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی اگر بیچنے والے کو قیمت میں کوئی عیب نظر آجائے تو وہ معاملے کو فسخ کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 738:) اَرش یا تاوان عبارت ہے اس فرق سے جو عیب دار اور بے عیب جنس کی قیمت میں ہوتا ہے، بنابر این اگر عیب دار چیز اور بے عیب چیز کی قیمت کے فرق کو جاننا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے بے عیب چیز کی قیمت لگائی جائے پھر دوسری مرتبہ عیب دار چیز کی قیمت لگائی جائے اور ان دونوں قیمتوں میں جو فرق آگیا ہے اسی بنیاد پر بیچنے والے کو عیب دار چیز کی قیمت ادا کی جائے گی اور بیچنے والے سے اضافے رقم واپس لی جائے گی جیسے بے عیب چیز کی قیمت آٹھ دینار ہو اور عیب دار چیز کی قیمت چار دینار اور بیچنے والے اور خریدار میں معاملہ بھی چار دینار پر طے پایا ہو اور عیب دار اور بے عیب چیز کی قیمت کا فرق بھی چار دینار ہے بنابر این بیچنے والے اور خریدار کے درمیان چار دینار پر معاملہ طے پایا تھا لہٰذا چار دینار کا آدھا دو دینار ہوتا ہے بیچنے والے کو چاہیے کہ وہ

دو دینار خریدار کو واپس کرے، صحیح قیمت کی شناخت میں اہل خبرہ سے رجوع کرنا چاہیے اور اہل خبرہ کے لئے وثاقت اور امانت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

قبضے میں لینا اور قبضے میں دینا

(مسئلہ نمبر 739:) جب معاملہ طے ہو جائے تو ضروری ہے کہ بیچنے والا سودا کو خریدار کے حوالے کرے اور خریدار قیمت کو بیچنے والے کے حوالے کرے اگر ان میں سے کسی ایک نے تاخیر کی شرط رکھی ہے تو اس کی شرط نافذ ہے اگر اس طرح کی کوئی شرط نہیں رکھی گئی ہے تو بیچنے والے اور خریدار کو یہ حق نہیں کہ وہ جنس اور قیمت دینے میں تاخیر کریں ہاں اگر معاملے کا ایک فریق تاخیر پر راضی ہو جائے یا کوئی اور عذر در پیش ہو تو اس صورت میں تاخیر جائز ہے۔

نقد اور ادھار کے احکام

(مسئلہ نمبر 740:) نقد، معاملے اور سودا کرتے وقت قیمت ادا کرنے سے عبارت ہے، اور ادھار معاملے کے بعد تاخیر سے قیمت ادا کرنے کا نام ہے۔

(مسئلہ نمبر 741:) اگر کوئی شخص اپنا مال ادھار بیچے مگر خریدار یا بیچنے والا قیمت کی وصولی کو کسی خاص مدت کے ساتھ مشروط نہ کرے تو اس صورت میں معاملہ نقدی ہوگا، بنابر این بیچنے والا اور خریدار کے درمیان معاملہ طے پانے کے بعد خریدار سے سودا بیچنے والا قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے اور خریدار پر واجب ہے کہ وہ قیمت ادا کرے، اور قیمت ادا کرنے میں پس و پیش سے کام لینے کا حق نہیں رکھتا، مگر یہ کہ بیچنے والا بغیر کسی شرط اور عذر کے خریدار کو مال حوالہ کرنے سے منع کرے، چنانچہ خریدار معاملہ طے پانے کے بعد قیمت ادا کرے اور بیچنے والا قیمت وصول کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 742:) اگر خریدار معاملے کے ضمن میں قیمت کو مدت سے مشروط کرے تو اس صورت میں قیمت ادھار ہو گی، بنابر این اس صورت میں بیچنے والا مدت پوری ہونے سے پہلے قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا، اسی طرح خریدار پر بھی مدت پوری ہونے سے پہلے قیمت ادا کرنا واجب نہیں ہے چاہے بیچنے والا قیمت کا مطالبہ ہی کیوں نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 743:) مدت کا ٹھیک ٹھیک معلوم ہونا ضروری ہے ایسا معاملہ صحیح نہیں ہے جس میں مدت کا زیادہ یا کم ہونے کا شک ہو، لہٰذا اگر ایک شخص کوئی چیز اس وعدے پر بیچے کہ وہ اس کی قیمت فصل اٹھنے پر لے گا اور بیچنے والا اس پر راضی ہو تو معاملہ صحیح ہے ورنہ معاملہ باطل ہے۔

(مسئلہ نمبر 744:) اگر بیچنے والا کوئی چیز نقد کی صورت میں ایک سو روپے میں اور ادھار یعنی ایک ماہ بعد قیمت ادا کرنے کی صورت میں ڈیڈھ سو روپے میں بیچے اور خریدار اس پر راضی ہے تو معاملہ صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 745:) اگر ایک شخص قیمت کی وصولی کو ایک خاص مدت سے مشروط کرے اور اس مقررہ مدت میں وہ شخص قیمت ادا نہ کرسکے تو قیمت بڑھا کر مدت کو طول دینا جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر بیچنے والا خریدار سے کہے کہ ایک ماہ بعد ادا کرے مگر یہ کہ طے شدہ قیمت کے علاوہ ایک سو روپے زیادہ ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 746:) زیادہ قیمت پر بیچی گئی مدت دار چیز کو نقد کی صورت میں کم قیمت پر بیچنا جائز نہیں ہے، مثال کے طور پر زید نے خالد سے چھ مہینے کے لئے ایک سو روپے قرض لیا تھا اب خالد جو کہ قرض خواہ ہے سو روپے کو نقد کی صورت میں نوّے روپے میں فروخت نہیں کر سکتا، البتہ خالد کے لئے اس معاملے سے دست بردار ہونا یا زید کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے، مثال کے طور پر خالد کے سو روپے زید کے ذمّے تھے ان ایک سو روپے کو زید کے لئے بخشدے اور زید سے نوّے روپے نقد کی صورت میں لے لے یا یہ کہ زید کے ذمّے جو ایک سو روپے تھے اور معین مدت پر ادا کرنے تھے خالد زید کے ساتھ نوّے روپے نقد پر مصالحت کرے۔

(مسئلہ نمبر 747:) اگر ایک شخص ایک سو ڈالر کو دو لاکھ تومان کے بدلے میں بیچے اور خریدار سے کہے کہ وہ دو لاکھ تومان ایک مہینہ کے بعد ادا کرے گا، ایک مہینہ گزرنے کے بعد خریدار دو لاکھ تومان ادا نہ کر پائے تو بیچنے والے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خریدار سے چھ مہینے بعد ڈھائی لاکھ تومان وصول کرنے کی نیت سے خریدار کو چھ مہینے کی مدت دے لہٰذا اس طرح کا معاملہ جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ قرض کو قرض کے مد مقابل بیچنا ہے۔

رِبا کے احکام

ربا کی حرمت کے حوالے سے قرآن کریم کی واضح آیات ہیں اور متواتر روایات سود کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح تمام مسلمان فرقوں میں سود کی حرمت پر اجماع واتفاق پایا جاتا ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والا، سود دینے والا، سود بیچنے والا، سود پر لینے والا، سود لکھنے والا اور سودی کار و بار کے گواہ پر لعنت کی ہے، اسی طرح ایک روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا سود کے ایک درہم کا گناہ اپنی محارم (ماں بہن) سے زنا کرنے سے بھی بڑا ہے اور شدید ہے۔

(مسئلہ نمبر 748:) سود یا تو کار و بار میں ہوتا ہے یا قرض میں اور فی الحال ہماری گفتگو خرید وفروخت میں ہے اس لئے ربا کا تعلق معاملے سے ہے اور قرض میں سود اور ربا کے حوالے عنقریب گفتگو آگے چل کر کرینگے۔

(مسئلہ نمبر 749:) معاملے میں سود کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار کو پیمانے یا وزن کے ذریعے بیچی جانے والی چیز فروخت کرے اور خریدار سے وہی چیز زیادہ وصول کرے چاہے یہ زیادہ یا تو عوض میں ہوگا یا معوض میں یا یہ زیادہ عینی ہو یا حکمی، جیسے بیچنے والا ایک کیلو سرخ گندم کو

ڈیڈھ کیلو سفید گندم کے بدلے بیچے یہ زیادہ عینی ہے اور یہ زیادہ یا تو عوض میں ہوگا یا معوض میں ہوگا لہٰذا اس طرح کا معاملہ ربا کا مصداق قرار پاتا ہے، زیادہ حکمی کی مثال، یہ کہ تین کیلو گندم کو نقداً بیچا جائے اور ایک مہینے کے بعد تین کیلو گندم وصول کیا جائے یعنی تین کیلو گندم کو نقدی کے طور پر تین کیلو گندم اُدھار کے مقابلے میں بیچا جائے اور ادھار گندم کو ایک مہینے کے بعد وصول کیا جائے لہٰذا عوض کا مدت دار ہونا ربائے حکمی ہے ایسے مال کے برابر جیسے نقداً دیدیا گیا ہے، اسی طرح تین کیلو گندم کو تین کیلو گندم کے مقابلے میں فروخت کرے اس شرط کے ساتھ کہ خریدار ایک جوڑا لباس بھی اس کے لئے تیار کرے یا تین کیلو گندم کو پیس کر آٹا بنائے اس طرح کے معاملے زیاد حکمی ہیں اور ربائے حرام کے مصادیق میں سے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 750:) ربا کے حرام ہونے کا تعلق صرف خرید و فروخت سے نہیں ہے بلکہ حرمت کا تعلق ان تمام معاملات سے ہے جہاں پر بیچی جانے والی چیز اور اس کی قیمت قرار پانے والی چیز دو عین ربوی ہوں تو وہاں پر بھی یہی حکم ہے، چنانچہ اگر عوض اور معوض میں سے ایک زیادہ ہو مثلاً ایک شخص دوسرے شخص سے کہے کہ میں تمہارے ساتھ دس کیلو گندم کو پانچ کیلو گندم کے مقابلے میں مصالحت کرتا ہوں تاکہ پانچ کیلو گندم میری ہو جائے تو یہ صلح جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ صلح ربائے حرام ہے۔ اگر مصالحت دو عین کے درمیان نہ ہو بلکہ دو مصالحتوں کے درمیان ہو یعنی ان دو مصالحتوں میں سے ایک کا تعلق عوض سے اور دوسرے کا تعلق معوض سے ہو اور دوسرے مصالحے کا تعلق کسی اور عوض کے ساتھ ہو مثال کے طور پر زید عمر کے لئے دس کیلو گندم اس شرط پر ھبہ کرے کہ عمر بھی پانچ کیلو گندم زید کے لئے ھبہ کرے گا، یہ مورد ربوی نہیں ہے، چوں کہ اس مصالحے میں دو مال معاوضہ قرار نہیں پائے ہیں بلکہ صرف دو معاملوں کے درمیان

مصالحہ قرار پایا ہے، اور ہر مصالحہ اپنا ایک مخصوص متعلق رکھتا ہے، اسی طرح اگر ایک شخص کہے تمہارے ذمے جو پانچ کیلو گندم تھے میں تجھے بخش دیتا ہوں اس شرط پر کہ جو میرے ذمے تمہارے دس کیلو گندم تھے وہ مجھے بخش دو تو یہ معاملہ حرام ربا میں شمار نہیں ہوتا چونکہ یہ معاوضہ بھی دو مال کے درمیان قرار نہیں پایا ہے۔

(مسئلہ نمبر 751:) ربوی معاملے میں دو شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

1. قیمت یا مال کا تعلق ایک ہی جنس ہو اگرچہ صفات مختلف ہوں جیسے ایک سو کیلو اچھے گندم کو ڈیڑھ سو کیلو گھٹیا گندم کے مقابلے میں یا ایک سو کیلو غیر مرغوب چاولوں کا ڈیڑھ سو مرغوب چاولوں کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر جنس میں اختلاف ہو جیسے ایک سو کیلو گرام گندم کا ڈیڑھ سو کیلو چاول کے عوض بیچنا جائز ہے۔
2. عوض و معوض کا تعلق وزن، پیمانے یا گننے سے ہوں جیسے ایک انڈے کے بدلے دو انڈے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ایک انڈے کے بدلے دو یا اس سے زیادہ لینا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 752:) سودی خرید و فروخت مطلقاً باطل ہے، اور اس میں عالم اور جاہل میں کوئی فرق نہیں ہے، چاہے انسان سود کے حکم کو نہ جانتا ہو یا اس کے موضوع سے بے خبر ہو، بنابر این سودی معاملے کے دونوں طرف یعنی بیچنے والے اور خریدار پر واجب ہے کہ خریدا ہوا مال اور وصول کی ہوئی قیمت مالک کے حوالے کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 753:) گندم اور جو ایک ہی جنس شمار ہوتے ہیں لہٰذا ایک کیلو گندم کے بدلے دو کیلو جو لینا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 754:) جانوروں کے اختلاف سے گوشت، گھی اور دودھ بھی مختلف ہوتے ہیں بنابر این ایک کیلو بھیڑ کے گوشت کے بدلے دو کیلو گائے کا گوشت لینا جائز ہے اسی طرح بھیڑ اور گائے کے دودھ میں بھی یہی حکم ہے یعنی ایک کے بدلے دوسرے کو کم یا زیادہ لیا جاسکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 755:) کھجوروں کی تمام انواع ایک ہی جنس شمار ہوتی ہیں لیکن دوسرے حبوبات اور فلزات ایسے نہیں ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک الگ جنس سمجھی جاتی ہے جیسے گندم، چاول، ماش کی دال اور دیگر دالیں الگ الگ جنس سمجھی جاتی ہیں، اسی طرح سونا چاندی اور مِس کا شمار فلزات میں ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک الگ الگ جنس ہے۔

(مسئلہ نمبر 756:) بھیڑ اور بکری کی جنس ایک ہے اسی طرح گائے اور بھینس کی جنس ایک ہی ہے، عربی اونٹ اور غیر عربی اونٹ کا تعلق بھی ایک ہی جنس سے ہے، لیکن پرندے ایسے نہیں ہیں، پرندوں کے مختلف گروہ ہوتے ہیں ان میں سے ہر گروہ جس نام سے منسوب ہوگا وہی نام اس کے لئے جنس ہوگی جیسے چڑیا کبوتر کی ہم جنس نہیں ہے اسی طرح کبوتر فاختے کی ہم جنس نہیں بلکہ چڑیا اسی نام سے مشہور ہے، بنابر اقوی مچھلیوں کی انواع کا تعلق بھی مختلف اجناس سے ہے۔

(مسئلہ نمبر 757:) جنگلی اور پالتو جانور میں فرق ہے پالتو گائے اور جنگلی گائے دو الگ الگ جنس ہیں بنابر این ان دونوں کے گوشت میں زیادہ اور کم جائز ہے اسی طرح پالتو گدھے اور جنگلی گدھے میں بھی فرق ہے اور ان دونوں کا تعلق ایک جنس سے نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 758:) ہر اصل اپنی مختلف شاخوں سمیت ایک ہی جنس گنی جاتی ہے، بنابر این ایک کیلو گندم ڈیڈھ کیلو آٹے کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے، اسی طرح دودھ، پنیر، بالائی، دھی، گھی کا تعلق بھی ایک ہی جنس سے ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کے مقابل زیادہ لینا جائز نہیں ہے

ویسے ہی خشک کھجور کا تازہ کھجور یا شیر کے مقابلے میں زیادہ لینا جائز نہیں ہے کیوں کہ ان کا تعلق ایک ہی جنس سے ہے۔

(مسئلہ نمبر 759:) روٹی کے مقابلے میں زیادہ آٹا نہیں لیا جا سکتا کیوں کہ یہ بھی ربائے حرام کے زمرے میں آتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 760:) ایک مثقال بنائے ہوئے سونے کا نہ بنائے ہوئے سونے کے عوض بیچنا اور اس کی بنائی کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 761:) دو راستوں میں سے کسی ایک راستے سے سود اور ربا سے بچا جا سکتا ہے:۔

1. جو چیز کم ہے اس کے ساتھ کسی اور جنس کو ملا دیا جائے مثلاً ایک سو کیلو گندم اور ایک دینار دیکر دو سو کیلو گندم لینا جائز ہے۔
2. کسی اور جنس کا ضمیمہ کرنا یعنی دونوں طرف کسی اور جنس کا اضافہ کیا جائے جیسے دو درہم اور دو سو کیلو گرام گندم کو ایک درہم اور ایک سو کیلو گرام گندم کے بدلے بیچنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 762:) باپ، بیٹے، میاں، بیوی، مسلمان اور کافر حربی کے درمیان قرار پانے والا سودی معاملہ مسلمان کے زیادہ لینے کی صورت میں بنابر احتیاط واجب ترک کیا جائے، البتہ اگر سودی معاملہ مسلمان اور کافر حربی کے درمیان واقع ہو جائے تو اس صورت میں حق لینے کی نیت سے کافر حربی سے زیادہ لینا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 763:) بنابر اظہر مسلمان اور کافر ذمی کے درمیان سودی معاملہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر ان دونوں کے درمیان معاملہ طے پا چکا ہو تو مسلمان کافر ذمی سے سود لے سکتا ہے، لیکن مسلمان کا کافر ذمی کو سود دینا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 764:) نوٹوں کے معاملے پر ربا کے احکام جاری نہیں ہوتے کیوں کہ نوٹ مکیل و موزون نہیں ہوتے، بنابر این اگر خارج میں مال اور قیمت معلوم و مشخص ہو جیسے زید اپنے دس دینار کو جن کی قیمت خارج میں معلوم و مشخص ہے، عَمر کے گیارہ دینار جن کی قیمت خارج میں معلوم و مشخص ہے کے بدلے بیچنا ربا نہیں ہے، ہاں اگر معاملہ کلّی در ذمّہ ہو جیسا کہ لوگوں کے درمیان یہ معاملہ غالباً معمول ہے، اس معنی میں کہ قیمت اور مال خارج میں معلوم و معین نہ ہو مثال کے طور پر ایک سو ڈالر دو سو ڈالر کے بدلے بیچے جائیں اور طرفین معاملہ اس پر راضی ہو جائیں تو یہ معاملہ کلی در ذمہ ہوگا، چنانچہ معاملہ کلی در ذمّہ ہو اور قیمت جنس کے ساتھ اختلاف رکھے جیسا کہ ڈالر دینار کے بدلے بیچے جائیں تو یہ معاملہ صحیح ہے، اگر قیمت مال کے ساتھ اختلاف نہ رکھے جیسا کہ عراقی دینار خود عراقی دینار کے عوض بیچے جائیں یا ڈالر ڈالر کے بدلے بیچے جائیں تو یہ معاملہ صحیح نہیں ہوگا۔

بیع صرف

عبارت ہے سونے کا سونے کے مقابل بیچنا چاندی کا چاندی کے مقابل بیچنا اسی طرح سونے کا چاندی کے مقابل بیچنا یا چاندی کا سونے کے مقابل بیچنا چاہے سونے اور چاندی کے سکے کاروبار میں رائج ہوں یا نہ ہوں بیع صرف کا دوسرا نام بیع نقدین بھی ہے۔

(مسئلہ نمبر 765:) بیع صرف کے جائز ہونے میں دو چیزیں شرط ہیں:۔

1. اگر سونے کو سونے کے بدلے میں یا چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچا جائے تو ضروری ہے کہ ثمن اور مثمن دونوں کو برابر ہونا چاہیے، اگر ان دونوں میں سے ایک زیادہ ہو تو معاملہ سودی ہوگا اور وہ حرام ہے، لیکن اگر ثمن اور مثمن مختلف ہوں تو ان دونوں کا مساوی ہونا شرط نہیں ہے، وہ اس طرح کہ ثمن چاندی ہو او مثمن سونا ہو یا معاملہ اس کا برعکس ہو تو اس صورت میں ایک کا دوسرے سے زیادہ ہونا ربا اور سود نہیں ہوگا۔

2. خریدار اور بیچنے والے میں قبض و اقباض مجلس معاملہ میں انجام پانا چاہیے، بنابر این اگر مجلس معاملہ میں خریدار اور بیچنے والے میں قبض و اقباض کا عمل انجام نہ پائے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو معاملہ باطل ہے۔ البتہ یہ شرط سونے کو چاندی کے بدلے یا چاندی

کو سونے کے بدلے میں بیچا جارہا ہو تو معتبر ہے، اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے مقابلے میں بیچا جارہا ہو تو مذکورہ شرط معتبر نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 766:) صرف کا حکم نوٹوں جیسے ڈالر، دینار وغیرہ پر جاری نہیں ہوتا ہے اس لئے بعض نوٹوں کو بعض نوٹوں کے بدلے بیچنا جائز ہے اگرچہ جدا ہونے سے پہلے قبض واقباض کا عمل انجام نہ پایا ہو۔

(مسئلہ نمبر 767:) اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کا چند دینار کا مقروض ہو اور قرض خواہ قرض دار سے کہے کہ تم اپنے ذمے دینار کو ڈالر میں یا ریال میں تبدیل کرو اور قرض دار اس بات پر راضی ہو جائے تو معاملہ صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 768:) اگر کسی کو کچھ نوٹ قرض کے طور پر دیئے جائیں یا ان نوٹوں کو بیوی کا مہر یہ قرار دیا جائے جب نوٹوں کو قرض کے طور پر دیا جارہا تھا تو اس وقت ان کی قیمت بہت ہی زیادہ ہو اور جب کہ قرض ادا کرتے وقت نوٹوں کی قیمت گر کر کم ہو جائے تو چوں کہ نوٹ مثلی ہے اور قرض دار کے ذمے نوٹ کی مثل ادا کرنا ہے نہ کہ قیمت بنابر این اگر ایک شخص کسی کا ایک ہزار عراقی دینار کا مقروض تھا اور جب قرض ادا کرنے کا وقت آن پہنچے تو قرض دار پر وہی ایک ہزار عراقی دینار ادا کرنا واجب ہے نہ کہ کوئی اور چیز چاہے عراقی دینار کی قیمت ادا کرتے وقت جیسی بھی ہو۔

(مسئلہ نمبر 769:) جو چیزیں سونے اور چاندی سے مل کر بنی ہیں یعنی اس چیز آدھا حصہ چاندی سے اور آدھا سونے سے بنا ہو ایسی چیز کو زیادہ کئے بغیر صرف سونے اور چاندی کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے چوں کہ ایسی چیز ربا میں آتی ہے مثال کے طور پر ایک چیز پانچ مثقال سونا اور تین مثقال چاندی سے مل کر بنی ہو تو ایسی چیز کا پانچ مثقال سونے کے بدلے بیچنا یا صرف تین مثقال

چاندی کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ چیز صرف سونے کے بدلے یا چاندی کے بدلے اور اس چیز میں استعمال ہونے والا چاندی اور سونا زیادہ ہو بیچنا جائز ہے، جیسے اس چیز کو چھ مثقال یا اسے زیادہ سونے کے بدلے یا چار مثقال چاندی کے بدلے یا چار مثقال سے زیادہ پر بیچنا جائز ہے اسی طرح اس چیز کو سونے اور چاندی دونوں کے بدلے بیچنا جائز ہے چاہے اس کی مقدار جتنی بھی ہو یا اس چیز کو کسی اور جنس کے بدلے میں بیچنا جائز ہے۔

معاملہ سلف کے احکام

(مسئلہ نمبر 770:) معاملہ سلف یا سلم یہ ہے کہ خریدار قیمت کو فوراًادا کرے اور مال کو بعد میں وصول کرے یہ معاملہ بالکل ادھار معاملے کے برعکس ہے جیسے خریدار بیچنے والے سے کہے کہ میں یہ پیسے تمہیں دیتاہوں تم سودا کو چھ مہینے کے بعد میرے حوالے کرنا یا بیچنے والا کہے کہ میں فلاں مال چھ مہینے کے بعد تمہارے حوالے کروں گا لیکن یہ کہ پیسے ابھی ادا کرو تو یہ معاملہ سلف یا سلم کہلائے گا۔

(مسئلہ نمبر 771:) اگر قیمت اور جنس دونوں سونا اور چاندی کے علاوہ ہوں اور قیمت و جنس میں اختلاف ہو تو ایسی صورت میں قیمت اور جنس کا ایک دوسرے کے بدلے سلف کے طور پر خرید وفروخت صحیح ہے۔ اسی طرح ان دونوں کا معاملہ اس وقت بھی صحیح ہے جب ثمن اور مثمن ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں لیکن ان دونوں میں سے ایک یا دونوں کا تعلق ناپ تول سے نہ ہو۔ لیکن اگر جنس اور قیمت دونوں یا ان میں سے صرف ایک ناپ تول کر بیچا جاتا ہو تو وہ معاملہ بیع سلم کے طور پر صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس سے ربا لازم آتا ہے، چنانچہ اگر جنس اور قیمت دونوں سونا یا چاندی ہوں اور ان دونوں کی جنس میں اختلاف ہو تو ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے مد مقابل بیع سلف کے طور پر بیچنا جائز نہیں ہے بنابر این سونے کا چاندی کے بدلے بیچنا یا چاندی کا

سونے کے بدلے بیچنا بیع سلف کے طور پر جائز نہیں ہے، ہاں اگر ثمن اور مثمن کا تعلق ایک ہی جنس سے ہو تو معاملہ سلف کے طور پر ان کا خرید و فروخت جائز ہے، اگر ثمن اور مثمن میں سے ایک کا تعلق سونا اور چاندی سے ہو اور دوسرے کا تعلق سونے اور چاندی سے نہ ہو تو اس وقت ایک کا دوسرے کے بدلے بیع سلف کے طور پر خرید و فروخت جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 772:) معاملہ سلف کی شرائط:۔

1. ان خصوصیات کو جن کی وجہ سے کسی چیز کی قیمت میں فرق پڑتا ہو معین کیا جائے اگر اس جنس کا تعلق ایسی چیز سے ہو جس کے اوصاف کا یقین مشکل ہو جیسے ہیرے جواہرات تو ایسی صورت میں معاملہ صحیح نہیں ہے۔
2. جنس اور اس کے اوصاف اس طرح سے بیاں ہوں کہ ان کی تعریف میں کسی طرح کا ابہام نہ ہو۔
3. بنابر احتیاط واجب خریدار اور بیچنے والا قبل اس کے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں خریدار جنس کو اور بیچنے والا قیمت کو اپنی تحویل میں لے۔
4. جنس کا ناپ تول یا گننے کے ذریعے معین ہونا ضروری ہے۔
5. جنس کو تحویل میں لینے کا وقت معین ہو۔
6. بیچنے والا مطلوبہ جنس کو خریدار کے حوالے کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اور وقت و جگہ کے حوالے سے شرط پر عمل درآمد کی قدرت رکھتا ہو۔

(مسئلہ نمبر 773:) جو چیز معاملہ سلف کے طور پر خریدی جائے اور اس کی مدت مکمل ہونے سے پہلے یا مدت تمام ہونے کے بعد خود بیچنے والے پر کسی اور جنس کے بدلے یا اسی جنس کے

عوض بیچی جا سکتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بیچی گئی چیز کے بدلے کسی اضافی چیز کا مطالبہ نہ کیا جائے، اور بعید نہیں ہے کہ معاملہ سلف میں بیچی گئی چیز کو بیچنے والے کے علاوہ کسی اور شخص پر خود اس چیز کی جنس کے بدلے یا کسی اور چیز کے بدلے زیادہ، برابر یا کمی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ البتہ گندم اور جَو جو کہ ناپ تول کے ذریعے بیچا جاتا ہے قبض اور تحویل میں لینے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اس چیز کو خریدی گئی قیمت ہی پر فروخت کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 774:) اگر بیچنے والا کسی جنس کو اس کی بیان کردہ صفات کے مطابق خریدار کے حوالے کرے اور وہ چیز انہیں خصوصیات کی حامل ہو تو خریدار پر واجب ہے کہ اس چیز کو قبول کرے۔

(مسئلہ نمبر 775:) اگر بیچنے والے نے ایسی چیز خریدار کے حوالے کی ہے جس میں وہ خصوصیات نہ ہوں جو کہ بیچنے والے نے معاملے وقت بیان کی تھیں تو خریدار کو حق ہے کہ وہ معاملے کو قبول نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 776:) جو چیز بطور سلف بیچی گئی ہے اگر وہ خریدار کے حوالے کرنے کے لئے طے شدہ وقت پر دستیاب نہ ہو تو خریدار کو اختیار ہے کہ انتظار کرے تاکہ بیچنے والا اسے مہیا کرے یا معاملے کو فسخ کردے اور قیمت کو بغیر کسی زیادتی کے واپس کرے۔

پھلوں کی خرید وفروخت

(مسئلہ نمبر 777:) کھجور اور پھل دار درختوں کے پھلوں کا نمودار ہونے سے پہلے ایک سال کی مدت کے لئے بغیر کسی چیز کو ضمیمہ کئے بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن ان پھلوں کا دوسال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے بیچنا یا ایک سال کے لئے جب پھلوں کے ساتھ کسی اور چیز کا ضمیمہ کیا جائے تو بنابر اقوی جائز ہے، لیکن پھلوں کے نمودار ہونے کے بعد اور دانہ بننے کے بعد ایک سال یا دوسال کی مدت کے لئے بغیر ضمیمہ کے بیچنا بلااشکال جائز ہے، ہاں اگر پھول نمودار ہوں مگر اس میں دانہ نہ ہو تو ایسے پھل کا ایک سال یا دوسال کے عرصے کے لئے کسی دوسری چیز کو ملائے بغیر بیچنا بنابر اقوی جائز ہے لیکن بنابر احتیاط مستحب اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 778:) دانہ بننے سے مراد یہ ہے کہ وہ پھل کھانے کے قابل ہو چاہے وہ وقت اس پھل کے کھانے کا آغاز ہی ہو۔

(مسئلہ نمبر 779:) دانہ بننے سے پہلے پھل کے ساتھ جس چیز کو ضم کرکے بیچا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی چیز ہو جسکا تنہا بیچنا جائز ہو اور مالک کا مال ہو اور پھل اور اس کے ساتھ ضمیمہ کی جانے والی چیز کے مقابل قیمت مشاع ہو۔

(مسئلہ نمبر 780:) پھلوں کا دانہ بننے سے پہلے درختوں سمیت بیچنا بلااشکال جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 781:) پھل اور سبزیاں جیسے کھیرے، بینگن، خربوزے، نمودار ہونے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن ان سبزیوں اور پھلوں کے پھول جھڑنے کے بعد اور دانہ بننے کے بعد اور ان کے ایک یا چند مرتبہ چننے اور اترنے کے بعد بیچنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 782:) سبزیوں میں جیسے دھنیا، ترہ (ایک سبزی جو کہ سلاد کے طور پر کھائی جاتی ہے) اسی طرح شاہی نامی سبزی جو کہ سال بھر میں کئی مرتبہ اگتی ہے اور اترتی ہے ان جیسی سبزیوں کے اگنے کے بعد بیچنا جائز ہے، لیکن اگنے سے قبل ان کا بیچنا بنابر احتیاط واجب جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 783:) گندم اور جو کے خوشوں کا گندم اور جو کے دانوں کے بدلے اسی طرح ہر طرح کے خوشوں کا دانوں کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 784:) انسان راستے میں لگے درختوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے پھل کھا سکتا ہے البتہ اس کے اس عمل سے پھل، خود درخت اور شاخوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

(مسئلہ نمبر 785:) راستے میں لگے پھل دار درختوں سے پھل کھانا بظاہر جائز ہے اگرچہ پہلے سے ہی پھل کھانے کا ارادہ رکھتا ہو، لیکن پھل اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اگر اس باغ کی دیوار ہو اور راستہ چلنے والا جانتا ہو کہ باغ کا مالک نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کے باغ میں لگے درختوں کا پھل کھائے تو اس صورت میں ایسے باغ سے پھل کھانا محل اشکال ہے اور بنابر اظہر اس پھل کا کھانا جائز نہیں ہے۔

اِقالہ

(مسئلہ نمبر 786:) مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ معاملہ طے پانے کے بعد طرفین میں سے کوئی ایک اگر معاملہ فسخ کرنے کی درخواست کرے تو اسے قبول کرنا چاہیے، چاہے معاملہ فسخ کرنے والا خریدار ہو یا بیچنے والا، چاہے معاملہ فسخ کرنے والا معاملہ سے پشیمان ہو، یا نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 787:) اِقالہ کوئی بھی لفظ جو کہ مقصود پر دلالت کرے واقع ہوتا ہے، بنابراین اگر بیچنے والا یا خریدار میں سے کوئی ایک کہے کہ جو معاملہ انجام پا چکا تھا میں اسے فسخ کر دیتا ہوں اور دوسرا کہے مجھے قبول ہے، یا کہے میں نے فسخ کر دیا تو اتنا کہنا اقالہ کے لئے کافی ہے اگر طرفین میں سے ایک دوسرے سے اقالہ کی درخواست کرے اور دوسرا کہے میں نے تمہارے ساتھ اقالہ کیا، یا کہے میں نے فسخ کیا، یا دونوں کہیں ہم نے معاملے کو فسخ کیا تو اقالہ واقع ہونے کے لئے یہ کافی ہے، اسی طرح فعل سے بھی اقالہ واقع ہوتا ہے جس طرح خریدار جنس کو معاملہ ختم کرنے کی غرض سے بیچنے والے کو واپس کرے اور بیچنے والا قیمت کو اسی مقصد کے تحت واپس کرے تو اقالہ قطعاً واقع ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 788:) اقالہ نکاح اور ضمان کے علاوہ تمام لازم عقود میں جاری ہوتا ہے لیکن نکاح اور ضمان میں اقالہ جائز نہیں ہے، اور صدقہ میں اقالہ کا جاری ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 789:) اقالہ میں ثمن اور مثمن کا کم یا زیادہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر خریدار بیچنے والے کے ساتھ اس شرط پر اقالہ کرے کہ وہ قیمت میں اضافہ کرے یا بیچنے والا خریدار کے ساتھ اس شرط پر اقالہ کرے کہ جو قیمت اس نے دی ہے اسے کم کرے یا اس کی شرط جنس میں کمی کی ہو تو اس صورت میں اقالہ باطل ہوگا اور بیچنے والے کے پاس ثمن اور خریدار کے پاس مثمن بطور ملک برقرار رہے گا۔

(مسئلہ نمبر 790:) اگر ایک شخص اقالہ کرنے کا مطالبہ کرے اور کہے کہ تم میرے ساتھ اقالہ کرو تاکہ میرے ذمّے ایک ہزار دینار تمہارے ہو جائیں تو بنابر اظہر اس طرح کا اقالہ صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 791:) اگر ایک شخص لباس کی سلائی کی شرط پر اقالہ کرے یا کہے کہ میں تمہارے ساتھ اقالہ کروں گا اس شرط پر کہ تم مجھے ایک ہزار دوگے اور وہ شخص قبول کرے تو اس طرح کا اقالہ صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 792:) اقالہ کے واقع ہونے کے بعد خود اقالہ میں اقالہ اور فسخ صحیح نہیں ہے۔

شفعہ کے احکام

(مسئلہ نمبر 793:) اگر دو اشخاص کسی ایک چیز میں شریک ہوں اور ان میں سے ایک اپنے حصّے کو کسی تیسرے شخص پر فروخت کرے تو دوسرے شریک کو حق ہے کہ اس حصے کو تیسرے شخص سے واپس لے اور اپنے شریک کو وہی قیمت ادا کرے گا جس قیمت پر اس نے اپنا حصہ بیچا تھا اس حق کا نام شفعہ ہے۔

شفعہ ثابت ہونے والے موارد

(مسئلہ نمبر 794:) غیر منقولہ اور قابل تقسیم مال کے فروخت میں حق شفعہ بلا اشکال ثابت ہے جیسے زمین، گھر، باغ اور منقولہ اسباب، لباس اور ان جیسے دیگر وسائل میں بنابر اظہر حق شفعہ ثابت ہے۔

(مسئلہ نمبر 795:) ہمسایہ کے لئے حق شفعہ حاصل نہیں ہے بنابر این اگر کوئی شخص اپنا گھر بیچنا چاہے تو اس کے پڑوسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ حق شفعہ کی بنیاد پر اپنے پڑوسی سے گھر خریدنے کا مطالبہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 796:) حق شفعہ کا تعلق معاملے سے ہے، اگر کسی کو کوئی مشاعی حصہ صلح یا ہبہ معوض یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے کوئی چیز منتقل ہو جائے تو اس شخص کے شریک کو حق شفعہ حاصل نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 797:) حق شفعہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب بیچی گئی عین دونوں شریک میں مشترک ہو، اگر ایک چیز تین اشخاص کے درمیان یا تین سے زیادہ اشخاص کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ بیچنا چاہے تو دوسرے شریک میں سے کسی کو بھی شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا، اسی طرح اگر ایک شریک کے علاوہ دوسرے تمام شریک اپنا اپنا حصہ بیچ دیں تو اپنا حصہ نہ بیچنے والے شریک کے لئے حق شفعہ کا حاصل ہونا محل اشکال ہے، بلکہ حق شفعہ اس کے لئے ثابت نہیں ہے۔

حق شفعہ رکھنے والے کے احکام و شرائط

(مسئلہ نمبر 798:) مسلمان ہونا چاہیے۔ بنابر احتیاط واجب حق شفعہ رکھنے والے کو مسلمان ہونا چاہیے، بنابراین اگر خریدار مسلمان ہو اور دوسرا شریک کافر ہو تو اسے حق شفعہ حاصل نہیں ہے، لیکن مسلمان کافر پر اسی طرح خود کافر دوسرے کافر پہ حق شفعہ رکھتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 799:) مالی طاقت رکھتا ہو، حق شفعہ رکھنے والا قیمت ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو، بنابراین ایسے شخص کے لئے حق شفعہ حاصل نہیں جو کہ قیمت ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو ہاں اگر خریدار اس بات پر راضی ہو جائے تو صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 800:) حق شفعہ شریک شخص کے لئے ثابت ہے چاہے وہ شخص دیوانہ، سفیہ یا غیر بالغ ہی کیوں نہ ہو اور اس کا ولی حق شفعہ استعمال کرتے ہوئے شریک سے مال لے سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 801:) حق شفعہ رکھنے والے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آدھے مال کو خریدے اور آدھے کو چھوڑ دے بلکہ اسے چاہیے کہ سارا مال خریدے یا سارا مال چھوڑ دے۔

(مسئلہ نمبر 802:) اگر پورا مشاعی حصّہ (یعنی غیر معین حصّہ) بیچا جائے اور حق شفعہ استعمال کرتے ہوئے لینے سے پہلے ضائع ہو جائے تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

کرائے کے احکام

(مسئلہ نمبر 803:) کسی چیز کو کرائے پر دینے اور کرائے پر لینے والے میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:۔

1. دونوں کو بالغ ہونا چاہیے اگر دونوں یا کوئی ایک غیر بالغ ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہے۔
2. دونوں کو عاقل ہونا چاہیے اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک دیوانہ ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہے۔
3. دونوں کو بااختیار ہونا چاہیے اگر دونوں مجبور ہوں یا ان میں سے کوئی ایک مجبور ہو تو عقد اجارہ صحیح نہیں ہے۔
4. اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق رکھتے ہوں، کرائے پر دینے والا اور کرائے پر لینے والا سفاہت کی وجہ سے اپنے اموال میں تصرف کرنے سے ممنوع نہ ہوں، لہٰذا جو شخص سفیہ ہے وہ اپنا گھر یا کوئی اور چیز کرائے پر دے تو اس کا کرائے پر دینا صحیح نہیں ہے اسی طرح کرائے پر لینے والے کے لئے بھی یہی شرط ہے۔
5. تجارت میں دیوالیہ ہونے کی وجہ سے ممنوع تصرف نہ ہو، اگر کرائے پر دینے والا یا کرائے پر لینے والا شخص کار و بار میں نقصان اٹھانے کی وجہ سے اپنے اموال میں تصرف کرنے سے

ممنوع قرار پایا ہو تو ایسا شخص اپنا گھر وغیرہ نہ کرائے پر دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی چیز کو کرائے پہ لے سکتا ہے۔

6. دونوں آزاد ہوں۔ اگر کرائے پر دینے والا شخص یا کرائے پر لینے والا شخص غلام ہو اور وہ اپنی کوئی چیز کرائے پر چڑھائے تو صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 804:) اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو ایک شرط پر کام دے جیسے ایک آدمی کو کپڑے سلائی کے لئے دیئے جائیں اور اس سے یہ شرط کی جائے کہ وہ کپڑوں کی سلائی کے ساتھ قرآن کے ایک سورے کی تلاوت بھی کرے لیکن وہ شخص صرف لباس کو سیئے اور قرآن کے سورے کی تلاوت نہ کرے تو جس شخص نے اس کو یہ کام سونپا تھا اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس معاملے سے راضی ہو جائے اور طے شدہ کپڑوں کی سلائی کی مزدوری اسے دیدے یا معاملہ کو فسخ کرکے اسے اجرت المثل ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 805:) اگر ایک گاڑی نجف سے کربلا تک کے لئے کرائے پر لی جائے اور اس کا کرایہ دو دینار ہو اور کرائے پر لینے والا ڈرائیور سے دن کے وقت کربلا پہنچانے کی شرط کرے اور تین دینار دینے کا وعدہ کرے تو اجارہ صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 806:) ایک گاڑی کربلا سے نجف تک دو دینار کرائے پر لی جائے اور ڈرائیور سے شرط کی جائے کہ اگر وہ دن کے وقت کربلا نہ پہنچائے تو اسے صرف ایک دینار دیا جائے گا اور وہ دن کو کربلا نہ پہنچائے تو اس صورت میں ڈرائیور کو ایک دینار کرایہ دینا صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 807:) طے پانے والی اجرت سے مراد وہ اجرت ہے جو کہ کرایہ پر دینے والے اور کرائے پر لینے والے شخص کے درمیان عقد اجارہ کے ضمن میں قرار پائی ہے، اسی طرح

اجرت المثل وہ اجرت ہے جو معمولاً کسی کام کی انجام دہی پر دی جاتی ہے یا کسی بھی ایسے کام پر مزدور معین ہوتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 808:) اجارہ کا تعلق عقود لازم سے ہے اور یہ عقد جب شرائط کے تحت انجام پائے تو جب تک دونوں طرف معاملے کو ختم کرنے پر راضی نہ ہوں فسخ نہیں ہوتا ہاں اگر دونوں کو یا کسی ایک کو اگر حق خیار حاصل ہو تو اس صورت میں معاملہ فسخ ہوگا، اجارہ کے واقع ہونے میں فرق نہیں کہ اس کا خاص صیغہ استعمال کیا جائے جیسے میں نے فلان چیز کرائے پر دی یا یہ کہ یہ اجارہ معاطات کے ذریعے واقع ہو جائے بھی صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 809:) اگر گھر کا مالک یا زمین کا مالک اپنا گھر یا زمین کرائے پر چڑھائے اور کرائے کی مدت ختم ہونے سے پہلے فروخت کرے تو اجارہ باطل نہیں ہوگا بلکہ اس صورت میں عین یعنی زمین اور گھر اجارہ کی مدت کے دوران بغیر کسی منفعت کے خریدار کی طرف منتقل ہو جائینگے اور جیسے ہی اجارہ کی مدت ختم ہو جائے گی تو عین سے الگ عنقریب پیدا ہونے والی منفعت عین سمیت خریدار کی ملک ہو گی، اگر خریدار کو زمین یا گھر خریدتے وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ گھر یا زمین کرائے پر چڑھائے گئے ہیں تو اس صورت میں خریدار کو اختیار ہے کہ وہ معاملے پر راضی ہو جائے اور طے شدہ قیمت ادا کرے یا معاملے کو فسخ کرکے قیمت کرایہ پر دینے والے سے واپس وصول کرے لیکن خریدار کو یہ حق نہیں کہ وہ معاملہ کو برقرار رکھ کر زمین و گھر کے مالک سے قیمت کے فرق کا مطالبہ کرے اور قیمت میں فرق سے مراد یہ ہے کہ جو عین منفعت سمیت ہو اور ایک عین بغیر منفعت کے ہو مالک سے خریدار بے منفعت زمین اور گھر کی قیمت کی کمی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 810:) اگر بچے کا ولی بچے کے مال کو اس کی بلوغت کے زمانے سے بڑھ کر کرائے پر دے تو اجارہ صحیح ہے، لیکن خود بچے کو اگر اس کی بلوغت کی مدت سے بڑھ کر اجارہ دے تو اضافی مدت کے اجارہ کی صحت میں اشکال ہے بلکہ اجارہ اضافی مدت میں صحیح نہیں ہے چاہے اس اضافی مدت میں بچے کا بطور اجارہ دینا کسی مصلحت کا تقاضا ہی کیوں نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 811:) اگر عورت ایک خاص مدت کے لئے کسی کی اجیر بنے، اور اجارہ کے دوران شادی کرے اگر اس کا اجیر بننا شوہر کے حق سے منافات رکھے تو اجارہ باطل ہے ورنہ باطل نہیں ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ عورت کا اجیر بننا شادی سے پہلے ہو یا شادی کے دوران ہو یا شادی کے بعد ہو۔

(مسئلہ نمبر 812:) اگر شادی کے دوران عورت کسی کی اجیر بنے اور اس کا اجیر بننا شوہر کے حق کے ساتھ منافات رکھتا ہو تو اس صورت میں اجارہ کا صحیح ہونا شوہر کی اجازت اور رضایت سے وابستہ ہوگا اور جہاں عورت کا اجیر بننا شوہر کے حق سے متصادم نہ ہو وہاں اجارہ صحیح اور نافذ ہے۔

(مسئلہ نمبر 813:) اگر کرایہ دار کرائے پر لی گئی عین میں کوئی عیب پائے جبکہ وہ اس عیب سے پہلے باخبر تھا تو اس عیب کی کوئی پرواہ نہیں ہے ہاں اگر مستاجر پہلے سے اس عیب کے بارے میں باخبر نہیں تھا اور عیب بھی ایسا ہے جس کی وجہ سے منفعت کا ایک حصہ ضائع ہو جاتا ہے جیسے اس گھر کے بعض کمرے خراب ہوں تو کمروں کی خرابی کی قیمت کٹوتی ہوگی اور مالک سے لی جائے گی، بلکہ کرایہ دار اس معاملے کو ختم کر سکتا ہے لیکن یہ صورت اس وقت ہوگی جب بعض کمرے فائدہ اٹھانے کے قابل ہی نہ ہوں، اگر کمرے قابل استفادہ ہوں تو کرایہ دار صرف خیار عیب رکھے گا۔

(مسئلہ نمبر 814:) منفعت حوالے کرنا کا مطلب ایسی عین جو کہ منفعت کی حامل ہو حوالہ کرنا ہے، بنابر این اگر مالک مکان اپنے گھر کو رہائش کے لئے کسی کو کرائے پر دے اور اس گھر کو کرائی دار کے حوالہ کرے تو گویا اس نے گھر کی منفعت ہی کو کرایہ دار کے حوالے کیا ہے اس صورت میں گھر کا مالک کرایہ دار سے طے شدہ کرایہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 815:) جس کام کو اجارہ پر لیا گیا ہے اس کو اس وقت مالک کے حوالے کیا جائے گا جب وہ کام مکمل طور سے انجام دیا گیا ہو، اگر اس کام کا تعلق کسی شخص سے ہو جیسے ایک شخص کو میت کی قضا نمازوں اور روزوں کے لئے اجیر بنایا جائے یا کنویں کی کھدائی کے لئے اجیر بنائے، یا یہ کہ کام کا تعلق شخص سے نہ ہو بلکہ کرایہ دار کے مال سے ہو جو کہ اجیر کے اختیار میں ہو، جیسے کسی شخص کو سلائی کے لئے لباس دیا جائے یا انگشتر ساز کو بنانے کے لئے انگوٹھی دی جائے تو اس صورت میں کام حوالہ کرنے کا مطلب لباس اور انگوٹھی کو مکمل کرنے کے بعد مالک کو دینے سے ہی محقق ہوگا، اور اجیر دونوں صورتوں میں کام ختم ہونے سے پہلے یا انگوٹھی کی بنائی اور لباس کی سلائی مکمل ہونے سے پہلے اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتا، ہاں اگر اجیر یعنی انگشتر ساز، درزی یا کنویں کی کھدائی کرنے والا کام مکمل ہونے سے پہلے ہی اجرت کی وصولی کی شرط واضح طور سے کرے یا یہ کہ کام مکمل ہونے سے پہلے اجرت مطالبہ کرنا عرف کی نظر میں معمول ہو۔

(مسئلہ نمبر 816:) اگر درزی لباس کو سینے کے بعد یا جلد ساز کتاب کو جلد کرنے کے بعد اسی طرح کسی اور وسیلے کو تعمیر کرنے کے بعد ضائع کر دے اور اگر ان مذکورہ چیزوں کے ضائع ہونے میں اس سے تفریط و تعدی ہوئی ہے تو اس صورت میں جلد شدہ کتاب سلائی شدہ لباس اور تعمیر شدہ وسیلہ کا وہ ضامن ہے، ہاں اگر اس نے ان چیزوں میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہیں کی

ہے تو پھر وہ ضامن نہیں ہے لیکن اجیر سے تفریط ہونے یا نہ ہونے کی دونوں صورتوں میں کام کی انجام دہی کے حوالے سے طے شدہ اجرت کا مستحق ہے اور وہ مالک سے اجرت وصول کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 817:) مالک عقد اجارہ کے ضمن میں اجیر شخص کو عین کے حوالے سے ضامن ہونے کی شرط رکھ سکتا ہے یعنی اجیر کے ہاتھ میں اگر عین تلف ہو جائے یا کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس صورت میں اجیر ضامن ہوگا اگرچہ اجیر نے کوئی کوتاہی بھی نہ کی ہو، بنابراین کپڑے کا مالک درزی کو ضامن بننے کی شرط رکھ سکتا ہے اسی طرح وہ شخص جو مختلف وسائل وسامان کی تعمیر ومرمت کا کام کرتا ہے ضامن ہونے کی شرط رکھی جا سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 818:) کسی چیز میں حد مجاز سے بڑھ کر تصرف کرنا تعدی اور تفریط ہے، اور تصرف میں حد مجاز کی مقدار مختلف فنون وحرفت جیسے درزی گری، طبابت سے وابسطہ لوگ اس تصرف کو معمول سمجھیں۔

(مسئلہ نمبر 819:) اجیر شخص عین کو اجرت ملنے تک اپنے پاس رکھ سکتا ہے، اگر اس دوران بغیر کسی تفریط کے عین اس کے ہاتھ میں ضائع ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 820:) جس چیز کو مالک سے کرائے پر لی جائے وہ عین اور چیز اجیر کے پاس امانت ہوتی ہے اگر وہ چیز اور عین اجیر کے ہاتھ میں عیب پیدا کرے یا تلف ہو جائے تو اجیر ضامن نہیں ہوگا ہاں اگر اجیر سے افراط یا تفریط ہوئی ہے جسکی وجہ سے عین میں عیب پیدا ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو پھر اجیر ضامن ہوگا۔ لیکن اگر اجیر سے تعدی و تفریط نہیں ہوئی ہے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 821:) اگر مالک اجیر کو عین کے کسی حصے کے ضائع ہونے، عیب پیدا ہونے کی صورت میں ضامن ٹھہرائے اگرچہ اجیر سے کوئی تفریط سرزد نہ بھی ہو جائے تو اس طرح کی شرط رکھنا صحیح ہے اور مستاجر ضامن ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 822:) اگر خود ڈاکٹر بیمار کا علاج کرے اور اس علاج میں کوئی واسطہ نہ ہو اور علاج کرنے کی وجہ سے بجائے مریض کی حالت بہتر ہونے کے بدتر ہو جائے اور ڈاکٹر حد مجاز سے تجاوز کرے تو ڈاکٹر حد مجاز سے تجاوز کرنے کی وجہ سے بڑھنے والے مرض کا ضامن ہوگا، ہاں اگر ڈاکٹر نے حد مجاز سے تجاوز نہیں کیا ہے تو ڈاکٹر کے ضامن ہونے میں اشکال بلکہ اظہر ضامن نہ ہونا ہے۔

(مسئلہ نمبر 823:) اگر ڈاکٹر بغیر کسی واسطے کے خود ہی علاج کرنے لگے اور حد مجاز سے تجاوز نہ کرے لیکن دوران علاج مریض کی حالت خراب ہو جائے اور وہ مر جائے تو ڈاکٹر ضامن ہے کیوں کہ مسلمان کا خون ضائع نہیں جاتا۔

(مسئلہ نمبر 824:) اگر ڈاکٹر ضمان سے بری ہو جائے اور خود مریض یا اس کا ولی ڈاکٹر کے بری ہونے کو قبول کرے اور ڈاکٹر سے کوتاہی بھی نہ ہوئی ہو اور مریض مر جائے اور ڈاکٹر بذات خود مریض کا معالج رہا ہو تو اس صورت میں ڈاکٹر کا ضمان سے بری ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے بلکہ بعید نہیں کہ ڈاکٹر ضامن ہو جائے اور بری الذمہ نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 825:) اگر مزدور پھسل جائے اور اس کے سر یا پیٹھ پر جو چیز تھی وہ گر جائے اور ٹوٹ جائے اگر مزدور نے راہ چلنے میں تفریط سے کام لیا ہے تو وہ ضامن ہے اگر تفریط سے کام

(مسئلہ نمبر 826:) نہیں لیا ہے تو ضامن نہیں ہے اسی طرح یہی حکم ہے کہ اگر مزدور پھسل جائے اور اس کے سر پر یا پیٹھ پر موجود چیز کسی کے برتن پر گرے اور وہ ٹوٹ جائے۔

(مسئلہ نمبر 827:) اگر کپڑے کا مالک درزی سے کہے یہ کپڑا میری قمیص کے لئے کافی ہے تم اسے کاٹو اور درزی اسے کاٹے اس کے بعد پتہ چل جائے کہ وہ کپڑا قمیص کے لئے کافی نہیں تھا تو اس صورت میں درزی ضامن ہے کیوں کہ کپڑے کے مالک کے کاٹنے کا حکم متوقف تھا کپڑے کے قمیص کے لئے کافی ہونے پر، اور اگر کپڑے کا مالک درزی سے پوچھتا کہ کپڑا اس کی قمیص کے لئے کافی ہے؟ اور درزی جواب دے کہ ہاں کافی ہے، اور اس کے بعد درزی کپڑے کو کاٹے اور وہ کافی نہ نکلے تو اس صورت میں درزی ضامن نہیں ہے، کیوں کہ کپڑے کے مالک کا حکم مطلق تھا۔

(مسئلہ نمبر 828:) اگر کشتی، گاڑی یا جانور کو مال اٹھانے کے لئے کرائے پر حاصل کیا جائے اور مال چوری ہو جائے یا پورا مال یا اس کا ایک حصّہ تلف ہو جائے تو اس صورت میں کشتی، گاڑی اور جانور کا مالک ضامن نہیں ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ اس امانت میں کوتاہی سرزد نہ ہو، لیکن اگر مال کا مالک کشتی، گاڑی اور جانور کے مالک سے مال چوری یا تلف ہونے کی صورت میں ضامن بننے کی شرط کرے اور وہ اس شرط کو قبول کرے تو اس صورت میں مذکورہ شرط پر عمل کرنا واجب ہے یعنی مال چوری ہونے کی صورت میں کشتی، گاڑی اور جانور کا مالک مال کے مالک کا نقصان پورا کرے گا اور مال میں عیب یا ضائع ہونے کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرے گا یعنی عیب پیدا ہو جائے یا آدھا مال چوری ہو جائے تو جس قدر چوری ہوا ہے یا عیب کی وجہ سے قیمت کم ہو گئی ہے اس کمی کو وہ پورا کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 829:) ایک شخص کسی دوسرے شخص کے گھر یا مال کی حفاظت کے لئے اجیر بن جائے اور اس گھر سے مال و سامان چوری ہو جائے تو وہ اجیر شخص ضامن نہیں ہے، البتہ اگر اس نے حفاظت میں کوتاہی کی ہے تو ضامن ہے، نیند کا غالب آنا ظاہراً کوتاہی میں شامل نہیں ہے، ہاں اگر نیند کے غلبہ کے بعد انسان نیند سے اٹھے اور اپنے اختیار سے دوبارہ سو جائے جبکہ وہ بیدار رہ سکتا تھا اور سخت نیند کا مقابلہ کر سکتا تھا تو اس صورت میں چوکیدار ضامن ہوگا، اگر مالک چوکیدار کے ساتھ شرط کرے کہ اس کا سامان چوری ہونے کی صورت میں وہ اس کی قیمت ادا کرے گا اور چوکیدار مالک کی شرط کو قبول کرے تو شرط پر عمل کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 830:) اگر ایک شخص چوکیداری کے لئے اجیر بنے اور مال چوری ہو جائے تو چوکیدار اجرت کا مستحق نہیں ہوگا کیوں کہ اجارہ مال کی حفاظت کی خاطر تھا اور گمان یہ تھا کہ وہ شخص سامان اور مال کی حفاظت پر قدرت رکھتا ہے لیکن بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص سامان کی حفاظت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔

(مسئلہ نمبر 831:) اگر دکان ایک معین مدت تک کرائے پر لی جائے تو مدت ختم ہونے کے بعد کرایہ دار پر واجب ہے کہ وہ دکان کو مالک کے حوالے کرے اور کرایہ دار دکان کو کسی اور شخص کے لئے کرائے پر نہیں دے سکتا ہاں اگر مالک اجازت دے تو کرائے پر دینا صحیح ہے، اسی طرح کسی اور سے سر قفلی لے کر دکان اس کے حوالے نہیں کر سکتا ہاں اگر دکان کا مالک اس بات کی اجازت دے تو صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 832:) کرایہ دار شرعی اعتبار سے سر قفلی لینے کا حق دار نہیں ہوتا ہاں اگر کرایہ دار مالک کے ساتھ مندرجہ ذیل شرائط رکھے تو سر قفلی لینے کا حقدار بنتا ہے:۔

1. کرایہ دار جب تک چاہے اس جگہ رہ سکتا ہو اور مالک کرایہ دار کو مکان خالی کرنے پر مجبور کرنے کا حق نہ رکھتا ہو۔
2. کرایہ دار جب چاہے اپنا حق بیچ سکتا ہو اور مالک کو کرایہ دار کے کام میں کسی طرح کا کوئی عمل دخل رکھنے کا حق نہ ہو اور کرایہ دار کو اپنا حق بیچنے سے نہ روکے۔
3. کرائے کی چیز کی اجرت مہینہ وار یا سالانہ کے اعتبار سے معین اور معلوم ہو اور یہ اس وقت تک ہو جب تک کرایہ دار کرائے کی جگہ پر موجود ہے اور مالک اسی معین اجرت کی رقم میں اضافہ نہ کر سکتا ہو۔
4. یہ تمام چیزیں ایک مبلغ کے مقابلے میں جس کا نام سر قفلی ہے مالک کو دیا جائے، بنابر این اگر مستاجر ان موارد کو ضمن عقد میں اس مبلغ کے بدلے ماہانہ یا سالانہ اضافہ کرنے کی شرط رکھے اور وہ بھی شرط کو قبول کرے تو کرایہ دار حق دار بن جائے گا اور مالک اس میں کسی طرح کا کوئی حق نہیں رکھے گا، اس صورت میں کرایہ دار کرائے کی چیز کو مالک سے لینے والی قیمت سے بھی بڑھ کر کسی اور پر فروخت کر سکتا ہے اور یہ حق اس کے کاروبار کے منافع میں داخل ہوتا ہے اور اس منفعت سے دوسرے منافع کی طرح سال کے آخیر میں خمس دینا ہوگا اور اگر وہ شخص مر جائے تو یہ منفعت بھی دیگر اموال اور حقوق کی طرح بطور ارث باقی رہتی ہے لہذا اس کے تیسرے حصے کی وصیت کرے گا اور اس سے تیسرے حصے کا خارج کرنا بھی واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 833:) اگر کسی جگہ کو عقد کے ضمن میں کوئی شرط کئے بغیر مالک سے کرائے پر حاصل کی جائے تو کرایہ دار اجارہ کی مدت میں اس جگہ میں آزادی سے تصرف کر سکتا ہے اور اجارہ ختم ہونے کے بعد مالک کو حق پہنچتا ہے کہ وہ کرایہ دار کو جگہ خالی کرنے کا کہے اور اگر کرایہ دار

کرائے کی مدت بڑھانے کی درخواست کرے تو مالک کرائے کی رقم میں اضافہ کرنے کا حق رکھتا ہے اور کرایہ دار کو اس اضافے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں، اسی طرح اگر کرایہ دار جیسے ہی وہ مکان خالی کرے اور ایک نیا کرایہ دار زیادہ کرایہ دینے کی پیشکش کرے تو پہلا کرایہ دار اس گھر سے دستبردار ہونے کے لئے دوسرے کرایہ دار سے پیسے وصول نہیں کر سکتا ہاں اگر مکان کا مالک اجازت دیدے تو صحیح ہے، اگر مالک کی اجازت کے بغیر کرایہ دار گھر کو سر قفلی لیکر کسی کے حوالے کرے تو اس نے غصب کیا ہے اور حرام کام انجام دیا ہے البتہ اگر کرایہ دار مالک کے ساتھ کچھ شرائط طے کرے جن کا ذکر پچھلے مسئلے میں ہم کر چکے ہیں اور مالک ان شرائط کو قبول کرے تو اس صورت میں کرایہ دار دوسرے کو وہ مکان سر قفلی پر دے سکتا ہے اور اس گھر میں تصرف کر سکتا ہے اگر چہ مالک قبول نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 834:) زمین کے مالک کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ زمین کو زراعت کے لے کرائے پر دے اور اس کی اجرت زمین سے حاصل ہونے والے گندم اور جو کو قرار دے، اسی طرح زمین کو مشاع کی صورت یعنی زمین کی محصولات کی چوتھائی یا تہائی حصے کو اجرت قرار دیکر کرائے پر دینا باطل ہے اور صحیح نہیں ہے، اور اقوی یہ ہے کہ مذکورہ حکم صرف گندم اور جو کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حکم گندم اور جو کے علاوہ دوسری دانہ دار فصل پر جاری نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 835:) زندہ انسان کی واجب نمازوں کا اجیر بننا صحیح نہیں ہے، لیکن ایک مستطیع انسان کی طرف سے حج کے لئے اجیر بننا صحیح ہے اور وہ خود حج بجالانے کی طاقت نہ رکھتا ہو، لیکن زندہ انسان کے مستحبات میں جیسے ائمہ اطہار کی زیارات وغیرہ کا اجیر بن سکتا ہے لیکن مطلق مستحبات میں اجیر بننے میں اشکال ہے جیسے مستحب روزے اور نمازیں بلکہ ان میں اجیر بننا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 836:) میت کی واجب نمازوں روزوں اسی طرح مستحبات جیسے زیارات میں اجیر بننا صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ایک کام کی انجام دہی کے لئے انسان خود کو اجیر بنائے اور اس کام کا ثواب کسی کو بخش دے۔

(مسئلہ نمبر 837:) امام حسین علیہ السلام کی مصیبت ائمہ اطہار کے فضائل اسی طرح وہ تقریریں جو کہ وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوں اور دینی عقلائی یا دنیوی فوائد پر مشتمل تقریریں ہوں اجرت لینا صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 838:) اگر زید کی نمازوں کے لئے انسان اجیر بنے اور غلطی سے وہ عَمر کی نمازیں بجالائے چنانچہ اگر یہ اشتباہ فرد کی تشخص کے اعتبار سے ہو یعنی اس کا مقصد وہ شخص تھا جس کی طرف سے وہ اجیر بنا تھا لیکن اسے گمان ہوا کہ وہ شخص عَمر ہے، اس کی بجالائی ہوئیں نمازیں درست ہیں اور اجرت کا مستحق ہے۔

(مسئلہ نمبر 839:) جن مستحب نمازوں میں کسی بالغ انسان کو اجیر بنانا صحیح ہے انہیں مستحب نمازوں کے لئے کسی نابالغ بچے کو اجیر بنانا بھی جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 840:) کرایہ دار، مالک کو کچھ پیسے دیتا ہے تاکہ گھر کا مالک ان پیسوں کو خرچ کرے اور ان میں تصرف کرے جب گھر کے اجارہ کی مدت ختم ہو جائے تو مالک کو چاہیے کہ وہ پیسے کرایہ دار کو واپس کرے اور کرایہ دار کے اس عمل کے بدلے میں مالک مکان اپنے گھر کو بازار میں موجود معمول سے کم کرائے پر کرایہ دار کو دیتا ہے اس معاملہ کو عرف میں (رہن) کہتے ہیں اور یہ معاملہ شرعاً صحیح ہے لیکن اجارہ قرض سے مشروط ہونا چاہیے مثلاً مالک مکان کرایہ دار سے کہے کہ میں اپنا مکان تجھے فلان مبلغ پہ دیتا ہوں بشرطیکہ تم اتنے پیسے مجھے دوگے یا یوں کہے کہ میں تجھے اپنا

گھر اجارہ پہ دیتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے اتنے پیسے قرض کے طور پر دوگے، اگر قرض کو اجارہ کے ساتھ مشروط کیا جائے تو اجارہ صحیح نہیں ہے کیوں یہ ربائے حرام کے مصادیق میں سے ہے، یا بعبارت دیگر کرایہ دار مالک مکان سے کہے کہ میں اتنے پیسے تجھے قرض دیتا ہوں اس شرط پر کہ آپ اپنا گھر مجھے کرایہ پر دو۔

(مسئلہ نمبر 841:) انسان کسی کام کو ذمّے لینے کے بعد اس سے فرار کرنا اور زمداری کو نہ نبھانا جائز نہیں ہے ضروری ہے کہ زمداری نبھائی جائے اور اگر زمداری کو نہ نبھائے تو وہ شخص مکمل اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 842:) اگر کام کرنے والا جیسے ٹھیکدار کسی کے ساتھ عہد و پیمان باندھے کہ وہ اس کا گھر چھ مہینہ میں مکمل کرے گا اگر اس مقررہ مدت میں ٹھیکدار گھر مکمل نہ کرسکے تو ٹھیکدار ہر دن کے بدلے گھر والے کو مالی نقصان ادا کرتا رہے گا اور یہ معاملہ صحیح اور مشروع ہے اور وعدہ کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ اپنے طے شدہ وعدہ پر عمل کرے۔

(مسئلہ نمبر 843:) اجرت طے کئے بغیر کسی کو کام پر لگانا جائز نہیں ہے، اور کام کرنے والا اجرت المثل کا مستحق ہے لیکن اس طرح سے کام لینا مکروہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 844:) اگر ایک شخص کسی خاص جگہ جانے کے لئے گاڑی کرایہ پر لے لے مگر کرائے پر اتفاق نہ ہو جائے اور منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد گاڑی کا مالک کرایہ دار سے معمول سے زیادہ پیسے مانگے تو معمول سے زیادہ پیسے دینا کرایہ دار پر واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 845:) گاڑی کا مالک اجرت لیکر شراب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کرسکتا۔

(مسئلہ نمبر 846:) اگر ایک شخص کرائے کی گاڑی اجارہ پر لے اور منزل مقصود پر پہنچنے اور سامان اتارنے کے بعد اسے پتہ چلے کہ اس گاڑی میں شراب تھی تو اس صورت میں گاڑی کا ڈرائیور اور شراب گاڑی میں لوڈ کرنے والے مزدور شراب کے مالک کے ساتھ جو اجرت طے کرلی تھی اس کے مستحق نہیں ہونگے بلکہ وہ لوگ اجرت المثل کے مستحق ہونگے اور ان کے لئے کوئی گناہ نہیں ہے کیوں کہ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ گاڑی میں رکھا جانے والا سامان شراب تھا۔

جعالہ کے احکام

(مسئلہ نمبر 847:) جعالہ کا تعلق ایقاعات سے ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایجاب جاعل کی طرف سے ہونا چاہیے مثال کے طور پر جاعل کہے کہ جو بھی میرا گھر بنائے گا میں اس کو فلاں مبلغ کا مال دوں گا یا کسی شخص سے کہے کہ اگر تم نے میری دیوار بنائی تو میں تجھے اتنے پیسے دوں گا جعالہ میں قبول کی ضرورت نہیں ہوتی، بنابراین اگر ایک شخص جاعل کی طرف سے ایجاب کو سنے اور اس کی دیوار بنائے یا لباس کی سلائی کرے تو وہ شخص اس جیسے کاموں کے لئے معین کی گئی اجرت کا مستحق ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 848:) مالک کے علاوہ کسی اور شخص سے مزدوری لینا جائز ہے جیسے ایک شخص کہے جو بھی زید کے لئے ایک جوڑا لباس سیئے گا میں اسے ایک دینار دوں گا اس اعلان کے بعد کوئی بھی شخص زید کا لباس سیئے گا وہ ایک دینار اعلان کرنے والے سے وصول کرے گا نہ کہ زید سے۔

(مسئلہ نمبر 849:) جعالہ عقد جائز ہے لہٰذا جاعل کام کے انجام دینے سے پہلے اپنے اعلان سے پھر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 850:) اگر ایک شخص دو انعامات کا اعلان کرے مثلاً ایک مرتبہ کہے اگر کوئی شخص اس لباس کو سیئے گا تو میں اسے ایک درہم دونگا اور اس کے بعد کہے جو شخص اس لباس کو سیئے گا

ایک دینار اسے دیا جائے گا بنابر این اگر ایک شخص اس لباس کو سیلے تو وہ شخص دوسرے جعالہ کا مستحق قرار پائے گا جو کہ دینار ہے نہ کہ درہم، اگر معاملہ اس کے بر عکس فرض کیا جائے یعنی پہلے وہ دینار کا کہے پھر دوسری مرتبہ درہم کا کہے یعنی درہم کو جعالہ قرار دے تو جاعل کے ذمہ درہم ہوگا نہ کہ دینار۔

(مسئلہ نمبر 851:) اگر کام کرنے والا اور جاعل میں مزدوری اور اس کی عدم تعیین میں اختلاف پیدا ہو جائے تو جاعل کا قول مقدم ہوگا اگر اس بات پر کوئی گواہ وغیرہ نہ ہو مثلاً جاعل اس شخص کے لئے مزدوری معین کرتا ہے جو اس کی دیوار بنائے گا اور مزدور یا مستری اس کی دیوار بنالیتا ہے اس کے بعد جاعل اور مستری میں مزدوری کی مقدار میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ جاعل کہتا ہے کہ میں نے لباس سینے والے کے لئے دس ہزار تومان دینے کا اعلان کیا تھا جبکہ مستری کہے نہیں تم نے دیوار بنانے والے کے لئے دس ہزار تومان دینے کا اعلان کیا تھا لہٰذا میں نے تمہاری دیوار بنائی ہے پس مجھے دس ہزار تومان دیدو تو اس صورت میں بھی جاعل کا قول مقدم ہے اگر کچھ افراد مستری کے حق میں گواہی نہ دیں تو وہ کسی چیز کا مستحق نہیں ہوگا اسی طرح اگر مستری اور جاعل میں مزدوری کی مقدار میں اختلاف پیدا ہو جائے مثلاً جاعل کہے کہ میں نے کہا تھا جو شخص میری دیوار بنائے گا میں اسے دو دینار دوں گا تو اس صورت میں بھی جاعل کا قول مقدم ہوگا۔

شراکت کے احکام

(مسئلہ نمبر 852:) شراکت عبارت ہے کہ ایک چیز دو یا دو سے زیادہ اشخاص میں بطور مشاع مشترک ہوں جس طرح ایک گھر دو یا دو سے زیادہ اشخاص میں مشترک ہو لیکن ان میں سے ہر ایک کا حصہ معین و معلوم نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 853:) عقد شرکت جائز ہے۔ بنابر این اس عقد کو کوئی بھی شریک توڑ سکتا ہے چنانچہ اگر ایک شریک عقد کو توڑ دے تو دوسرا اس مشترک مال میں تصرف نہیں کر سکتا، اور شراکت کا عقد کسی ایک شریک کے دیوالیہ ہونے، پاگل ہونے یا مرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 854:) یہود و نصاری اسی طرح دیگر کافروں کے ساتھ شراکت جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

(مسئلہ نمبر 855:) شراکت کا عقد اموال میں صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ دو اشخاص کسی مال کے معاملے میں جو کہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہے عقد پڑھیں اور ان دونوں کی موافقت سے وہ عقد طے ہو جائے اور اس معاملے سے کوئی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ فائدہ ان دونوں کے مشترک مال میں موجود حصّے کے اعتبار سے مشترک ہوگا اسی طرح اگر ان دونوں کو مشترک مال

میں ضرر اور نقصان اٹھانا پڑے تب بھی ضرر اور نقصان کا تعلق مشترک مال میں موجود حصّے کی نسبت سے ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 856:) عقد شراکتی اعیان خارجی میں صحیح ہے اور عقد شراکتی عبارت ہے کہ دو اشخاص آپس میں ایک مشترک گھر خریدنے کا معاہدہ کریں تاکہ وہ گھر ان دونوں میں مشترک ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 857:) کاموں میں بھی شراکت ہے وہ اس طرح کہ دو آدمی آپس میں معاہدہ کریں کہ کام کی اجرت ان دونوں میں مشترک ہو گی البتہ یہ شراکت محل اشکال ہے اور احوط ترک ہے۔

(مسئلہ نمبر 858:) حصوں میں شراکت کی صورت یوں ہے کہ دو افراد آپس میں طے کریں کہ ان دونوں افراد میں سے ہر ایک اپنے ذمے ایک مال خریدے اور خریدا ہوا مال ان دونوں میں شریک ہوگا وہ دونوں شریک اس مال کو بیچ کر ان دونوں کے ذمّے قرض کو ادا کرنے کے بعد اسے آپس میں تقسیم کرینگے، اس طرح کی شراکت محل اشکال ہے اور احوط یہ ہے کہ اسے ترک کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 859:) بنا بر احتیاط واجب شراکتِ مفاوضہ صحیح نہیں ہے شراکت مفاوضہ عبارت ہے کہ دو افراد آپس میں معاہدہ کریں کہ تجارت، زراعت، ارث، ہدیہ وغیرہ سے جو بھی منفعت ہاتھ آئے وہ سب ان دونوں میں مشترک ہوگا اسی طرح مذکورہ بالا چیزوں سے اگر زیاں اور نقصان ہو جائے اس میں بھی وہ دونوں برابر کے شریک ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 860:) مشترک چیز میں ایک شریک دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتا اگر ایک طرح کے تصرف کی اجازت دی جائے تو دوسرا شریک اسی حد تک مشترک چیز میں تصرف کرسکتا اس سے تجاوز نہیں کرسکتا۔

(مسئلہ نمبر 861:) اگر دو اشخاص ایک گھر میں شریک ہوں ان میں سے ایک شریک دوسرے کو گھر میں تمام تصرفات سے روکے اور اس کا تصرفات سے روکنا ضرر پر منتج ہو جائے تو وہ حاکم شرع کی طرف رجوع کرے گا اور حاکم شرع کی نظر میں جو تصرف بہتر ہے اجازت لے گا ورنہ اس کو حق ہے کہ وہ اپنے مشترک مال میں تصرف کرے۔

(مسئلہ نمبر 862:) اگر دونوں شراکت داروں میں سے ایک مشترک مال تقسیم کرنے کا تقاضا کرے اور تقسیم سے خود مشترک مال یا اس کی قیمت کو نقصان پہنچاتا ہو اور نقصان بھی ایسا کہ اس سے چشم پوشی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اس کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی ورنہ اس کی درخواست کو قبول کرنا واجب ہے، چنانچہ تقسیم نہ کرنے کی صورت میں شریک تقسیم پر مجبور ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 863:) جس شریک کو اجازت حاصل ہے وہ امین ہے اگر اس کے ہاتھ سے مشترک مال بغیر تعدی اور تفریط کے ضائع ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہے، اگر وہ دعوی کرے کہ اس کے ہاتھ سے کوئی چیز ضائع ہو گئی ہے اور اس کا شریک اس کی بات کو نہ مانے تو قسم کے ساتھ اس کی بات مانی جائے گی اسی طرح اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی جب اس کا شریک مال میں تعدی اور تفریط کرنے کا دعوی کرے اور وہ خود انکار کرے۔

مضاربہ کے احکام

(مسئلہ نمبر 864:) مضاربہ ایسا عقد ہے جو دو اشخاص کے درمیان واقع ہوتا ہے ان دو اشخاص میں سے ایک کا سرمایہ جبکہ دوسرے کا کام ہوتا ہے اور اس سرمایہ اور کام سے حاصل ہونے والی منفعت ان دونوں کے درمیان حسب قرار داد تقسیم ہوتی ہے اور مضاربہ میں چند چیزیں معتبر ہیں:۔

1. ایجاب اور قبول - مالک کی طرف سے ایجاب ہوگا اور کام کرنے والے کی طرف سے قبول ہوگا۔ اگر مالک کام کرنے والے سے کہے کہ میں نے تمہارے ساتھ مضاربہ کیا ہے یا تمہارے سے معاملہ کیا ہے یا یوں کہے کہ میں نے تمہارے ساتھ پیمان باندھا ہے کہ تم میرے معین سرمائے سے تجارت کروگے اور تجارت سے حاصل ہونے والے فائدے کا دوسرا یا تیسرے حصے تجھے دوں گا اور کام کرنے والا کہے مجھے قبول ہے یا کہے میں راضی ہوں تو یہ کہنا کافی ہے۔
2. بلوغ - مالک اور کاریگر کو بالغ اور عاقل اور بااختیار ہونا چاہیے۔
3. حصہ معین ہونا چاہیے مالک اور کاریگر دونوں میں سے ہر ایک کا منفعت میں حصہ معین ہونا چاہیے جیسے کاریگر کا منفعت میں دو حصّے اور مالک کے تین حصے یا اسی طرح ہر مال میں حصہ کی مقدار معین ہونا چاہیے۔

4. کسی تیسرے شخص کے لئے منفعت مخصوص نہ ہو، مضاربہ میں مالک اور کاریگر کے درمیان منفعت تقسیم ہونا چاہیے بنابر این اگر مالک اور کاریگر دونوں یا دونوں میں سے ایک عقد مضاربہ میں شرط کرے کہ منفعت کا ایک حصّہ کسی تیسرے اجنبی شخص کو ملے اور اس شرط کی بازگشت اس طرح سے ہو کہ عقد کی ابتداء ہی میں منفعت کا ایک حصہ اس اجنبی شخص کی ملکیت میں داخل ہو جائے تو یہ معاملہ قطعاً باطل ہے۔

5. توانائی - کاریگر تجارت کرنے کی توانائی رکھتا ہو، اگر ایک مقام پر مالک یہ چاہے کہ اس کاریگر خود ہی تجارت کرے اور کاریگر خود تجارت کرنے کی توانائی نہ رکھے تو مضاربہ صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 865:) مضاربہ میں کاریگر کے لئے واجب ہے کہ وہ مالک کی طرف سے مجاز حد تک تصرف کرنے پر اکتفا کرے ورنہ مجاز حد سے آگے بڑھنا کاریگر کے لئے جائز نہیں ہے، بنابر این اگر مالک کاریگر کو ایک خاص سامان کی تجارت یا ایک خاص شہر میں تجارت یا ایک خاص قیمت رکھنے کا پابند کرے تو اس حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر مالک کی اجازت ہو تو صحیح ہے لیکن مالک اجازت نہ دے تو نقصان اٹھانے کی صورت میں کاریگر ہی ضامن ہوگا، اور اگر پورا سرمایہ یا اس کا آدھا سرمایہ ضائع ہو جائے تو اس صورت میں بھی کاریگر ضامن ہوگا، کیوں کہ سرمایہ کاریگر کی حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے تلف ہوا ہے لیکن اگر کاریگر تجارت میں کوئی منفعت حاصل کرے تو وہ منفعت مالک اور کاریگر کے درمیان طے شدہ معاہدے کے تحت تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 866:) مضاربہ میں کاریگر امین ہے لہٰذا اگر مال تلف ہو جائے یا اس میں کوئی کمی واقع ہو جائے تو کاریگر ضامن نہیں ہے، البتہ کاریگر نے حد مجاز سے تجاوز نہ کی ہو، اور مال کی حفاظت میں کوتاہی نہ کی ہو بنابر این اگر تجارت میں کسی طرح کا کوئی نقصان آجائے تو وہ سارا

نقصان مالک برداشت کرے گا اور کاریگر کسی طرح کے نقصان کا ذمدار نہیں ہوگا، ہاں اگر مالک کاریگر کے ہاتھ سے مال تلف ہونے کی صورت میں ضامن بننے کی شرط کرے تو اس صورت میں وہ ضامن ہوگا یا شرط کرے کہ نقصان اور خسارہ کی صورت میں کاریگر مالک کے ساتھ شریک ہوگا تو اس طرح کی شرط رکھنا صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 867:) عقد مضاربہ دونوں طرف سے جائز ہے، بنابر این طرفین کی طرف سے کام شروع کرنے سے پہلے، کام شروع کرنے کے بعد، منفعت حاصل کرنے سے پہلے اور منفعت حاصل ہونے کے بعد عقد کو فسخ کرنا صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 868:) کاریگر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ سرمائے کو اپنے مال کے ساتھ یا کسی اور شخص کے مال کے ساتھ ملائے ہاں اگر مالک اس بات سے راضی ہے تو جائز ہے، اگر مالک کی اجازت کے بغیر سرمائے کو کاریگر اپنے مال سے ملادے اور پورا سرمایہ یا اس کا ایک حصہ تلف ہو جائے تو کاریگر ضامن ہوگا البتہ کاریگر کا یہ کام مضاربہ کی صحت کے لئے کوئی ضرر یا نقصان نہیں پہنچائے گا، اگر مال کو ملائے جانے کے بعد مضاربہ کیا جائے اور سود حاصل ہو جائے تو وہ منفعت ان دو مال میں تناسب کے اعتبار سے تقسیم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 869:) اگر کاریگر تجارت کی غرض سے سفر کرے اور اس کا سفر مالک کی اجازت سے ہو اور مالک نے اس کے ساتھ یہ شرط نہ رکھی ہو کہ کاریگر سفر کے اخراجات خود برداشت کرے تو اس صورت میں سفری اخراجات کا تعلق مضاربہ کے مال سے ہوگا جو کہ اصل سرمایہ سے خارج ہوتا ہے اور سفری اخراجات سے مراد وہ وسائل ہیں جو کہ کاریگر کو ضرورت پڑتی ہیں جیسے کھانا پینا سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اسی طرح اخراجات کاریگر کی حیثیت

کے مطابق ہوں بنابر این اگر سفر میں اخراجات کے حوالے سے کاریگر نے اسراف سے کام لیا ہے تو ان اضافی اخراجات کا تعلق خود کاریگر سے ہوگا اور اسے برداشت کرنا پڑے گا ہاں اگر وہ زیادہ کفایت شعاری سے کام لے یا کسی کے ہاں مہمان ہونے کی وجہ سے اخراجات بچ جائیں اور خرچ نہ کرے تو سرمایہ میں اس کے اخراجات کا الگ سے حساب نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 870:) اگر مالک کے دیئے ہوئے سرمایہ میں مالک اور کاریگر میں اختلاف پیدا ہو جائے مالک زیادہ کا دعوی کرے اور کاریگر انکار کرے تو اس صورت میں کاریگر کی بات قسم کے ساتھ مقدم مانی جائے گی اگر مالک کے پاس بینہ نہ ہوں۔

(مسئلہ نمبر 871:) اگر کاریگر کے حصے میں اختلاف پیدا ہو جائے کاریگر زیادہ کا دعوی کرے اور مالک انکار کرے تو مالک کی بات مقدم ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 872:) اگر مالک دعوی کرے کہ کاریگر نے کام میں تفریط اور خیانت کی ہے تو کاریگر کا قول مقدم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 873:) اگر مالک دعوی کرے کہ اس نے شرط کی تھی کہ کاریگر فلاں چیز نہیں خریدے گا یا فلاں شخص سے مال نہیں خریدے گا جبکہ کاریگر اس شرط سے انکار کرے تو مالک کا قول مقدم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 874:) اگر کاریگر دعوی کرے کہ مضاربہ کا مال تلف ہوا ہے اور مالک اس بات سے انکار کرے تو کاریگر کا قول مقدم ہوگا اسی طرح اگر کاریگر دعوی کرے کہ مضاربہ میں نفع حاصل نہیں ہوا اور مالک کہے کہ حاصل ہوا ہے تو تب بھی کاریگر کا قول مقدم ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 875:) اگر کاریگر مضاربہ کا مال لیکر اپنے پاس رکھے اور کم یا زیادہ مدت تک تجارت نہ کرے تو مالک صرف سرمایہ کا مالک ہے اگرچہ کاریگر نے کسی کا مال خواہ مخواہ اپنے پاس رکھ کر گناہ کیا ہے۔

امانت کے احکام (ودیعت)

(مسئلہ نمبر 876:) ودیعہ عبارت ہے کہ ایک شخص اپنا مال کسی دوسرے شخص کے پاس امانت کے طور پر رکھے، مال کا مالک امانت گزار اور جس کے پاس مال رکھا گیا ہے امانت دار کہلاتا ہے مال کا مالک مودع اور امانت دار وَدَعی یا مستودع کہلاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 877:) امانت دار کو چاہیے کہ وہ مال کی معمول کے مطابق حفاظت کرے، اگر مالک نے مال کی حفاظت کے لئے کوئی خاص جگہ معین کی ہے تو امانت دار کو چاہیے کہ مال اسے جگہ رکھ کر اس کی حفاظت کرے اگر امانت دار مالک کی بتائی ہوئی جگہ مال نہ رکھے دوسری جگہ رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو امانت دار ضامن ہے، ہاں اگر امانت دار مالک کی بتائی ہوئی جگہ سے مطمئن نہ ہو اور مال کے چوری ہونے کے خطرے سے جگہ تبدیل ہونے کی صورت میں تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 878:) اگر مال کا مالک امانت دار سے صراحتاً یہ کہے کہ مال کی فلاں جگہ رکھ کر حفاظت کرو اور خوف کی صورت میں بھی اسی جگہ رکھ کر حفاظت کرنے کو کہے اور امانت دار اس کی مخالفت کرتے ہوئے اس کی معین کی ہوئی جگہ مال کی حفاظت نہ کرے اور مال تلف ہو جائے تو امانت دار ضامن ہے۔

(مسئلہ نمبر 879:) اگر امانت دار امانت کے مال میں اس طرح تصرف کرے کہ اس کا اس طرح کا تصرف امانت داری سے منافات رکھے اور خیانت کے زمرے میں آجائے جیسے امانت کے مال کو اپنے مال کے ساتھ اس طرح سے ملادے کہ اب ان دونوں میں تشخیص مشکل ہو جائے یا کسی تھیلے کا دہانہ بند کرکے اس کے حوالے کیا جائے اور وہ تھیلے کے دہانے کو کھول دے یا امانت کی چیز کھائی جانے والی چیز ہو اور امانت دار اس سے تھوڑی سی مقدار کھائے یا امانت کا مال پیسے ہوں اور امانت دار قرض کے طور پر تھوڑے سے پیسے اٹھالے تو مذکورہ صورتوں میں امانت دار ضامن ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 880:) امانت دار پر واجب ہے کہ وہ امانت رکھے گئے چوپایوں کو چارہ اور پانی دے اور اس کی قیمت چوپایوں کے مالک سے وصول کرے۔

(مسئلہ نمبر 881:) اگر امانت دار امانت کے مال میں کوتاہی کرے تو ضامن ہے، اور ضمان اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ مال مالک کو نہیں پلٹاتا، یا یہ کہ مالک اس مال کو امانت دار کے لئے بخش دے۔

(مسئلہ نمبر 882:) امانت دار پر واجب ہے کہ وہ ظالم شخص کے سامنے قسم کھائے کہ وہ امانت کی جگہ کے بارے میں نہیں جانتا، اگر امانت دار کے لئے توریہ ممکن ہو تو توریہ سے کام لینا چاہیے اور اگر امانت دار ظالم شخص کو امانت کی جگہ کی نشان دہی کرے تو وہ ضامن ہے۔

(مسئلہ نمبر 883:) امانت کو مالک کے حوالے کرنا واجب ہے، امانت گزار کے مرنے کی صورت میں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو ان کے وارثوں کے حوالے کیا جائے، ہاں اگر امانت گزار غاصب ہے تو امانت اس کے حوالے نہیں کی جائے گی، بلکہ واجب ہے کہ امانت اس کے مالک تک پہنچائی جائے، اگر امانت دار شخص امانت کے مالک کو جانتے ہوئے غاصب کے حوالے کرے تو وہ

امانت کے مالک کا ضامن ہوگا، اور اگر اس کے مالک کو نہیں جانتا تو ضروری ہے کہ مال کے بارے میں لوگوں کے درمیان اعلان و تشہیر کرے اگر اعلان و تشہیر کے باوجود مالک کا پتہ نہ چلے تو مالک کی جانب سے صدقہ دے اگر صدقہ دینے کے بعد مالک پیدا ہو جائے اور وہ صدقے پر راضی نہ ہو جائے تو بنابر اظہر امانت دار ضامن نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 884:) اگر ظالم شخص امانت دار سے زبردستی امانت لے لے تو امانت دار ضامن نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 885:) اگر کافر حربی اپنا مال کسی کے پاس بطور امانت رکھوائے تو بنابر احتیاط واجب امانت میں خیانت کرنا اور اس کے مال کو بیچنا حرام اور اپنی ملکیت میں لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 886:) اگر مالک اور امانت دار کوتاہی میں یا عین کی قیمت میں اختلاف کریں جیسا کہ مالک امانت دار سے کہے کہ تم نے امانت میں کوتاہی کی ہے اور امانت دار کہے میں نے کوتاہی نہیں ہے یا مالک کہے کہ امانت کی قیمت ایک ہزار دینار تھی اور امانت دار کہے قیمت آٹھ سو دینار تھی تو ایسی صورت میں امانت دار کی بات قسم کے ساتھ مقدم ہوگی اور حکم اس طرح ہے کہ مالک اور امانت دار کے درمیان اختلاف مال کے تلف ہونے اور نہ ہونے میں ہو جبکہ امانت دار متہم نہ ہو تو اس صورت میں امانت دار کی بات مانی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 887:) اگر مالک اور امانت دار کے بیچ مال کے لوٹانے اور نہ لوٹانے میں اختلاف پیدا ہو جائے مثلاً مالک کہے کہ تو نے مال مجھے نہیں لوٹایا ہے اور امانت دار کہے میں نے مال لوٹایا ہے تو امانت دار کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 888:) اگر مالک اور امانت دار میں اختلاف مال کے امانت اور قرض ہونے کے بارے میں اختلاف ہو جائے مثلا مالک کہے کہ مال قرض کا ہے کیوں کہ مال قرض کے ہونے پر مدیون اور مقروض اس مال کا ضامن بنتا ہے اور امانت دار اس سے انکار کرے اور کہے کہ وہ مال امانت کا ہے چونکہ امانت کا مال تلف ہونے کی صورت میں امانت دار ضامن نہیں ہوتا البتہ اس میں امانت دار کی طرف سے کوئی تفریط نہ ہوئی ہو، امانت دار کی بات قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

عاریہ کے احکام

(مسئلہ نمبر 889:) عاریہ عبارت ہے کہ ایک انسان کسی کو مال دے تا کہ وہ اس مال کے منافع سے مفت فائدہ اٹھائے۔

(مسئلہ نمبر 890:) عاریہ دینے والا جب چاہے اپنا مال واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح عاریہ لینے والا جب چاہے مال واپس کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 891:) اگر عاریہ کے مال میں مجاز کی حد تک فائدہ ٹھاتے ہوئے کوئی عیب پیدا ہو جائے تو عاریہ لینے والا ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر عاریہ لینے والے نے حد مجاز سے تجاوز کیا ہے یا مالک نے عیب کی صورت میں ضامن بننے کی شرط کی ہے یا عاریہ کا مال سونا چاندی کی مانند ہو تو عاریہ لینے والا مذکورہ چیزوں میں تلف یا عیب پیدا ہونے کی صورت میں ضامن ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 892:) اگر عاریہ دینے والا مر جائے تو عاریہ لینے والے پر واجب ہے کہ مال عاریہ دینے والے کے وارثوں کے حوالے کرے۔

(مسئلہ نمبر 893:) جو چیزیں حلال منفعت نہیں رکھتیں ان کا عاریہ میں دینا جیسے قمار کے آلات جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 894:) اگر شیشہ کے برتن اور برقی آلات عاریہ میں لئے جائیں، اور اتفاقاً وہ ٹوٹ جائیں اور برقی آلات خراب ہو جائیں تو عاریہ لینے والا ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس نے تعدی اور کوتاہی کی ہے تو اس صورت میں ضامن ہوگا۔

گُم شدہ مال پانے کے احکام

(مسئلہ نمبر 895:) لقطہ ایسے مال کو کہا جاتا ہے جو کہ مالک سے گم ہو گیا ہوا اور کسے کے اختیار میں نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 896:) گم شدہ چیز یا تو انسان ہے یا جانور ہے یا مال ہے۔

پہلا - انسان یا تو ایک ایسا بچہ ہے جس کا کوئی سرپرست نہیں ہے اور وہ خود اپنی سرپرستی نہیں کر سکتا اسے لقیط کہا جاتا ہے۔

دوسرا- ایک ایسا جانور ہے جسے اس کے مالک نے کھویا ہے اسی (ضالہ) کہا جاتا ہے۔

تیسرا- انسان اور جانور کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس کا مالک احترام کا حامل ہے مگر مجہول ہے اسے لقطہ کہا جاتا ہے لیکن اس لقطہ کا معنی خاص ہے۔

(مسئلہ نمبر 897:) اگر لقیط کی حفاظت کا انحصار اس کے اٹھانے والے پر ہو تو اس صورت میں اس کا اٹھانا واجب کفائی ہے چاہے اس بچے کے گھر والوں نے اسے کسی سڑک کے کنارے یا مسجد یا کہیں اور چھوڑ گئے ہوں۔

(مسئلہ نمبر 898:) جس نے لقیط (بچہ) کو اٹھایا ہے وہ انسان اس لقیط کی حفاظت اور تربیت کے حوالے سے دوسروں کی نسبت زیادہ حق رکھتا ہے۔ ہاں اگر اس بچے کا باپ یا دادا، دادی اور باپ کا وصی پیدا ہو جائے تو اس صورت میں بچے کو ان کے حوالے کرنا واجب ہے اور اس صورت میں بچہ لقیط (یعنی راستے میں ملا ہوا بچہ) کے حکم سے خارج ہو جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 899:) اگر لقیط کے ہاتھ میں کوئی چیز ہے تو وہ چیز لقیط کی ہی ہو گی۔

(مسئلہ نمبر 900:) غلام کو حق نہیں کہ وہ لقیط کو اپنا فرزند قرار دے اور اسے اپنے آپ سے ملحق کرے اگر غلام اس طرح کا کام انجام دے تو اس پر پدری، فرزندی اور مادری کے احکام لاگو نہیں ہونگے۔

گم شدہ جانور کے احکام

(مسئلہ نمبر 901:) اگر جانور شہر یا آبادی والے دیہات میں کسی کو مل جائے جہاں جانور کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو ایسا جانور کو قبضے میں لینا جائز نہیں ہے، اور جو بھی اسے قبضے میں لے گا ضامن ہوگا، اور ممکن ہونے کی صورت میں اس جانور کی تعریف اور اعلان واجب ہے، اور اس شخص کی تحویل ضمان کی صورت میں رہے گا جب تک اس کا مالک پیدا نہیں ہوتا، اگر وہ شخص مالک کے حوالے سے مایوس ہو جائے تو بنابر احتیاط واجب حاکم شرع کی اجازت سے مالک کی طرف سے صدقہ دے گا اور صدقہ دینے کے بعد اس کا مالک پیدا ہو جائے اور جس نے جانور کا صدقہ دیا ہے مالک کو جانور کی قیمت اور صدقے کے ثواب میں اختیار دے اور مالک قیمت کا مطالبہ کرے تو قیمت

ادا کی جائے گی اور اگر مالک ثواب کو اختیار کرے تو ثواب مطلوب ہے اور اگر قیمت وصول کرے تو صدقے کا ثواب صدقہ دینے والے شخص کو ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 902:) اگر کسی کی بکری یا مرغی کسی کے گھر میں داخل ہو جائے تو اسے لقطہ کے عنوان سے لینا جائز نہیں ہے جبکہ اس کا گھر سے باہر نکالنا اس وقت جائز ہے جب اسے پکڑا نہ گیا ہو اگر انہیں لقطہ کے عنوان سے پکڑا گیا ہے تو لقطہ کا حکم جاری کرنا محل اشکال ہے بلکہ ممنوع ہے اور ایسی صورت میں مالک کے پیدا ہونے تک یا مالک کے پیدا ہونے سے مایوس ہونے تک ان کی تعریف کرنا اور اعلان کرنا واجب ہے، اگر مالک پیدا نہ ہو جائے یا مایوس ہو جائے تو مالک کی طرف سے صدقہ دیا جائے گا اور صدقہ دینے کے بعد مالک پیدا ہو جائے اور مالک صدقہ دینے پر راضی ہو جائے تو ٹھیک ورنہ اس کی قیمت ادا کرنا ہو گی اور صدقہ کا ثواب صدقہ دینے والے کو ملے گا۔

(مسئلہ نمبر 903:) اگر گمشدہ جانور چارا اور پانی کا محتاج ہو اور کوئی شخص رضاکارانہ طریقے سے اسے چارا دے اور پانی پلاتا ہے تو ٹھیک ورنہ جس کے پاس یہ جانور ہے اسے چاہیے کہ وہ جانور کو چارا دے اور پانی پلائے اور اس قیمت مالک سے وصول کرے۔

گُم شدہ مال کے احکام

(مسئلہ نمبر 904:) انسان اور جانور کے علاوہ گم شدہ مال جس کا مالک محترم ہو جو کہ فی الحال مجہول ہے ایسے گم شدہ مال کے لئے کچھ خاص احکام ہیں ان میں سے من جملہ احکام یہ ہیں کہ مال پانے والے میں مندرجہ ذیل تین شرائط ہونے چاہیے اور اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک سال مکمل اس مال کے حوالے سے اعلان اور تشہیر کرتا رہے:۔

1. مال پانے والے کو اس کے مالک کے پیدا نہ ہونے کا یقین نہ ہو۔
2. گم شدہ مال کی کچھ خاص نشانیاں ہوں تا کہ اس مال کی ملکیت کا دعوی کرنے والے شخص سے ان نشانیوں کے بارے میں پوچھا جاسکے۔
3. گم شدہ مال کے حوالے سے اعلان کرنے والے شخص کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو۔ چنانچہ اگر گم شدہ مال مذکورہ بالا تین شرائط کا حامل ہے تو اس صورت میں گم شدہ مال پانے والے شخص پر واجب ہے کہ وہ مالک پیدا ہونے کی امید سے ایک سال تک اعلان کرے اس میں کوئی فرق نہیں کہ مال کی قیمت ایک درہم سے کم ہو یا زیادہ۔

(مسئلہ نمبر 905:) اگر گم شدہ مال کا مالک پیدا نہ ہو جائے تو جس کے پاس گم شدہ مال ہے اسے ان مندرجہ ذیل تین امور میں اختیار ہے:۔

اول۔ ضمانت کے ساتھ صدقہ دے یعنی اگر صدقہ دینے کے بعد مالک پیدا ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا۔

دوئم۔ گم شدہ مال کو اپنے اموال کے ساتھ رکھے یہاں تک کہ اس کا مالک پیدا ہو جائے ورنہ اس کے بارے میں وصیت کرے۔

سوم۔ یہ کہ گم شدہ مال کو اپنی ملکیت میں لے لے۔

(مسئلہ نمبر 906:) مال پانے والے کو اختیار ہے کہ وہ عین مال کو یا اس کی قیمت کو مالک کی طرف سے صدقہ دے، اور قیمت میں معیار اور ملاک مال پانے والا وقت اور جگہ ہے نہ کہ کوئی اور چیز۔

(مسئلہ نمبر 907:) درہم سے مراد سکہ دار چاندی جس کا وزن 12/6 چنے کے دانے کے برابر ہوتا ہے یعنی 2/6 گرام ہوتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 908:) اگر پایا ہوا مال (لقطہ) خراب ہونے والا ہو جیسے پھل، سبزی اور گوشت یا ان جیسی چیز ہو تو مال پانے والے کو چاہیے کہ وہ ان کی قیمت لگا کر استعمال کرے اور ان کی قیمت اس کے ذمے ہو گی جب مالک پیدا ہو گا تو اسے دے گا اور احوط یہ ہے کہ ایسی چیزیں کو خود خریدنے یا کسی اور پر فروخت کرنے کی صورت میں حاکم شرع کی اجازت حاصل کرے لیکن بنابر احتیاط واجب مال پانے والے سے اعلان کی زمداری ساقط نہیں ہوتی بلکہ اس پر پائے ہوئے مالک کی خصوصیات اور صفات کی حفاظت اسی طرح اس کا اعلان ایک سال تک واجب ہے، بنابر این اگر اس کا مالک پیدا ہو گیا تو اسے قیمت دینی پڑے گی اور اگر مالک پیدا نہ ہوا تو ذکر شدہ تین امور میں اسے اختیار حاصل ہے۔

(مسئلہ نمبر 909:) اگر مال پانے والا ایک سال تک گم شدہ مال کے حوالے سے لوگوں کے اجتماعات کے مقامات پر کسی کاغذ پر لکھ کر آویزاں کرے تب بھی کافی ہے، اسی طرح ضروری نہیں ہے کہ اعلان کرنے والا خود مال پانے والا ہو بلکہ جائز ہے کہ وہ کسی اور شخص کے ذریعے سے یہ اعلان کرائے۔

(مسئلہ نمبر 910:) جس نے مال پایا ہے اگر اسے یقین حاصل ہو کہ وہ مالک کو پیدا نہیں کر سکے گا تو اعلان کرنے کا وجوب اس سے ساقط ہو جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 911:) اگر کسی کی چادر یا جوتا کسی دوسرے شخص کی چادر اور جوتے کے ساتھ تبدیل ہو جائے اگر جس شخص کے جوتے تبدیل ہو گئے ہیں وہ جانتا ہو کہ جس نے جوتے

تبدیل کئے ہیں اس نے یہ کام عمداً کیا ہے تو اس صورت میں بدل کے عنوان سے از باب تقاص اس کی تلافی کرے اگر وہ جوتے اور چادر اس کے جوتے اور چادر سے زیادہ قیمتی ہوں اور مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اضافی قیمت کو صدقہ دے، ہاں اگر وہ یہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام عمداً نہیں کیا ہے اور وہ شخص اس بات کو جانتا ہے کہ جوتے اور چادر کا مالک اس کے جوتے اور چادر استعمال کرنے پر راضی ہے تو اس صورت میں وہ شخص تصرف کر سکتا ہے ورنہ اس مال پر مجہول المال کا حکم جاری ہوگا اور اس کے مالک کے حوالے سے تحقیق واجب ہو گی، اگر وہ مالک کے پیدا ہونے سے مایوس ہو جائے تو بنابر اظہر مالک کی طرف سے صدقہ دے۔

غضب کے احکام

(مسئلہ نمبر 912:) غضب عبارت ہے کہ ایک شخص کسی کے مال پر دشمنی اور ظلم کی بنیاد پر قبضہ جمائے اور مُسلط ہو جائے اس بارے مال منقول اور غیر منقول میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ کام ان بہت برے کاموں میں سے ایک ہے جس کا انجام دینے والا قیامت کے روز دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 913:) اگر کسی کی دیوار کسی انسان یا جانور پر گر جائے تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا کیوں کہ دیوار کا مالک دیوار کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ گر جائے گی مگر اس نے کوئی اقدام نہیں کیا ہاں دیوار کا مالک اس وقت ضامن ہوتا ہے جب دیوار کے نیچے آ کر مرنے والا شخص دیوار کے گرنے کے بارے میں نہ جانتا ہو، اگر وہ شخص جانتا تھا کہ دیوار گرے گی مگر اس کے باوجود وہ دیوار کے نیچے بیٹھ گیا تو اس صورت میں دیوار کا مالک ضامن نہیں ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص دیوار کی کمزوری کو جانتے ہوئے اس کے پاس کوئی جانور باندھ لے یا خود بیٹھ جائے اور دیوار گر جائے اور اس کے نتیجے میں خود انسان یا جانور تلف ہو جائے تو دیوار کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 914:) اگر کوئی شخص ایسی آگ جلائے جو کہ دوسرے شخص کے مال تک پہنچ سکتی ہو اور آگ اس کے مال کو جلادے تو آگ جلانے والا شخص ضامن ہوگا، اگر آگ ایسی نہیں تھی

بلکہ اتفاقاً ہوا تیز چلنے کی وجہ سے اس کا مال جل جائے تو اس صورت میں آگ جلانے والا ضامن نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 915:) اگر ایک شخص نہ جانتے ہوئے کوئی غصبی چیز خریدے تو اس پر واجب ہے کہ وہ چیز مالک کو پلٹائے نہ کہ غاصب کو البتہ جو قیمت اس نے غاصب کو دی ہے اسے واپس لے گا۔

(مسئلہ نمبر 916:) اگر غاصب کے ہاتھ سے غصب شدہ چیز اس کے مالک کے ہاتھ لگ جائے تو وہ شخص از باب تقاص اپنی چیز لے سکتا ہے اور اس میں حاکم شرع کے اذن کی ضرورت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 917:) غاصب پر واجب ہے کہ اگر عین موجود ہے تو مالک کو واپس کرے اگر وہ عین تلف ہو جائے تو عین مثلی ہے تو اس کی مثل مالک کو دے گا اگر وہ عین قیمی ہے تو اس کی قیمت مالک کو ادا کرے گا البتہ قیمت غصب کے دن کی ادا کرے گا، اور احتیاط مستحب ہے کہ اگر غصب کے دن کی قیمت اور ادا کرنے کے دن کی قیمت میں فرق ہو تو مصالحہ کرے، یعنی اس چیز کی قیمت غصب کے دن ایک ہزار دینار تھی اور ادا کرتے وقت اس کی قیمت دس ہزار دینار ہو تو اضافی قیمت پر مالک کے ساتھ مصالحہ کرنا پڑے گا۔

مشترکات کے احکام

(مسئلہ نمبر 918:) مشترکات سے مراد راستے، مساجد، سڑکیں، مدارس، کانیں، پانی و غیرہ ہیں۔

(مسئلہ نمبر 919:) وہ راستہ جسے شارع عام کا نام دیا جاتا اور تمام لوگوں کا حق اس راستے پر برابر اور مساوی ہوتا ہے ایسے راستے میں دیوار کھڑی کرنا، کنواں کھودنا، درخت لگانا جو کہ عموماً اس راستے پر چلنے والوں کے لئے زحمت اور تکلیف کا باعث بنے جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 920:) عام راستوں اور سڑکوں سے فائدہ اٹھانا سب کے لئے جائز ہے جب تک راستے سے فائدہ اٹھانے والوں کے لئے زحمت و تکلیف کا باعث نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 921:) اگر ایک شخص مسجد میں نماز یا قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو اور جب تک وہ نماز اور قرآن میں مشغول ہے کسی کو حق حاصل نہیں کہ اسے اس کام سے روکے، یا کوئی رکاوٹ ایجاد کرے، ہاں اگر وہ اپنی جگہ چھوڑ دے تو پھر اس جگہ پر اس کا کوئی حق نہیں رہتا، چاہے اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ دوبارہ اپنی جگہ واپس آجائے گا اور اسی جگہ نماز پڑھے گا، ہاں اگر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوبارہ بیٹھ جائے اور اٹھنے بیٹھنے کا وقت اتنا مختصر ہو کہ لوگ اسے دو بار اٹھنا بیٹھنا نہ کہیں تو

اس صورت میں اس جگہ پر اس کا حق پر قرار ہوگا جیسے پانی پینے کے لئے یا ہاتھ دھونے کے لئے کوئی قریب ترین جگہ جائے۔

(مسئلہ نمبر 922:) بعض نمازی اور زائرین ایک مختصر مدت کے لئے اپنی جائے نماز یا کتاب کو مسجد کے صحن یا مسجد کی کسی جگہ چھوڑ جاتے ہیں مثلاً ایک گھنٹے کے لئے ان چیزوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ایسی صورت میں ان جائے نمازوں کو اٹھانا اور ان پر نماز پڑھنا جائز ہے، ایسے افراد کے لئے جائز نہیں ہے کہ عبادات کے علاوہ ایسے ہی بیٹھ جائیں اور جگہ کو مصروف رکھیں کیوں کہ یہ جواز صرف نماز کے لئے ہے، لہٰذا جب تک وہ شخص نماز پڑھ رہا ہے کسی کو حق نہیں پہنچاتا کہ اس کے لئے کوئی مزاحمت ایجاد کرے اور اس کو اس کام سے روکے اور جیسے ہی وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر جگہ چھوڑ دیتا ہے اس جگہ پر اس کا حق ختم ہو جاتا ہے چاہے وہ دوبارہ آنے کی نیت سے ہی جگہ چھوڑ دے بنابراین اس کی جگہ پر کوئی بھی دوسرا شخص نماز بجالا سکتا ہے۔

قرض اور ادھار کے احکام

(مسئلہ نمبر 923:) ہر مومن کو بالخصوص محتاج مومن کو قرض دینا مستحب موکد ہے کیوں کہ قرض کی وجہ سے مومن کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور اس کی مجبوری دور ہو جاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی مجبوری دور کرے اللہ تعالی اس کی تمام مجبوریوں کو قیامت کے دن دور فرمائے گا رسول اکرم نے فرمایا جو شخص کسی بندہ مومن کو قرض دے اور اس کی حیثیت کو مد نظر رکھے تو قرض دینے والے کے مال میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ کے فرشتے اس پر رحمت لے کر اس وقت تک نازل ہوتے رہتے ہیں جب تک اس کا قرض ادا نہیں ہوتا، اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ صدقہ کے دس برابر ثواب ہے جبکہ قرض کے اٹھارہ برابر ثواب ہے قرض کے بارے میں اس طرح کی اور بھی بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔

(مسئلہ نمبر 924:) قرض میں صیغہ معتبر نہیں ہے، بنابر این اگر کوئی مال قرض کی نیت سے دیا جائے اور وہ شخص بھی اسی نیت سے لے تو قرض صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 925:) مجبوری نہ ہو تو قرض لینا مکروہ ہے، اور جب قرض لینا چاہے تو واجب ہے کہ ادا کرنے کی نیت سے لیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 926:) جس چیز کو قرض میں دیا جارہا ہو ضروری ہے کہ وہ چیز ایسی ہو جس کا تملک میں لینا جائز اور صحیح ہو، بنابر این شراب اور سور کو قرض کے طور پر نہیں دیا جاسکتا۔

(مسئلہ نمبر 927:) قرض میں قبضہ معتبر ہے بنابر این قرض لینے والا اس وقت مالک بنتا ہے جب وہ قرض کے مال کو قبضے میں لیتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 928:) اگر کوئی شخص گندم اور جو یا سونا چاندی کی طرح کوئی مثلی جنس قرض میں لے تو اس کے ذمے مثلی جنس قرض کے طور پر ثابت ہے، اور اس پر مثل ادا کرنا لازم ہے چاہے اس کی پہلی والی قیمت اب بھی برقرار رہے یا نہ رہے اور قرض خواہ کو یہ حق نہیں کہ وہ قرض دار سے پہلی والی قیمت کا مطالبہ کرے، لہٰذا اگر ایک شخص کسی سے عراقی دینار قرض کے طور پر لے لے تو اس کی زمداری عراقی دینار ہی دینا ہے نہ کہ ان کی قیمت اگر قرض دار جس وقت قرض ادا کر رہا ہو اس وقت دینار کی قیمت کم ہو تو قرض خواہ قرض دار سے گذشتہ قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا اسی طرح اگر قرض ادا کرتے وقت دینار کی قیمت بڑھ گئی ہے تو قرض دار کو یہ حق نہیں کہ وہ دینار کی گذشتہ کم قیمت ادا کرنے پر اکتفا کرے بلکہ قرض دار پر واجب ہے کہ وہ دینار ہی ادا کرے چاہے اس کی قیمت کم ہو یا زیادہ۔

(مسئلہ نمبر 929:) اگر کسی قیمی عین کو قرض کے طور پر لیا جائے جیسے گائے یا بھیڑ وغیرہ تو قرض لیتے وقت کی قیمت اس کے زمے ثابت ہے نہ کہ ادا کرتے وقت کی قیمت۔

(مسئلہ نمبر 930:) اگر کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے پاس کوئی قرض ہو اور ادا کرنے کا وقت آن پہنچا ہو مگر قرض دار قرض ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو قرض خواہ کے لئے جائز

نہیں ہے کہ وہ قرض دار کی مدت کو اس شرط پر بڑھائے کہ قرض دار اس کو اصل قرض کی رقم کے ساتھ تھوڑا سا مال کا اضافہ کرے، کیوں کہ یہ ربائے حرام کا مصداق ہے۔

(مسئلہ نمبر 931:) قرضہ دار کا قرض خواہ سے مدت بڑھانے کی درخواست جائز ہے، اور قرض دار کسی چیز کو ہبہ کرنے کی شرط پر قرض اتارنے کی مدت میں اضافہ کرنے کی درخواست کر سکتا ہے، اور یوں کہہ سکتا ہے کہ ایک مہینہ مجھے مہلت دوگے تو میں قرض کے ساتھ ایک ہزار دینار ہبہ کروں گا۔

(مسئلہ نمبر 932:) قرض دینے والے کی طرف سے قرض لینے والے پر کسی اضافی شرط کا لگانا حرا ہے، لیکن بظاہر اس شرط کی وجہ سے قرض باطل نہیں ہوتا صرف شرط باطل ہے، بنابر این جو شخص قرض لیتا ہے وہ قرض کا مالک بن جاتا ہے لیکن قرض دینے والا اس اضافی چیز کا مالک نہیں بنتا، بنابر این جو شخص گندم کو قرض ربوی میں اٹھائے اور اس سے زراعت کرے تو اس زراعت کے محاصل میں وہ خود تصرف کر سکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی اور مال ربوی قرض میں حاصل کرے اور اس سے لباس خریدے تو اس لباس میں اس کا تصرف جائز ہے اگر قرض دینے والا اصل قرض کے علاوہ کوئی اور اضافی چیز لے اور اس چیز سے کوئی اور چیز خریدے تو اس خریدی گئی چیز میں اس کا تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 933:) قرض میں اضافی شرط کی حرمت میں اس اعتبار سے فرق نہیں کہ وہ اضافی شرط عین ہو یا کام جیسے قرض دینے والا قرض لینے والے سے شرط کرے کہ ایک ہزار دینار کے بدلے دوہزار دینار دے گا یا اسی طرح ایک ہزار دینار اس شرط پر قرض دے کہ قرض خواہ اس کو ایک ہزار دینار قرض دے اور اس کے بدلے اس کے گھر میں رہائش اختیار کرے، جس طرح اضافی شرط

کی حرمت میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ اضافی شرط خود قرض دینے والے کو ملے یا کسی اور کو جیسے زید عمر سے کہے کہ میں آپ کو ایک درہم قرض دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم ایک ہزار درہم فقیر کے لئے ہبہ کرو یا یہ کہے کہ تم مجلس ترحیم برپا کرو یا یہ کہ مسجد بناؤ۔ یہ تمام موارد جائز نہیں ہیں لیکن وہ شرط جو کہ قرض لینے والے پر واجب ہے اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے جیسے کہ وہ کہے میں تجھے قرض اس شرط پر دوں گا کہ تم خمس زکات یا اپنا ادھار ادا کرو یا یوں کہے کہ میں تجھے قرض دوں گا اس شرط پر کہ تم میرے لئے دعا کرو یا یہ کہ تم نماز پڑھوگے یا روزہ رکھوگے اس طرح دیگر چیزیں جائز ہیں کیوں کہ ان شرائط میں مال ملاحظہ نہیں کیا گیا ہے، اور شرط کی حرمت میں ملاک اور معیار یہ ہے کہ جس شرط کے اندر مال ملاحظہ کیا جائے اور قرض لینے والے پر اس اضافے شرط کا ادا کرنا واجب نہ ہو، جیسے فقیر کے لئے درہم کا ہبہ کرنا یا مسجد تعمیر کرنا اس طرح کے کام قرض لینے والے پر واجب نہیں ہوتے جب تک قرض دینے والا ان کو واجب نہ کرے کیوں کہ ان موارد میں مال ملاحظہ ہوا ہے ہاں اگر ان چیزوں میں مال مد نظر نہ ہو جیسے نماز روزہ اور دعا یا یہ کہ مال مد نظر تو رکھا گیا ہے لیکن قرض لینے والے پر واجب ہو جیسے نماز روزہ اور قرض کا ادا کرنا ایسے موارد میں قرض کے ساتھ اضافی شرط کا لگانا جائز ہے اور کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 934:) اگر قرض دینے والا قرض لینے والے سے شرط کرے کہ وہ قرض لینے کے بعد اسی چیز کو کم قیمت پر فروخت کرے یا کم اجرت پر اسے کرائے پر دے تو یہ شرط بھی اضافی شرط میں داخل ہے اور حرام ہے۔

(مسئلہ نمبر 935:) اگر قرض لینے والا کم قیمت پر قرض دینے والے پر فروخت کرے یا قرض دینے والے سے اس کی اصلی قیمت سے زیادہ پر خریدے لیکن وہ قرض دینے والے سے شرط

کرے کہ اس کے بدلے وہ اسے قرض دے گا تو اس طرح شرط جائز ہے اور یہ قرض ربوی میں داخل نہیں ہے یا مثلاً ایک چیز کی قیمت ایک سو دینار ہے اور قرض لینے والا قرض دینے والے سے کہے کہ میں اس چیز کو اسی دینار میں آپکے لئے بیچ دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم مجھے قرض دو یا یہ کہ مال قرض دینے والے کا ہو اس مال کی قیمت اسی دینار ہے مگر قرض لینے والا قرض دینے والے سے کہے کہ میں تم سے اس مال کو سو دینار میں خریدوں گا اس شرط پر کہ تم مجھے قرض دو تو یہ شرط جائز ہے اور ربوی قرض میں داخل نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 936:) زیادہ صرف حرام شرط کے ساتھ ہے لیکن بغیر شرط کے زیادہ لینے میں کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کہ قرض لینے والا تھوڑا سا اضافہ کرکے قرض واپس کرے کیوں ایسا کرنا قرض واپس کرنے والے کی اچھائی شمار ہوتی ہے اور بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض ادا کرتے وقت تھوڑا سا زیادہ دیتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 937:) قرض دار پر واجب ہے کہ قرض خواہ جب بھی اس سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کرے اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو فوراً ادا کرے چاہے اس کے لئے لباس زمین اور سامان فروخت کرنا پڑے یہاں تک کہ اگر کوئی حرج درپیش نہ ہو تو قرض لیکر بھی اس کا قرض ادا کرنا چاہیے، یا اپنی جائیداد کو کرائے پر دیکر بھی قرض ادا کیا جائے اگر اس طرح سے بھی اس کا قرض ادا نہ ہو پائے تو بعید نہیں کہ اس پر اس کے حیثیت و مقام کے مطابق کام مل جائے تو کام کرنا واجب ہو جائے اور اس طرح وہ اپنا قرض ادا کرے۔

البتہ ضروری لباس اور رہائش کا گھر جو کہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے اگرچہ لباس خاص مراسم کے لئے ہی تیار کئے گئے ہوں یہ چیزیں مذکورہ بالا حکم سے مستثنی ہیں۔ اور اس میں قائدہ کلی

یہ ہے کہ انسان جس چیز کا محتاج ہو اور وہ چیز انسان کی بنیادی ضروریات میں شمار ہو اور اس کی شان اور حیثیت کے مطابق ہو اگر وہ چیزیں نہ ہوں تو انسان کو تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑے تو ایسی چیزوں کا قرض اتارنے کے لئے بیچنا واجب نہیں ہے جوں کہ گھر اور دیگر لباس وغیرہ قرض اتارنے کے لئے بیچی جانے والی چیزوں سے مستثنی ہیں ہاں اگر قرض دار خود گھر بیچنے پر راضی ہو جائے اور گھر کو بیچ کر قرض اتارنا چاہے تو اس صورت میں قرض خواہ اس سے اپنا قرض لے سکتا ہے، اگرچہ مناسب یہ ہے کہ قرض خواہ قرض دار کو گھر بیچنے سے روکے اور اس کی اجازت نہ دے۔

(مسئلہ نمبر 938:) اگر قرض دار کے پاس زراعتی زمین یا دیگر سامان جو کہ مستثنی چیزوں میں نہیں آتے، موجود ہوں اور وہ بازار کی قیمت سے کم قیمت پر فروخت ہوتے ہوں تو فروخت کرنا واجب ہے لیکن اگر دونوں قیمتوں میں فرق بہت زیادہ ہو جس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی تو اس صورت میں کم قیمت پر بیچنا واجب نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 939:) کسی زندہ یا مردہ شخص کا قرض مفت اور بخشش کے طور پر اتارنا جائز ہے، اور وہ شخص قرض ادا ہونے کی صورت میں بری الذمہ ہوگا اور قرض کی ادائیگی میں مقروض کی اجازت ضروری نہیں ہے اگر قرضدار کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ شخص اس کا قرض ادا کرے تب بھی جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 940:) اگر قرض کی ادائیگی کی مدت معین ہو تو قرض خواہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مدت ختم ہونے سے پہلے قرض دار سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کرے، اگر قرض دار کے مرنے کے بعد قرض ادا کرنے کا وقت آجائے تو اس صورت میں قرض دار کے اصل مال سے اس کا قرض نکالا جائے گا اور اس کے وارثوں پر واجب ہے کہ وہ اس کا قرض ادا کریں، اگر قرض خواہ

مر جائے تو قرض کی مدت اپنی حالت پر بر قرار رہتی ہے اور اس کے وارثوں کو یہ حق نہیں کہ وہ مدت ختم ہونے سے پہلے قرض دار سے قرض کا مطالبہ کریں، بنابراین اگر بیوی کا مہریہ مدت دار ہو اور شوہر مدت آنے سے پہلے مر جائے تو بیوی شوہر کے مرنے کے بعد مہریہ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اگر عورت مر جائے تو اس کے وارث مدت ختم ہونے سے پہلے مہریہ کے مطالبے کا حق نہیں رکھتے۔

(مسئلہ نمبر 941:) اگر قرض خواہ ناپدید ہو جائے اور اس کا کوئی اتہ پتہ نہ ہو تو قرض دار پر واجب ہے کہ وہ مرتے وقت وصیت کرنے کی نیت کرے اور قرض خواہ کے بارے میں کوئی پتہ نہ چلے اور قرض دار کو اس کے مرنے کا یقین ہو جائے تو واجب ہے کہ قرض کو قرض خواہ کے وارثوں کے حوالے کیا جائے اور اگر اس کے وارثوں کا بھی پتہ معلوم نہ ہو یا ان تک پہنچانا مشکل ہو تو اس کی طرف سے صدقہ دیا جائے، اور اگر دس سال گزر جائیں اور قرض خواہ کے بارے میں کوئی پتہ نہ چلے تو قرض ان کے وارثوں کے حوالے کیا جاے گا چاہے قرض خواہ کی موت کا یقین حاصل نہ ہو، بلکہ اگر قرض خواہ چار سال تک مجہول الحال رہے تو قرض کا انکے وارثوں کے حوالے کرنا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے کہ ان چار سالوں میں قرض خواہ کے بارے میں تحقیق اور جستجو کی گئی ہو۔

(مسئلہ نمبر 942:) قرض خواہ کا تنگدست قرض دار سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کرنا حرام ہے، اسے چاہیے کہ وہ صبر کرے اور اس دن تک انتظار کرے کہ وہ قرض ادا کرنے کی قدرت رکھے۔

(مسئلہ نمبر 943:) اگر نقد نوٹ یا سکے جیسے دینار وغیرہ کسی سے قرض لئے جائیں اور حکومت ان نوٹوں اور سکوں کو کالعدم قرار دے اور غیر معتبر قرار دے تو قرض لینے والا ان نوٹوں اور

سکوں کے قرض ادا کرنے سے بری الذمہ نہیں ہوتا بلکہ اس پر واجب ہے کہ جو چیز نوٹوں کو غیر معتبر قرار دیتے وقت نوٹوں کی مساوی اور برابر تھی ادا کرے۔

(مسئلہ نمبر 944:) قرض کو قرض کے بدلے کم قیمت پر فروخت کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے بلکہ بعید نہیں کہ وہ صحیح ہی نہ ہو مثال کے طور پر اگر زید عمر کا ایک سو دینار کا مقروض ہو اور عمر اپنے سو دینار خالد پر نوے دینار میں بیچے، اس صورت میں خریدار جتنی مقدار فروخت کرنے والے کا مقروض تھا مستحق ہے یعنی وہ شخص صرف نوّے دینار مقروض شخص سے لے لے گا۔

(مسئلہ نمبر 945:) قرض کا قرض کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے مثال کے طور پر زید عمر کا ایک جنس کے حوالے سے مقروض ہے اور عمر زید کا ایک دینار کا مقروض ہے زید کے ذمّے جو جنس ہے اسے عمر کے ذمّے جو ایک دینار ہے کے بدلے بیچ دے تو یہ خرید و فروخت جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ مورد قرض کے بدلے قرض ہی کا بیچنا ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

(مسئلہ نمبر 946:) اگر کافر ذمی مسلمان کا مقروض ہو اور وہ حرام چیزوں کو جیسے شراب سور بیچ کر قرض ادا کرتا ہو تو اس سے قرض کی رقم لینا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 947:) اگر ایک شخص ربوی مال ارث میں پائے اور وہ حلال مال کے ساتھ مخلوط ہو جائے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی، ہاں اگر وہ اس مال کے مالک کو جانتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اسکے مالک کے حوالے کرے ورنہ وہ مال مجہول المالک کے حکم میں ہوگا اور ایسی صورت میں واجب ہے کہ وہ مال فقراء کو صدقہ کے طور پر دیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 948:) ایسے خصوصی بنکوں سے قرض لینا جائز نہیں ہے جن کے بارے میں انسان کو علم ہو کہ وہ قرض پر اضافی رقم لیتے ہیں کیوں کہ یہ ربوی قرض ہے۔

(مسئلہ نمبر 949:) اگر قرض خواہ قرض کو بھول جائے تو قرض دار کے لئے جائز ہے کہ وہ قرض کو ادا کرنے کی نیت سے ادا کرے اور اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ قرض ادا کرنے والا قرض خواہ کو بتائے کہ وہ اس کا قرض ادا کر رہا ہے بلکہ قرض خواہ اگر اس سے کسی ہدیہ کے طور پر بھی لے لے تو قرضدار قرض سے بری الذمہ ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 950:) اگر ایک شخص کسی کے پیسوں کا مقروض ہو تو قرض خواہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قرض دار کو مطلع کئے بغیر اس کے پیسے اٹھائے اگرچہ قرض خواہ اس سے قرض کا مطالبہ کرتے ہوئے شرماتا ہی کیوں نہ ہو، ہاں تقاص اور تلافی اس وقت جائز ہے کہ وہ جانتا ہے کہ قرض دار ہے لیکن قرض کی ادائیگی میں سستی کر رہا ہے اور واجب ہے کہ تلافی اور تقاص کے حوالے سے لینے والے سامان کا تعلق قرض میں مستثنی قرار دی گئی چیزوں سے نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 951:) اگر قرض دار قرض کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی کرے تو قرض خواہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اصل قرض پر کسی چیز کا اضافہ کرے مثلا قرض خواہ قرض دار سے کہے کہ اگر طے شدہ مدت میں تم نے قرض ادا نہیں کیا تو میں ہر مہینہ کے حساب سے ایک درہم کا اضافہ کروں گا یہ معاملہ حرام اور ربوی معاملے کے مصادیق میں سے ایک ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 952:) اگر قرض دار اپنے مال کو بازار کی قیمت سے کم قیمت پر بیچ کر قرض ادا کر سکتا ہے تو اس کم قیمت پر بیچنا واجب ہے اور جائز نہیں ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی کے حوالے سے صرف وقت گزارے اور زیادہ اچھی قیمت پر بیچنے کا انتظار کرے ہاں اگر بازار کی قیمت اور بیچی جانے والی قیمت میں فرق اتنا زیادہ ہو جس سے چشم پوشی کرنا مشکل ہو اور عقلا اس بات کی اجازت نہ دیتے ہوں تو اس وقت مال کا اس قیمت پر بیچنا واجب نہیں ہے۔

رہن کے احکام

(مسئلہ نمبر 953:) رہن یہ ہے کہ انسان اپنے اطمینان کے لئے قرض کے بدلے یا ضامن بن کر اپنا مال کسی کے پاس گروی رکھوا دیتا ہے مال لینے والے کو (مُرتہن) اور مال دینے والے کو (راہن) کہا جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 954:) رہن میں ایجاب و قبول ضروری نہیں ہے اور ایجاب یہ ہے کہ رہن رکھنے والا کہے کہ یہ گھر گروی کے طور پر آپ کے پاس رہے، اور قبول یہ ہے کہ گروی رکھنے والا کہے مجھے قبول ہے۔ یا اس طرح کا کوئی اور لفظ کہے۔

(مسئلہ نمبر 955:) ایجاب و قبول ایسا شخص کرے جس میں گروی دینے اور لینے کی صلاحیت ہو۔

(مسئلہ نمبر 956:) گروی میں دینے والے مال میں شرط ہے کہ وہ عین مملوک اور قبض کرنا ممکن ہو اور اس کا بیچنا صحیح ہو جیسے گھر، سونے چاندی کے زیورات وغیرہ۔ بنابراین شراب وغیرہ کو گروی میں دینا جائز نہیں ہے کیوں اس کا بیچنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح ہوا میں اڑتے پرندے کو بیچنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اسے قبض نہیں کیا جاسکتا۔

(مسئلہ نمبر 957:) بنابر اقوی گروی کی صحت میں قبض شرط ہے وہ اس معنی میں کہ گروی رکھوانے والا عین رہن کو مرتہن کے حوالے کرے۔

(مسئلہ نمبر 958:) گروی رکھوانے والے کی طرف سے رہن لازم ہوتا ہے لہٰذا راہن مرتہن سے گروی واپس نہیں لے سکتا ہاں اگر رہن رکھنے والا اسے قرض کے عنوان سے دیدے یا وہ واپس دینے پر راضی ہو جائے تو صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 959:) اگر گروی کوئی نفع پہنچانے والی چیز ہو تو وہ منفعت گروی رکھوانے والے کی ہو گی گروی رکھنے والا اس منفعت کا مستحق نہیں ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 960:) گروی رکھوانے والے کی اجازت کے بغیر گروی رکھنے والا اس میں تصرف کا حق نہیں رکھتا اگر گروی رکھنے والے کے ہاتھ سے گروی کا مال تلف ہو جائے یا اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو مرتہن ضامن ہوگا اور اس پر واجب ہے کہ گروی کے مال کے منافع کے حوالے سے وہ اجرت المثل ادا کرے چونکہ اس نے اس کے منافع سے فائدہ اٹھایا ہے۔

(مسئلہ نمبر 961:) گروی رکھوانے والا رہن کی چیز میں تصرف کر سکتا ہے بشرطیہ کہ اس کا تصرف گروی رکھنے والے کے حق کے ساتھ منافات نہ رکھے وہ اس طرح کہ راہن کے تصرف کی وجہ سے عین رہن تلف ہو جائے یا اس میں کوئی نقص پیدا ہو جائے یا راہن کی ملکیت سے خارج ہونے کا سبب بنے، بنابر این گروی رکھے گئے جانور پر سوار ہونا گروی کی کتاب پڑھنا اسی طرح کے تصرفات ہیں جو کہ راہن کے لئے جائز ہیں، لیکن وہ تصرفات جن کی وجہ سے عین رہنی تلف ہو جائے یا اس کی قیمت کم ہو جائے یا عین رہنی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا یا اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر گروی رکھنے والا اجازت دے تب تو صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 962:) اگر گروی رکھوانے والے گروی رکھنے والے کو وصیت کرے کہ وہ گروی رکھی گئی چیز کو فروخت کرکے اپنا حق وصول کرے وصیت لازم ہوجاتی ہے اور راہن کے وارث کو حق نہیں کہ وہ مرتہن کو واپس کرنے پر مجبور کرے، اور قرض کو دوسرے مال سے اٹھائے۔

(مسئلہ نمبر 963:) رہن لینے کا حق ارث میں آجاتاہے، بنابر این اگر رہن لینے والا مرجائے تواس کے وارث اس کی جگہ لے لیتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 964:) رہن میں دی گئی چیز مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے اگر بغیر کسی تفریط و تعدی کے تلف ہوجائے تو مرتہن ضامن نہیں ہے اگر تعدی و تفریط کے نتیجے میں اگر وہ چیز تلف ہوجائے اور اگر وہ چیز مثلی ہے تو مثل اور اگر وہ چیز قیمی ہے تو روز تلف کے دن کے حساب سے قیمت ادا کی جائے گی، اگر راہن مرتہن سے عین رہنی کے تلف ہونے کی صورت میں ضمان کی شرط لگائی تھی تو بظاہر وہ شرط نافذ ہے اور مرتہن اس صورت میں ضامن ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 965:) اگر گروی رکھنے والا اور گروی رکھوانے والا رہن میں رکھی گئی چیز کی قیمت میں اختلاف کریں مثلًا گروی رکھنے والا کہے اس چیز کی قیمت ایک ہزار دینار تھی اور گروی رکھنے والا کہے نہیں اس کی قیمت نو سو دینار تھی تواس صورت میں گروی رکھنے والے کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی، اسی طرح اگر ان دونوں کے درمیان تفریط اور عدم تفریط میں اختلاف ہوجائے تو گروی رکھنے والے کی بات عدم تفریط میں قسم کے ساتھ مانی جائے گی اگر ان دونوں میں اختلاف قرض اور ادھار کی مقدار میں ہوجائے گروی رکھوانے والا کمتر کا دعوی کرے اور گروی رکھنے والا زیادہ کا دعوی کرے تو گروی رکھوانے والے کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 966:) اگر گروی رکھوانے والا دیوالیہ اور مفلس ہو جائے تو گروی رکھنے والا دوسرے قرض خواہوں کی نسبت گروی رکھی گئی چیز لینے کا زیادہ مستحق ہے۔

(مسئلہ نمبر 967:) بعض شہروں میں یہ معمول ہے کہ کریہ دار مالک مکان کو ایک مبلغ گھر کرائے پر لینے سے پہلے دیتا ہے اور کرایہ دار کی جب مدت ختم ہو جاتی ہے تو مالک مکان وہ مبلغ کرایہ دار کو واپس کرتا ہے اور مالک مکان اس مبلغ کے بدلے گھر کا کرایہ معمول سے کم کرتا ہے اس معاملہ کو لوگ رہن سمجھتے ہیں کیا اس طرح کا معاملہ شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

اگر مالک مکان گھر کو اس شرط پر کرائے پر دے کہ کرایہ دار مالک مکان کو ایک مبلغ بعنوان قرض الحسنہ دے گا تو اس طرح کا معاملہ شرعاً جائز ہے، جو معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے وہ یہ ہے کہ کرایہ دار شرط کرے کہ وہ مالک مکان کو قرض دے گا اس شرط پر کہ وہ اسے اپنا گھر کرائے پر دے گا مثلاً کرایہ دار مالک مکان سے کہے کہ میں تمہیں دس ہزار تومان اس شرط پر دوں گا کہ تم اپنا مکان مجھے کرائے پر دو یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 968:) ایک شخص بنک سے لون لیکر اپنا گھر کرائے پر دے دیتا ہے اور قرض اتارتے وقت قرض ادا نہیں کر پاتا کیا قرض خواہ کے لئے جائز ہے کہ وہ گھر کا سودا کرکے قرض کا پیسہ اٹھائے یا اس طرح گھر کا بیچنا جائز نہیں ہے چونکہ گھر قرض کے مستثنیات میں سے ہے۔

(ج) جی ہاں قرض خواہ اس گھر کو بیچ کر اپنا قرض لے سکتا ہے۔

ان لوگوں کے احکام جو اپنے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتے (حجر)

(مسئلہ نمبر 969:) حجر عبارت ہے کہ انسان مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا:۔

اول۔ بچپنا۔ وہ یہ کہ ابھی تک بلوغ کی حد تک نہ پہنچا ہو ایسا شخص شرعاً اپنے اموال میں تصرف نہیں کر سکتا تصرف نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اپنے مال کو نہ بیچ سکتا ہے نہ ہبہ کر سکتا اور نہ ہی صلح کر سکتا ہے اسی طرح عاریہ قرض اجارہ نہیں دے سکتا اگرچہ وہ شخص تشخیص و تمیز کی حد تک پہنچ چکا ہے اور مذکورہ معاملات اس کے مفاد میں بھی ہوں۔

(مسئلہ نمبر 970:) جس طرح بچہ اپنے اموال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا اسی طرح بچہ اپنے ذمے میں بھی تصرف نہیں کر سکتا، بنابرایں بچے کا قرض لینا اسی طرح اس کا خرید و فروخت بھی صحیح نہیں ہے وہ بچہ اپنے متعلق بھی ممنوع بالتصرف ہوتا ہے یعنی وہ اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتا طلاق نہیں دے سکتا کسی کا اجیر یا کسی زمین کو مضاربہ پر نہیں لے سکتا مذکورہ معاملات میں بچے کی کوئی بھی زمداری نافذ العمل نہیں ہے۔ ہاں بلوغ اور رشد کے بعد اس کے تصرفات نافذ العمل ہیں اور رشد سے مراد ایسی صفت جو کہ انسان کو عقلائی معاملات طے کرنے پر ابھارتی ہے اور تباہی و بربادی اور دیوالیہ پن کے راستوں سے انسان کو خبردار کرتی ہے اور غیر عقلائی اقدامات سے روکتی ہے۔

دوئم - دیوانگی۔ جو احکام بچے کے حوالے سے بیان کئے گئے وہ تمام احکام دیوانہ شخص پر بھی لاگو ہوتے ہیں اور جب تک اس کی دیوانگی بر طرف نہیں ہوتی وہ اپنے اموال میں تصرف نہیں کر سکتا۔

سوم - سفاہت۔ سفیہ وہ شخص ہے جو کہ رشد کی حد تک نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ اپنے لئے اچھے برے کی تمیز نہیں کر سکتا اور اپنے مال کو ایسے کاموں میں صرف و خرچ کرتا ہے جو کہ اس کے مفاد میں نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 971:) سفیہ شخص شرعی اعتبار سے ممنوع بالتصرف ہے لہٰذا ایسا شخص نہ اپنا مال بیچ سکتا ہے اور نہ ہی کسی سے کوئی چیز خرید سکتا ہے اور نہ ہی کسی کے ساتھ صلح کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی چیز کسی کو اجارے پر دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی سے کوئی چیز کرائے پر لے سکتا ہے سفیہ شخص اگرچہ عمر کے لحاظ سے بہت بڑا ہی کیوں نہ ہو ممنوع تصرف ہے، ہاں اگر وہ رشید ہو جائے یعنی اچھے برے میں تمیز کرنے لگے تو پھر اس پر سے ممنوع تصرف کی پابندی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے مرد کے رشید ہونے میں دو مردوں کی گواہی اسی طرح عورت کے رشید ہونے میں دو مرد کی گواہی اور چار عورتوں کی گواہی کافی ہے۔

چہارم - غلام ہونا۔ یعنی وہ شخص کسی کا غلام ہو یا کنیز ہو اس صورت میں مولا کی اجازت کے بغیر غلام اور کنیز کسی چیز میں تصرف کا حق نہیں رکھتے۔

پنجم - مفلس ہونا۔

(مسئلہ نمبر 972:) مفلس اور دیوالیہ شخص وہ ہے جس کے پاس قرض خواہوں کو قرض دینے کے لئے کافی مال نہ ہونے کی وجہ سے شارع نے اسے اپنے اموال میں تصرف سے منع کیا ہو۔

(مسئلہ نمبر 973:) مفلس اور دیوالیہ شخص مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ممنوع تصرف ہوتا ہے:۔

1. اس کے ادھار حاکم شرع کے پاس ثابت ہوں۔
2. اس کے ادھار فوری ہوں بنابراین اگر قرض دار کے ادھار اور قرض مدت دار ہونے کی صورت میں وہ شخص اپنے اموال میں تصرف کرنے سے ممنوع نہیں ہوگا۔
3. اس کے اموال اس کے قرض سے کم ہوں۔
4. اس کے سارے قرض خواہ یا کچھ قرض خواہ حاکم شرع سے درخواست کریں کہ وہ قرض دار کو اپنے اموال میں تصرف کرنے سے منع کرے اور حاکم شرع اسے اپنے اموال میں تصرف کرنے سے روک دے ایسی صورت میں وہ شخص اپنے اموال میں تصرف نہیں کر سکتا۔

(مسئلہ نمبر 974:) اگر قرض خواہوں میں سے کوئی ایک قرض خواہ جس نے دیوالیہ ہونے والے شخص سے اپنے ذمے کوئی چیز خریدی تھی پائے جبکہ اس وقت قرض لینے کا وقت نہ پہنچا ہو تو قرض خواہ وہ چیز نہیں لے سکتا ہاں اگر قرض کی مدت ختم ہونے کے بعد قرض خواہ کو قرض دار کی کوئی چیز مل جاتی ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ چیز کو اٹھائے یا دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ قیمت میں شریک ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 975:) مفلس اور دیوالیہ شخص کے اہل و عیال کے اخراجات مال کے تقسیم ہونے تک خود اس کے اموال سے دیئے جائینگے۔

(مسئلہ نمبر 976:) مفلس شخص کے اموال کو ان قرض خواہوں میں تقسیم کیا جائے گا جن کے قرض وصول کرنے کا وقت آن پہنچا ہو اور فوری ہو اگر تقسیم کے بعد پتہ چلے کہ کوئی اور فوری قرض بچتا تھا تو تقسیم باطل ہوگا اور وہ دیگر قرض خواہوں کے ساتھ اموال میں شریک ہوگا۔

ضامن ہونے کے احکام

(مسئلہ نمبر 977:) ضمانت یہ ہے کہ ایک شخص قرض خواہ سے کہے کہ اگر قرض دار تمہارا قرض ادا نہ کرے تو میں تمہارا قرض ادا کرونگا اور وعدہ کرنے والے شخص کو ضامن قرض خواہ کو مضمون لہ اور قرض دار کو مضمون عنہ کہا جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 978:) ضمانت میں ضامن کی طرف سے ایجاب اور مقروض کی طرف سے قبول اس وقت معتبر ہے جب ضامن اور مقروض شخص کوئی ایسا لفظ یا ایسا کام کرے کہ وہ لفظ اور کام قرض کے چکانے کی ذمداری لینے پر دلالت کرے اور مقروض بھی رضامند ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 979:) ضامن اور مقروض میں عقل اور بلوغ کا ہونا معتبر ہے۔

(مسئلہ نمبر 980:) بنا بر اظہر عقد ضمان کا قطعی ہونا معتبر ہے، بنا بر این اگر عقد ضمان کو کسی ایسی چیز پر معلق کیا جائے جس کا حصول مشکوک ہو تو ایسا عقد باطل ہے مثال کے طور پر ضمانت لینے والا کہے کہ میں اس وقت ضمانت لوں گا جب میرا والد ضمانت لینے کی مجھے اجازت دے یا کہے کہ میں اس وقت ضامن بنوں گا جب قرض دار اپنا قرض ادا نہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 981:) اگر ضامن قرض خواہ کو قرض ادا کرے تو کیا وہ قرض دار سے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

(ج) اگر مقروض شخص نے ضامن سے ضمانت کی درخواست کی ہے تو اس صورت میں ضمانت لینے والا مقروض شخص کی طرف رجوع کرکے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے ہاں اگر ضامن نے مقروض شخص کی درخواست کے بغیر ہی قرض خواہ کا قرض چکایا ہے تو اس صورت میں وہ مقروض شخص سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتا یعنی وہ شخص مقروض سے قرض میں دیا گیا مال وصول کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

(مسئلہ نمبر 982:) عقد ضمان کا تعلق لازم عقود سے ہے بنابر این ضامن اور قرض دار اسے فسخ نہیں کر سکتے۔

(مسئلہ نمبر 983:) اگر مقروض شخص فقیر اور شرعی اعتبار سے مستحق ہو اور ایک شخص اس کی طرف سے ضامن بن جائے تو ضامن بننے والے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کا قرض خمس یا زکات یا رد مظالم کے مال سے ادا کرے بلکہ وہ اپنے مال سے اس کا قرض ادا کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 984:) مرض الموت میں مبتلا شخص کا ضامن بننا صحیح ہے اور اگر وہ بعد میں مر جائے تو ضمانت سے متعلق مال اس کے اصل ترکہ سے خارج ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 985:) اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہے کہ فلاں شخص کو سامان دیدو تا کہ وہ اس سامان سے فائدہ اٹھائے اور سامان کا میں ضامن بنوں گا اور وہ سامان تلف ہو جائے یا عیب پیدا کرے تو وہ شخص ضامن ہے اگر وہ سامان مثلی ہے تو مثل اگر قیمی ہے تو قیمت ضامن کو ادا کرنا پڑے گا۔

(مسئلہ نمبر 986:) اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہے کہ فلاں چیز خریدو اگر وہ چیز کسی اور کی ہو تو میں ضامن بنوں گا اور اگر ثابت ہو جائے کہ وہ چیز کسی اور کی تھی تو ضامن بننے والا شخص اس چیز کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 987:) اگر ایک شخص دوسرے کسی شخص سے کہے کہ تم اپنا سامان دریا میں ڈالدو میں ضامن بنوں گا اور وہ شخص اپنا سامان دریا میں ڈالدے تو مذکورہ شخص ضامن ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 988:) ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہے کہ ایک دینار فقیر کو دیدو یا کہے کہ فلاں شخص کو گاڑی کے ذریعے فلاں جگہ پہنچا دو یا کہے ایک عدد لباس اپنے لئے سلوالو تو کیا مذکورہ شخص ایک دینار، گاڑی کا کرایہ، اور درزی کی مزدوری کے حوالے سے ضامن ہوگا یا نہیں؟

(جواب) اگر دینار دینے والا شخص یا گاڑی کا ڈرائیور یا جس نے لباس سلوایا ہے ان کی نیت یہ تھی کہ وہ ضامن شخص سے صدقہ، کرایہ، اور مزدوری کا مطالبہ کرینگے تو اس صورت میں وہ شخص ضامن ہے۔

(مسئلہ نمبر 989:) اگر قرض خواہ اور مقروض شخص اصل ضمان میں اختلاف کریں مثلاً مقروض ضمانت کا دعوی کرے اور قرض خواہ ضمانت سے انکار کرے تو قرض خواہ کی بات مانی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 990:) کسی نے کافی مدت پہلے کسی کی بھیڑیں اور سامان چُرایا ہو اور اب وہ شخص اس کام سے پشیمان ہوا ہے لیکن اب بھیڑوں اور سامان کی قیمتوں میں بہت زیادہ فرق آگیا ہے اب وہ شخص توبہ کرکے اس کام سے بری الذمہ ہونا چاہتا ہے تو کیا چور پر چوری کے وقت کی

قیمت ادا کرنا واجب ہے یا توبہ کرتے وقت کی قیمت ادا کرنی ہوگی جبکہ بھیڑوں نے بچے بھی دیئے ہیں اور چور نے ان کے اون دودھ و مکھن وغیرہ سے فائدہ بھی اٹھایا ہے کیا بھیڑوں کی قیمت کے علاوہ ان مذکورہ چیزوں کی قیمت بھی چور کو ادا کرنی پڑے گی یا نہیں؟

جواب: چور پر واجب ہے کہ وہ بھیڑوں انکے بچوں اسی طرح دودھ، مکھن اور اون کی قیمت جس دن اس نے غصب یا چوری کی تھی کے حساب سے ادا کرے نہ کہ پشیمانی کے دن کے حساب سے یعنی ان بھیڑوں اور بچوں سے جس طرح کا بھی چور نے فائدہ اٹھایا ہے ان سب کی قیمت روز غصب کے حوالے سے ادا کرنا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 991:) ایک شخص سامان خریدنا چاہتا ہے مگر نقصان اور ضرر سے ڈرتا ہے اس لئے اس سامان کے خریدنے میں مردد ہے اسی وقت ایک اور شخص آتا ہے وہ سامان خریدنے والے شخص کا حوصلہ بڑھانے لگتا ہے اور اس کے امر سے کہتا ہے کہ تم اس سامان کو خریدو اور اس میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑا تو میں ضامن ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر تم نے اس سامان میں کوئی نفع حاصل کیا تو تم مجھے اس نفع کا چوتھا حصہ دوگے اور خریدار وہ سامان خرید لیتا ہے، فرض کریں خریدار کو اس سامان میں نفع حاصل ہو جاتا ہے کیا اس پر واجب ہے کہ وہ ضمانت لینے والے کو منفعت کا چوتھا حصہ دے یا نہیں؟

جواب: نفع کا چوتھا حصہ دینا خریدار پر واجب نہیں ہے جس طرح نقصان کا جبران کرنا ضامن پر واجب نہیں ہوتا۔

حوالہ کے احکام

(مسئلہ نمبر 992:) حوالہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنے قرض خواہ کو حوالہ دے کہ وہ اپنا قرض کسی اور شخص سے وصول کرے مثال کے طور پر بکر ایک دینار زید کا مقروض ہے بکر زید سے کہے کہ وہ ایک دینار خالد سے وصول کرے مقروض کو حوالہ دینے والا قرض خواہ کو حوالہ لینے والا اور بکر کو حوالہ دیا گیا کہا جاتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 993:) حوالہ میں حوالہ دینے والے کے لئے ایجاب معتبر ہے جیسا کہ حوالہ دینے والا قرض خواہ سے کہے تم اپنا قرض فلاں شخص سے وصول کرو اسی طرح قرض خواہ کا قبول کرنا معتبر ہے ایجاب اور قبول میں لفظ کے علاوہ کتابت یا کوئی ایسا کام جو کہ ایجاب و قبول پر دلالت کریں کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 994:) مقروض اور قرض خواہ میں بلوغ، عقل اور رشد شرط ہے۔

(مسئلہ نمبر 995:) حوالہ عقد لازم ہے لہٰذا مقروض اور قرض خواہ معاملہ کو فسخ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

(مسئلہ نمبر 996:) قرض خواہ مقروض اور جس کا حوالہ دیا جاسکتا ہے ان میں سے کسی کے لئے بھی خیار کا حق دینا جائز ہے۔

کفالت کے احکام

(مسئلہ نمبر 997:) کفالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ذمہ لے کہ جس وقت قرض خواہ چاہے گا وہ مقروض کو اس کے سپرد کردے گا جو شخص اس قسم کی زمداری قبول کرے اسے کفیل، قرض خواہ کو مکفول لہ اور مقروض شخص کو مکفول کہتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 998:) کفیل کے لئے ضروری ہے کہ بالغ اور عاقل ہو اور اسے کفیل بننے پر مجبور نہ کیا گیا ہو اور وہ اس بات پر قادر ہو کہ جس کا کفیل بنے اسے حاضر کرسکے اور وہ سفیہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 999:) کفالت عقد لازم ہے کفیل کی جانب سے فسخ کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اس نے اپنے لئے خیار فسخ کی شرط رکھی ہے تو اس صورت میں فسخ کرسکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1000:) اگر قرض ادا کرنے کا وقت آن پہنچے اور کفیل مقروض شخص کو حاضر کرنے کی زمداری پر عمل نہ کرے تو اس صورت میں قرض خواہ کو حق ہے کہ وہ اپنا قرض کفیل سے وصول کرے۔

(مسئلہ نمبر 1001:) اگر قرض خواہ اپنا قرض کفیل سے وصول کرے جبکہ قرض دار نے کفیل کو کفالت کی اور قرض دینے کی اجازت دی تھی تو اس صورت میں کفیل قرض دار کی طرف

رجوع کرکے اپنا قرض وصول کر سکتا ہے اگر مقروض شخص نے کفیل کو صرف قرض ادا کرنے کی اجازت دی تھی تو مذکورہ صورت ہو گی اور اگر قرض دار نے کفیل کو صرف کفالت کی اجازت دی تھی تو اس صورت میں کفیل کو حق نہیں کہ وہ قرض دار سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کرے۔

(مسئلہ نمبر 1002:) کفیل شخص مقروض کو حاضر کرنے کے لئے ہر شرعی طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔ اگر اس حوالے سے کفیل کو کسی بااثر شخص کی مدد کے بغیر مقروق کو حاضر کرنا ممکن نہ ہوں اور مذکورہ شخص کی مدد سے دین کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچے تو اس شخص کی مدد حاصل کرنا واجب ہے۔

(مسئلہ نمبر 1003:) اگر مقروض غائب ہو اور اس کو ڈھونڈنے کے لئے پیسوں کی ضرورت ہو تو بظاہر وہ اخراجات کفیل کے ذمہ ہیں البتہ اگر وہ اخراجات مقروض کی اجازت سے کفیل نے کئے ہیں تو پھر اس صورت میں اخراجات مقروض کے ذمے ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 1004:) اگر قرض خواہ کو ڈھونڈلے مگر کوئی دوسرا شخص اسے کسی حیلے بہانے سے یا زبردستی قرض خواہ کی چنگل سے چھڑالے تو وہ شخص کفیل مقروض کا کفیل ہوگا اور اس پر واجب ہے کہ وہ مقروض کو قرض خواہ کے سپرد کرے اور اگر وہ مقروض کو قرض خواہ کے حوالے نہ کرے تو ضامن ہے اور مقروض کا قرض اسے ادا کرنا پڑے گا۔

(مسئلہ نمبر 1005:) عقد کفالت مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے:۔

1. کفیل مقروض کو قرض خواہ کے سپرد کرے۔
2. مقروض کی جانب سے قرض ادا ہو جائے۔
3. قرض خواہ مقروض کو بری الذمہ قرار دے۔

4. مقروض مر جائے۔

5. قرض خواہ کفالت سے دستبردار ہو جائے۔

صلح کے احکام

(مسئلہ نمبر 1006:) صلح عقد شرعی ہے وہ یہ کہ ایک انسان کسی دوسرے شخص کے ساتھ اس بات پر اتفاق کرے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنے مال سے یا اپنے مال کے منافع سے ایک حصہ کسی چیز کے عوض یا مفت دوسرے کو دیکر مالک بنائے مثلاً دو اشخاص ایک گھر میں رہائش کے حوالے سے ایک معین مدت تک کسی عوض کے بدلے یا مفت اتفاق کریں یا قرض کو بغیر کسی عوض کے معاف کرے یا اس طرح کے دیگر امور پر دونوں اتفاق کریں اور راضی ہو جائیں تو اسے صلح کہتے ہیں اور مذکورہ امور میں صلح صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 1007:) عقد صلح دونوں طرف سے لازم ہے اور اس میں خیار کی تمام اقسام جاری ہوتی ہیں سوائے خیار مجلس، خیار حیوان اور خیار تاخیر کے۔

(مسئلہ نمبر 1008:) صلح کرنے والے دونوں اشخاص کو عاقل، بالغ اور صاحب اختیار ہونا چاہیے اور سفاہت یا دیوالیہ ہونے کی وجہ سے ممنوع التصرف نہیں ہونا چاہیے اور صلح میں قرار پانے والا مال ایسا ہو جو کہ ملک بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو یعنی سور و شراب یا ان جیسی چیزوں کی مانند نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 1009:) صلح میں قرار پانے والے مال کی مقدار کو جاننا ضروری نہیں ہے بنابر این اگر ایک کامال دوسرے کے مال میں مخلوط ہو جانے کی وجہ سے تشخیص دینا مشکل ہو اور وہ دونوں اشخاص مال کی مقدار کو نہ جانتے ہوں تو اس صورت میں مال میں برابری، شراکت، یا ثلث اور ربع کے عنوان سے مصالح کر سکتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 1010:) زید کو معلوم ہے کہ وہ عمر کا مقروض ہے لیکن قرض کی مقدار نہیں جانتا تو اس صورت میں زید اور عمر ایک معین مبلغ پر صلح کر سکتے ہیں اور مقروض اس طرح صلح کرکے بری الذمہ ہو سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1011:) اگر مقروض قرض کی مقدار کو جانتا ہے مگر قرض خواہ کو مقدار کا علم نہ ہو اور قرض کو جتنا لینا تھا اس سے کم پر صلح کرے تو مقروض شخص قرض کے حوالے سے بری الذمہ نہیں ہوگا مگر یہ کہ صلح کرکے جو مقدار اس نے ادا کی ہے اس مقدار سے وہ برالذمہ ہوگا لیکن باقی ماندہ قرض سے وہ بری الذمہ نہیں ہوگا اور قرض کی باقی ماندہ مقدار قرض دار کے لئے حلال نہیں ہے۔ ہاں اگر قرض خواہ باقی ماندہ مقدار کو جانتا ہو اور جو کچھ انجام پاچکا ہے اس پر راضی ہو جائے تو صلح صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 1012:) بنابر احتیاط واجب ایسے دو مال کا مبادلہ جن کا تعلق ایک ہی جنس سے ہو اور دونوں کا تعلق ناپ تول سے ہو اور ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ ہو اور اس زیادتی کو جانتے ہوئے مصالحت کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر زیادہ ہونے کا یقین نہ ہو بلکہ احتمال ہو تو اس صورت میں مبادلہ صحیح ہے۔

اقرار کے احکام

(مسئلہ نمبر 1013:) اقرار عبارت ہے کہ ایک شخص اپنے ذمے کسی چیز کے ثابت ہونے کی خبر دے یا کسی اور کے ذمے اس کے کسی بھی حق کے ثابت ہونے کی تردید اور نفی کرے مثال کے طور پر وہ شخص جس گھر میں رہ رہا ہے اس کے بارے میں کہے کہ وہ فلان شخص کا مال ہے یا کہے کہ فلاں شخص میرا مقروض نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 1014:) اقرار میں کوئی خاص لفظ شرط نہیں ہے، بنابر این ہر وہ لفظ جو اقرار پر دلالت کرے کافی ہے اس میں صراحت کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اقرار میں لفظ کا ہونا ضروری نہیں ہے اگر اشارہ بھی اقرار پر دلالت کرے تو بھی کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 1015:) ایک شخص پہلے کسی چیز کے حوالے سے اقرار کرے اس کے بعد کوئی ایسی بات کہے جسکی وجہ سے اقرار کی نفی ہو جائے یعنی وہ اپنی اقرار سے پھر جائے تو اس کی بات نہیں سنی جائے گی اور اس کے انکار کا کوئی اثر نہیں ہوگا مثلاً زید عمر سے کہے کہ میں تمہارا بیس دینار کا مقروض ہوں پھر کہے نہیں بلکہ میں تمہارا دس دینار کا مقروض ہوں تو زید کو بیس دینار عمر کو دینے ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 1016:) اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہے کہ میں تمہارا مقروض ہوں تو یہ الزام ہوگا، اور اپنے ذمے مال کی جو اقرار کی ہے اس کو وہ یوں تفسیر کرے کہ وہ مال ملکیت کے قابل ہے تو اس شخص کی تفسیر چاہے مال کم ہی کیوں ہی نہ ہو مانی جائے گی مثلاً وہ شخص کہے کہ میرے ذمے تمہارا نصف دینار ہے، اگر اقرار کرنے والا شخص مال کی تفسیر کسی ایسی چیز سے کرے جو کہ قابل ملکیت نہ ہو تو اس کی تفسیر قبول نہیں کی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 1017:) ایک شخص کسی عین اور مال کے حوالے سے کہے کہ وہ چیز زید کی ہے پھر کہے کہ وہی چیز عمر کی ہے تو وہ چیز زید کو دی جائے گی لیکن اقرار کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس عین کے بدل کی مثل یا قیمت عمر کو دیدے۔

(مسئلہ نمبر 1018:) نسب دو عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے لیکن ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اسی طرح ایک مرد کی گواہی قسم کے ساتھ نسب کو ثابت نہیں کر سکتی ہاں اگر دو بھائی کسی بچے کے حوالے سے گواہی دیں اور وہ دونوں عادل ہوں کہ وہ بچہ میت کا بیٹا ہے تو اس صورت میں وہ بچہ میراث میں ان دونوں سے مقدم ہوگا اور ان دونوں کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا، اگر وہ دونوں بھائی فاسق ہوں تو اس صورت میں ان کی گواہی سے نسب ثابت نہیں ہوگا لیکن میراث ثابت ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ ان دو بھائیوں کا کوئی تیسرا بھائی موجود نہ ہو اگر ان کا تیسرا بھائی موجود ہے تو ان دو بھائیوں کی گواہی خود ان کے متعلق ثابت ہے اور نافذ ہے لیکن تیسرے بھائی کے بارے میں ثابت اور نافذ نہیں ہے۔

وکالت کے احکام

(مسئلہ نمبر 1019:) وکالت میں ایجاب اور قبول ضروری ہے اور ایجاب و قبول پر کسی لفظ یا فعل کا دلالت کرنا کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 1020:) عقد وکالت دونوں جانب سے جائز ہے یعنی وکیل اور موکل دونوں میں سے کوئی ایک جب چاہیں وکالت کو ختم کر سکتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 1021:) وکالت وکیل کے مرنے سے یا وکالت سے متعلق چیز کے تلف ہونے سے باطل ہو جاتی ہے مثال کے طور پر ایک شخص کسی کو گھوڑے کے فروخت کے متعلق وکیل کرے اور اسی دوران گھوڑا مر جائے تو گھوڑے متعلق وکالت باطل ہو جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 1022:) موکل حاضر ہو یا غائب طلاق میں وکیل لینا جائز ہے اور صحیح ہے بلکہ شوہر بیوی کو وکیل بنا سکتا ہے تا کہ وہ شوہر کی طرف سے وکیل بن کر خود کو طلاق دے۔

(مسئلہ نمبر 1023:) عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عقد کے ضمن میں شرط کرے کہ شوہر طلاق کا حق اسے تفویض کرے لیکن اگر عورت عقد کے ضمن میں شرط کرے کہ وہ طلاق میں شوہر کی طرف سے وکیل بن کر طلاق جاری کرے گی تو یہ شرط صحیح ہے جیسے کہ وہ شرط رکھے

کہ اس عورت کا شوہر چھ مہینے غائب رہنے کی صورت عورت کا خود کو طلاق دینا جائز ہے اگر شوہر شرط پر عمل نہ کرے تو عورت از باب وکالت طلاق جاری کر سکتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 1024:) ہر وہ کام جس سے شرع مقدس کا غرض متعلق نہ ہو بلکہ مکلّف اسے اپنے طور سے انجام دے تو ایسے کاموں میں وکیل لینا جائز ہے مثلا مکلّف کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے وکیل کرے کیوں کہ شارع مقدس چاہتا ہے کہ ہر مکلّف اپنی پنجگانہ نمازوں کو خود بجالائے۔

(مسئلہ نمبر 1025:) وکیل کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے موکل کے کام کو اپنی مرضی سے انجام دے بلکہ چاہیے کہ وہ وہی کرے جس کی خاطر اس کے موکل نے اسے وکیل کیا ہے مثال کے طور پر موکل وکیل کو پابند کرے کہ وہ فلاں دکاندار سے آٹا خریدے تو وکیل کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی اور دکان سے آٹا خریدے۔

(مسئلہ نمبر 1026:) اگر موکل وکیل کو اپنے اموال میں عام تصرف کی اجازت دے اور کہے کہ تم میرے اموال میں ہر طرح کا تصرف کر سکتے ہو اگر ایسی صورت میں وکیل کا تصرف کرنا موکل کی مصلحت اور مفاد میں ہے تو صحیح ہے سوائے اقرار کے، اگر وکیل موکل کے مال میں کسی اور شخص کے مفاد میں اقرار کرے تو اس صورت میں وکیل کا تصرف صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 1027:) وکیل کو یہ حق نہیں کہ وہ موکل کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص کو وکیل بنائے۔

(مسئلہ نمبر 1028:) معزز اور محترم اشخاص کا اپنے کاموں کی انجام دہی کے لئے وکیل کرنا مستحب ہے۔

(مسئلہ نمبر 1029:) اگر وکیل کے ہاتھ سے بغیر کسی افراد و تفریط کے مال تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 1030:) وکیل کے افراط و تفریط سے وکالت باطل نہیں ہوتی لیکن جس مال میں وکیل سے تعدی واقع ہو گئی ہے اس میں وہ ضامن ہے۔

(مسئلہ نمبر 1031:) اگر وکیل اور موکل میں تعدی اور عدم تعدی میں اختلاف پیدا ہو جائے موکل کہے کہ تمہاری کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے مال تلف ہوا ہے اور وکیل تعدی سے انکار کرے اور کہے کہ میں نے کوئی کوتاہی اور غفلت نہیں برتی ہے تو اس صورت میں اگر موکل کے پاس اپنے دعوی پر دو عادل شاہد ہیں تو ٹھیک ورنہ وکیل کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 1032:) اگر وکیل مال کے تلف ہونے کا دعوی کرے تو اس کی بات قبول کی جائے گی لیکن اگر وکیل اس بارے میں متہم ہے تو اس سے ایک شاہد لانے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 1033:) اگر دو فراد کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے ان دونوں میں سے ایک دعوی کرے کہ تم نے مجھے مال بیچنے میں وکیل بنایا تھا اور دوسرا اس سے انکار کرے تو جو شخص وکالت سے انکار کرے گا اس کی بات قبول کی جائے گی۔

ہبہ کے احکام

(مسئلہ نمبر 1034:) ہبہ عبارت ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو بغیر عوض کے کسی چیز کا مالک بنائے اور یہ چیز ایجاب و قبول کی محتاج ہے اور ایجاب میں ہر وہ چیز جو کہ تملیک پر دلالت کرے کافی ہے یعنی وہ لفظ ہو، اشارہ ہو یا کوئی فعل ہو البتہ ہبہ کے لئے کسی خاص صیغے کی شرط نہیں ہے، اسی طرح قبول میں بھی ہر وہ چیز جو رضایت پر دلالت کرے کافی ہے چاہے وہ چیز لفظ ہو اشارہ ہو یا فعل۔

(مسئلہ نمبر 1035:) ہبہ کرنے والے کو عاقل اور بالغ ہونا چاہیے اور وہ اپنے اختیار سے ہبہ کرے اور دیوالیہ پن یا سفاہت کی وجہ سے اپنے اموال میں تصرف کرنے سے ممنوع قرار نہ پایا ہو، بنابر این بچہ دیوانہ اور مجبور شخص اسی طرح شرعی اعتبار سے ممنوع التصرف شخص کا ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 1036:) مرض الموت میں مبتلا شخص کا ہبہ چاہے وہ ثلث سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو صحیح ہے جیسے اس کے دیگر تصرفات اجارہ، صلح خرید و فروخت وغیرہ صحیح ہیں۔

(مسئلہ نمبر 1037:) ہبہ کی صحت میں قبض کرنا شرط ہے البتہ قبض ہبہ کرنے والے کی اجازت سے ہونا چاہیے، بنابر این اگر زید خالد کے لئے ایک کتاب ہبہ کرے تو خالد زید کی اجازت

سے ہی وہ کتاب لے سکتا ہے، اگر ہبہ کرنے والے کے ہبہ کرنے سے پہلے کتاب جس کے لئے ہبہ کی جارہی اس کے پاس ہو اس کے بعد ہبہ کرنے والا اس کتاب کو ہبہ کرے تو اس صورت میں نئے قبض کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہبہ سے پہلے کا قبض کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 1038:) غیر منقول چیزوں جیسے گھر وغیرہ کو خالی کرنا یا اس پر سے دست بردار ہونے سے قبض ثابت ہوتا ہے اور ہبہ کرنے والے کے حوالہ کرنے سے قبض محقق ہوتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1039:) قبض کے بعد ہبہ کرنے والا چند موارد میں اپنے حق کی طرف رجوع نہیں کر سکتا:۔

1. جن کے لئے ہبہ کیا ہے وہ اس کے صلہ رحم ہوں، یعنی والد، والدہ، اس کے بیٹے بیٹیاں، بھائی اور ہر وہ شخص جو کہ عرف کی نظر میں ہبہ کرنے والے کے ہوں جیسے چچازاد بھائی، ماموں زاد وغیرہ تو ہبہ لازم ہو جاتا ہے اور قبض کرنے کے بعد ہبہ کرنے والے کو ہبہ کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں اور ہبہ شدہ مال قریبی رشتداروں سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔

(مسئلہ نمبر 1040:) اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے کوئی چیز ہبہ کریں تو وہ رجوع کرنے کا حق رکھتے ہیں اگر وہ دونوں آپس میں رشتدار ہیں تو پھر ہبہ کرنے والا رجوع نہیں کر سکتا۔

2. ہبہ معوّضہ ۔اگر ہبہ کسی چیز کے عوض ہے چاہے وہ عوض کم ہو یا زیادہ یعنی ہبہ کسی چیز کے عوض کیا گیا ہو جن لوگوں کے لئے یا جس شخص کے لئے ہبہ کیا گیا ہے وہ لوگ یا شخص ہبہ کرنے والے کو کوئی چیز بدلے میں دیدے اس صورت میں ہبہ کرنے والے کی طرف سے ہبہ لازم ہو جاتا ہے اور قبض کے بعد وہ اپنے ہبہ سے پھر نہیں سکتا۔

3. ہبہ کا تلف ہونا۔ اگر ہبہ شدہ مال تلف ہو جائے یعنی ایک شخص کسی کے لئے غذا ہبہ کرے اور وہ شخص غذا کھالے تو اس صورت میں ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ سے پھرتے ہوئے اس شخص سے مثل یا قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

4. اگر ہبہ کرنے والے شخص کا مقصد صرف اللہ کی رضایت ہو تو اس صورت میں وہ اپنے ہبہ سے انحراف نہیں کر سکتا اور ہبہ شدہ مال واپس نہیں لے سکتا کیوں کہ جو چیز اللہ کی راہ میں دی جاتی ہے اسے واپس نہیں لی جا سکتی۔

ان مذکورہ موارد کے علاوہ ہبہ کرنے والا ہبہ سے پھرتے ہوئے اگر ہبہ شدہ مال موجود ہو تو واپس لے سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1041:) جس نے ہبہ کا مال پایا ہے اگر وہ ہبہ کے مال میں تصرف کرے جبکہ عین موجود ہو تو ہبہ کرنے والا ہبہ سے پھر سکتا ہے ہاں اگر ہبہ شدہ مال باقی نہ ہو جیسے ہبہ شدہ مال لباس ہو اور اسے رنگ کیا جائے یا اس پر برش چلایا جائے یا اسے سی لیا جائے یا اسے بیچ کر کسی اور شخص کی طرف منتقل کیا جائے تو ایسی صورت میں ہبہ کرنے والا ہبہ شدہ مال کو واپس نہیں لے سکتا۔

(مسئلہ نمبر 1042:) اگر ہبہ کرنے والا یا ہبہ لینے والا قبض کے بعد مر جائے تو ہبہ لازم ہو جاتا ہے اور ہبہ کرنے والا ہبہ لینے والوں کے وارثوں کی طرف رجوع کرکے ان سے ہبہ شدہ مال نہیں لے سکتا اسی طرح ہبہ کرنے والے کے وارث بھی ہبہ لینے والے کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

(مسئلہ نمبر 1043:) اگر اللہ تعالی کسی عورت کو فرزند عطا کرے اور لوگ اس کے لئے تحائف لائیں اور ان میں سے کچھ تحائف کے بارے میں قرائن سے معلوم ہو جائے کہ نو مولود کے لئے لائے گئے ہیں تو اس صورت میں ماں نو مولود کے تحائف میں تصرف نہیں کر سکتی، لیکن وہ تحائف جن کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ ماں کے لئے لائے گئے ہیں یا فرزند کے لئے تو وہ تحائف ماں کو دیئے جا سکتے ہیں۔

وصیت کے احکام

وصیت کی دو قسمیں ہیں:۔

1. **تملیکی وصّیت۔** یہ ہے کہ ایک شخص وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کی فلاں مقدار زید کو یا فلاں شخص کو دی جائے۔
2. **عہدی وصیت۔** یہ کہ میت ایک شخص کے بارے میں اس کے مرنے کے بعد امور سے متعلق جیسے کفنانے، دفنانے، نمازوں، روزوں، حج اور بچوں کی سرپرستی کے حوالے سے وصیت کرے اور نائب لے لے۔

(مسئلہ نمبر 1044:) جب انسان پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو اس پر چند چیزیں واجب ہو جاتی ہیں ان میں سے:۔

1. لوگوں کی امانتیں فوراً ان کے مالکوں کو واپس کرے۔
2. اگر وہ لوگوں کا مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کا وقت آگیا ہو اور قرض ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو قرض ادا کرے، اگر قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو ضروری ہے کہ وہ وصیت کرے اور گواہ رکھے۔

3. اگر اس شخص کے ذمے خمس وزکات اور ردّ مظالم ہوں اور انہیں ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو ضروری ہے کہ ادا کرے، اگر وہ خمس وزکات اور ردّ مظالم کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ ان کے بارے میں وصیت کرے جیسا کہ اسے اس بات کا احتمال ہو کہ شاید وارثوں میں سے کوئی وارث یا کوئی اور شخص مذکورہ امور کو انجام دیگا۔

4. جو شخص اپنے آپ میں موت کی نشانیاں دیکھ رہا ہو اگر اس کی نمازیں اور روزے قضا ہوں یا اس کے ذمے کفارات و نذور وغیرہ ہوں اور انہیں ادا کرنے کے لئے وقت تنگ ہو تو اقوی یہ ہے کہ ان کے بارے میں وصیت کرنا اور اعلان کرنا واجب ہے ہاں اگر اسے اطمینان ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں میں سے کوئی وارث اس کام کو انجام دے گا تو اس صورت میں مذکورہ موارد کے بارے میں وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔

5. اگر مرنے والے کا مال کسی کے پاس ہو یا ایسی جگہ چھپایا ہوا ہو جس کا ورثا کو علم نہ ہو تو ضروری ہے کہ انہیں اطلاع دے تا کہ ورثا کا حق ضائع نہ ہو جائے۔

(مسئلہ نمبر 1045:) ہر وہ چیز جو کہ وصیت کے ثبوت پر لفظ، فعل، کتابت اور اشارہ صراحتاً دلالت کرے تو کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 1046:) جس عین کے بارے میں میت نے وصیت کی ہے اس میں مرحوم کے وارث تصرف نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ چیز موصی لہ کی ملکیت ہے۔

وصیت کرنے والے کی شرائط

1. جو شخص وصیت کرے ضروری ہے کہ وہ بالغ ہو بنابر این بچے کی وصیت صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ وہ دس سال کی عمر تک پہنچا ہو اور عقلمند ہو اور اس کی وصیت نیک راستوں میں خرچ کرنے اور رشتداروں کے حوالے سے ہو اور رشتداروں کے علاوہ دوسروں کے لئے اس کی وصیت کا نافذ نہ ہونا بعید نہیں۔
2. وصیت کرنے والے کو عقلمند ہونا چاہیے بنابر این بے ہوشی، دیوانگی اور مستی کی حالت میں کی جانے والی وصیت صحیح نہیں ہے۔
3. وصیت کرنے والا بااختیار ہو مجبور شخص کی وصیت صحیح نہیں ہے۔
4. وصیت کرنے والا آزاد ہو بنابر این غلام کے اپنے اموال میں کی جانے والی وصیت صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا مولا وصیت کی اجازت دے۔
5. وصیت کرنے والا اپنا ہی قاتل نہ ہو۔ اگر وصیت کرنے والا خود کو زخمی کرے یا زہر کھائے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائے ایسے شخص کی وصیت صحیح نہیں ہے یعنی اس کی وصیت اس کے مال کے حوالے سے ہو تو صحیح نہیں ہے اگر اس کی وصیت دفن وکفن کے بارے میں ہو تو صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 1047:) اگر خود کشی کے اقدام سے پہلے وصیت کرے پھر خود کشی کرے تو اس کی وصیت صحیح ہے اگر چہ اس کا وصیت کرتے وقت اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ وصیت کے بعد خود کشی کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 1048:) اگر وصیت کرنے والا کسی شخص سے کہے کہ میرے مرنے کے بعد تم میرے نابالغ بچوں کا سرپرست اور قیّم ہو اور اگر اس شخص کی ولایت کو ایک خاص جہت سے مقید نہ کرے تو وہ شخص بچوں کے تمام امور میں جیسے جان کی حفاظت مال کی حفاظت اور ان کی تربیت نان و نفقہ اور دیگر جہات میں تصرف کر سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1049:) اگر وصیت کرنے والا اپنی وصیت کو صرف ایک جہت میں مقید کرے مثلاً وصیت کرنے والا کہے کہ تم میرے بچوں کی تربیت کے حوالے سے سرپرست اور قیّم ہو تو ولی شخص کو چاہیے کہ وہ صرف اس اذن پر اکتفا کرے اور دیگر جہات میں اقدام نہ کرے دیگر جہات میں تصرف حاکم شرع ہی کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 1050:) جس مال کے بارے میں وصیت کی جائے اس میں شرط ہے کہ وہ ثلث سے زیادہ نہ ہو بنابراین اگر وصیت ثلث سے زیادہ مال پر کی جائے تو اضافی مال کی نسبت وصیت باطل ہے ہاں اگر اضافی مال کی وصیت پر وارث راضی ہوں تو صحیح ہے۔

(مسئلہ نمبر 1051:) اگر کسی عین کے بارے میں وصیت کی جائے اور جس وقت وصیت کی جارہی تھی اس وقت گھر کی قیمت ثلث جتنی ہو اور مرتے وقت گھر کی قیمت ثلث سے زیادہ ہو جائے اور گھر کی قیمت کا بڑھنا یا تو گھروں کی قیمتوں میں افرائش کی وجہ سے ہے یا گھر چونکہ اس کی ملکیت سے خارج ہوا ہے اس لئے اس کی قیمت بڑھ گئی ہے تو اس صورت میں مرحوم کی وصیت صرف ثلث میں نافذ ہو گی اور اضافی قیمت میں وصیت باطل ہے ہاں اگر اس کے وارث ثلث سے زیادہ پر اجازت دیں تو صحیح ہے اور وصیت ثلث اور زیادہ دونوں میں نافذ ہے۔

(مسئلہ نمبر 1052:) اگر متوفی شخص کے ذمے لوگوں کا قرض، خمس و زکات، ردّ مظالم اور حج ہو یہ کہ متوفی زندگی میں مستطیع ہو چکا تھا اور اس نے اپنے مال کے ثلث میں وصیت کی ہے تو سب سے پہلے متوفی کے ذمے قرار پانے والے قرض، خمس، زکات اور حج کے اخراجات اصل ترکہ سے نکالے جائینگے اس کے بعد متوفی کے مال سے ثلث خارج کیا جائے گا لیکن خمس و زکات اگر ترکہ کے ضمن میں موجود نہ ہوں یعنی متوفی نے اس مال کو خرچ کیا ہے جس سے خمس و زکات متعلق ہوئے تھے اور خمس و زکات متوفی کے ذمہ واجب الادا ہوں تو واجب ہے کہ خمس و زکات بھی متوفی کے دیگر قرض کی طرح اصل ترکے سے جدا کیا جائے گا ہاں اگر کوئی عین جس سے خمس و زکات متعلق ہوا تھا موجود ہو تو اس صورت میں اصل ترکہ سے خمس و زکات کا نکالنا واجب نہیں ہے البتہ مستحب ہے کہ متوفی کے وارث متوفی پر احسان کرتے ہوئے خمس و زکات ادا کریں۔

(مسئلہ نمبر 1053:) کفارہ، نذر اور اس سے جیسی چیزیں اصل ترکہ سے خارج نہیں ہوتیں بلکہ یہ چیزیں ثلث سے نکالی جاتی ہیں۔

(مسئلہ نمبر 1054:) نماز اور روزہ اصل ترکہ سے خارج نہیں ہوتے بلکہ متوفی کے ثلث مال سے خارج کئے جاتے ہیں اگر نماز و روزہ ثلث مال سے زیادہ ہوں تو ثلث سے زیادہ خارج کرنا متوفی کے وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے۔

(مسئلہ نمبر 1055:) معصیت اور گناہ کے بارے میں وصیت کرنا صحیح نہیں ہے بنابر این ظالم شخص کے ساتھ تعاون، باطل کی ترویج اور گمراہ کن کتابوں کی اشاعت یا کلیسا کی تعمیر کے حوالے سے کی جانے والی وصیت باطل ہے۔

(مسئلہ نمبر 1056:) وصیت کرنے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر بعض وارثوں کو محروم کرنے کی وصیت کرے اور اگر وہ بعض وارث اس وصیت کی اجازت نہ دیں تو وصیت باطل ہے اور سب وارث ارث پائینگے اگرچہ متوفی نے بعض وارثوں کو میراث سے محروم کرنے کے لئے وصیت کی ہے، اور ثلث مال کے حوالے سے وصیت نہیں کی ہے لیکن متوفی نے وصیت کی ہے کہ اس کے وارث ارث نہیں پائینگے تو اس صورت میں اس وصیت پر ثلث کے حوالے سے عمل کرنا واجب ہے۔ بنابراین، ان کچھ وارثوں کا حصہ ثلث سے دیگر وارثوں کو دیا جائے گا مثال کے طور پر متوفی کے دو بیٹے ہو اور متوفی کا ترکہ تین ہزار دینار تھا اور متوفی نے زید کا ترکہ سے محروم ہونے کی وصیت کی ہے تو اس صورت میں زید کو ایک ہزار دینار دیا جائے گا اور دوسرے بیٹے کو دو ہزار دینار دیئے جائینگے کیوں کہ اس نے اپنا حصہ ثلث کے علاوہ ارث سے لیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1057:) اگر متوفی بیٹے، بیٹیوں، چاچوں اور ماموں یا پھوپھیوں اور خالاؤں کے بارے میں وصیت کرے تو اس صورت میں یہ سارے افراد وصیت سے متعلق مال میں برابر کے شریک ہونگے ہاں اگر کسی کی برتری کے حوالے سے کوئی قرینہ یا علامت پائی جائے تو اس وقت اس قرینہ اور علامت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 1058:) ظاہراً وصی میں عدالت کا ہونا معتبر نہیں ہے بلکہ وصی میں میت کے اموال کے حوالے سے امین ہونا اور اطمنان کا باعث ہونا کافی ہے اور وصی کا متوفی کی وصیت کے مطابق عمل کرنا ہی کافی ہے۔

(مسئلہ نمبر 1059:) اگر وصی متوفی کی وصیت کے مطابق عمل نہ کرسکے یا اس سے کوئی خیانت سرزد ہوجائے تو حاکم شرع اس کے ساتھ کسی کو مددگار کے طور پر معین کرے گا تاکہ وہ متوفی کی وصیت کے مطابق عمل کرے اور وصی کو خیانت کرنے سے روکے اور اگر یہ کام ممکن نہ ہو تو حاکم شرع وصی کو عزل کرے گا اور اس جگہ کسی اور کو معین کرے گا۔

(مسئلہ نمبر 1060:) وصی امین ہوتا ہے اور اگر اس کے ہاتھ سے کوئی چیز تلف ہوجائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس نے کوتاہی کی ہو مثال کے طور پر متوفی وصیت کرے کہ اس کے مال کا تیسرا حصہ شہر کے فقراء میں تقسیم کیا جائے لیکن وصی مال کا تیسرا حصہ کسی دوسرے شہر منتقل کرتے ہوئے راستے میں تلف ہوجائے تو اس صورت میں چونکہ وصی نے کوتاہی کی ہے اور متوفی کی وصیت کی خلاف ورزی کی ہے لہٰذا وہ ضامن ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 1061:) وصی وصیت کو متوفی کی زندگی میں ٹھکرا سکتا ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وصی متوفی کو وصیت قبول نہ کرنے کے حوالے سے مطلع کرے تاکہ متوفی کسی اور کو معین کرسکے لیکن وصی متوفی کی موت کے بعد وصیت سے انکار نہیں کرسکتا۔

(مسئلہ نمبر 1062:) اگر وصیت کرنے والے کے لئے کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں وصی وصیت کو رد نہیں کرسکتا۔

(مسئلہ نمبر 1063:) وصیت کرنے والے کی طرف سے وصیت جائز ہے بنابر این وہ اپنی وصیت سے پھر سکتا ہے اور کسی اور شخص کو وصی بنا سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1064:) اگر متوفی کئی چیزوں کے متعلق وصیت کرے تو وہ بعض چیزوں کے حوالے سے اسی طرح تمام چیزوں سے متعلق وصیت سے پھر سکتا ہے، اسی طرح وصیت کرنے والا

جب تک زندہ ہے وصیت سے متعلق تمام چیزوں کو یا بعض کو تبدیل کر سکتا ہے لیکن یہ کہ وصیت کرنے والے میں گذشتہ شرائط عقل اختیار وغیرہ موجود ہوں۔

(مسئلہ نمبر 1065:) وصیت تملیکی جیسے مالی تنازعات وغیرہ دو مسلمان عادل گواہوں کی شہادت، ایک مسلمان عادل کی گواہی موصی لہ کی قسم کے ساتھ، نیز ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان خواتین کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 1066:) وصیت عہدی صرف دو مسلمان عادل کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے۔

وقف کے احکام

(مسئلہ نمبر 1067:) وقف یعنی عین کو محفوظ کرکے اس کی منفعت کو اللہ کے نام پر کرنے سے عبارت ہے۔

(مسئلہ نمبر 1068:) وقف کے تحقق میں صرف نیت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ میں نے وقف کیا یا میں نے حبس کیا یا اس سے ملتا جلتا جملہ جو کہ مقصود پر دلالت کرے ادا کرنا چاہیے۔

(مسئلہ نمبر 1069:) ظاہراً وقف معاطات سے واقع ہوتا ہے وہ اس طرح کہ انسان، مسجد یا زیارت گاہ کے متولی کو چراغ دے یا خود چراغ خرید کر جلائے اور فرش خرید کر بچھائے ایسی صورت میں وقف کے لئے صیغہ پڑھنا ضروری نہیں ہوتا اسی طرح اگر کسی امارت کو مسجد کے طور پر بنائے اور اس میں لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور لوگوں کو اس عمارت میں نماز پڑھنے کی اجازت دینا ہی وقف کے لئے کافی ہے اور الگ سے صیغہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 1070:) وقف کرنے کے بعد واقف اپنے وقف سے پھر نہیں سکتا، اگر واقف مرض الموت میں مبتلاء ہے تو اس کے وارث وقف کو ختم کرنے کا حق نہیں رکھتے چاہے وقف ثلث سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

(مسئلہ نمبر 1071:) واقف میں بلوغ، عقل، اختیار اور ممنوع تصرف نہ ہونا معتبر ہے۔

(مسئلہ نمبر 1072:) وقف کرنے والا وقف مال کی سرپرستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا کسی اور کو سرپرست بنا سکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1073:) اگر واقف وقف پر کسی کو سرپرست مقرر نہ کرے تو اس کا سرپرست حاکم شرع ہوگا۔

(مسئلہ نمبر 1074:) اگر ایک عین جیسے گھر مسجد کے لئے یا زیارت گاہ کے لئے وقف کیا جائے تو اس گھر کے منافع اس مسجد اور زیارت گاہ کے کاموں پر خرچ ہونگے جیسے مسجد و زیارت گاہ کے لئے جھاڑو، بجلی کا سامان، تعمیر و مرمت اور چوکیدار و خادم کی تنخواہ وغیرہ پر خرچ کیا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 1075:) امام حسین علیہ السلام کے لئے وقف کی جانے والی چیز کو امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور عزاداروں کے لئے خرچ کی جائے گی جیسے عزاداروں کے لئے کھانا پکانا یا کھانے کے علاوہ دیگر کاموں میں خرچ کیا جائے گا اور احوط یہ ہے کہ اس کام کے ثواب کو امام کے لئے ہدیہ کیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 1076:) اگر واقف جن کے لئے وقف کر رہا ہے کچھ چیزوں کو عقد کے ضمن میں شرط کرے جیسا کہ وہ مدرسہ کو طالب علموں کے لئے وقف کرے اور شرط رکھے کہ طالب علم عادل ہوں یا شرط کرے کہ طالب علموں کی عمر چالیس سال سے زیادہ نہ ہو تو ایسی صورت میں جو بھی واقف کی شرط پر پورا نہیں اترے گا وہ وقف سے خارج ہو جائے گا اور ایسے شخص کا مدرسہ میں رہنا جائز نہیں ہے۔

وقف ثابت کرنے کے طریقے

(مسئلہ نمبر 1077:) چار طریقوں سے وقف چیز کو ثابت کیا جاسکتا ہے:۔

1. انسان کو یقین ہو۔
2. لوگوں کے درمیاں وہ چیز وقف کے نام سے مشہور ہو۔
3. شرعی علامتیں موجود ہوں۔
4. جس کے اختیار میں وقف مال ہے وہ اقرار کرے۔

(مسئلہ نمبر 1078:) اگر کسی کتاب یا ظرف پر وقف لکھا ہوا ہو تو ظاہراً اس چیز پر وقف ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 1079:) جو مساجد اور امام بارگاہ مسمار ہو چکے ہیں اور ابھی وہ عام گزرگاہوں یا میدانوں میں تبدیل ہو چکے ہوں ایسے میدان اور جگہیں امام بارگاہ اور مساجد کے عنوان سے خارج ہو جاتے ہیں لہٰذا ایسی گذرگاہوں اور میدانوں پر مساجد اور امام بارگاہوں کا حکم لاگو نہیں ہوگا بنابر این اس جگہیں کو نجس کرنا حرام نہیں ہے اور جنب اور حائض اس جگہ داخل ہو سکتے ہیں لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس مقام پر مسجدیت کے آثار مترتب کئے جائیں، لیکن مذکورہ مقامات کا سامان جیسے اینٹ، پتھر، لکڑی وغیرہ میں تصرف کرنا اور انہیں بیچنا جائز نہیں ہے، ہاں ان چیزوں کا بیچنا اگر حاکم شرع یا اس کے وکیل کی اجازت سے ہو تو صحیح ہے، اور ان سامان سے حاصل ہونے والی رقم دوسری کسی مسجد میں خرچ کی جائے گی اسی طرح خود اس مسجد کے سامان کو دوسری کسی مسجد کے بنانے میں کام آسکتا ہے تو الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر خرچ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح خراب

شدہ امام بارگاہ اور مدارس کا سامان جیسے اینٹ، پتھر، زمین، لکڑی خراب یا غصب کی صورت میں وقف کے عنوان سے خارج نہیں ہوتے، بنابراین اس سامان کا بیچنا جائز نہیں ہے، البتہ مذکورہ سامان حاکم شرع کی اجازت سے یا اس کے وکیل کی اجازت سے بیچنا جائز ہے لیکن قیمت کو دوسرے امام بارگاہوں اور مدارس پر خرچ کی جائے گی یا خود سامان کو مساجد و مدارس کی تعمیر میں خرچ کیا جائے گا یہاں اقرب کو مد نظر رکھا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 1080:) مسجد مکمل طور سے خراب نہ ہونے کی صورت میں مسجد کے عنوان سے خارج ہو جائے گی؟

جواب: اگر مسجد کی باقیات، نماز اور دیگر عبادات کے لئے قابل استفادہ ہے تو مسجد کے عنوان سے خارج نہیں ہے اور اس پر مسجد کے تمام احکام لاگو ہونگے۔

(مسئلہ نمبر 1081:) اگر مسجد خراب کرکے اس کی جگہ دکان بنائی جائے اور دکان سے مسجد جیسا کام حاصل نہ لیا جاسکتا ہو تو اس وقت دکان سے دکان جیسا کام لیا جاسکتا ہے؟

جواب: اگر اس جگہ سے لیا جانے والا کام مسجد کے عنوان سے منافات رکھے مثلا مسجد کی جگہ فوٹبال کا گراونڈ بنایا جائے یا کوئی اور ورزش کے لئے جگہ بنائی جائے یا دیگر لہو و لعب کاموں کے لئے استعمال ہوتی ہو تو اس صورت میں جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ جگہ سونے کے لئے، یا کھانے پینے کے لئے استعمال ہوتی ہے تو جائز ہے۔ لیکن اس جگہ سے جو شخص فائدہ حاصل کرتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اجرۃ المثل ادا کرے اور اس اجرت کو دیگر مساجد کے کاموں پر خرچ کیا جائے یعنی اس جگہ سے جو نزدیک مسجد ہو اس پر اس جگہ سے حاصل ہونے والی اجرت خرچ کی جائے گی۔

(مسئلہ نمبر 1082:) اگر کوئی فرش امام بارگاہ کے لئے وقف ہو تو اسے وہاں سے اٹھا کر نماز پڑھنے کے لئے مسجد منتقل کرنا جائز نہیں ہے چاہے مسجد امام بارگاہ کے ساتھ متصل ہی کیوں نہ ہو اسی طرح اگر کوئی چیز کسی خاص مسجد کی تعمیر کے لئے وقف ہوئی ہو تو ایسی چیز کا کسی دوسری مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ مسجد جس کے لئے چیز وقف ہوئی ہے وہ ایک طویل مدت تک تعمیر کی محتاج نہ ہو تو جائز ہے اور ایسی صورت میں وقف کے منافع کو دوسری مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 1083:) کیا مسجد کا فرش اسی طرح دوسری وقف چیزیں جن کی مسجد محتاج نہیں ہے بیچ کر مسجد کے لئے ضرورت کی چیزیں خریدی جاسکتی ہیں؟

جواب: اگر مسجد ان چیزوں سے آئندہ بھی بے نیاز ہو تو ان چیزوں کو بیچ کر مسجد کے لئے ضرورت کی چیزیں خریدی جاسکتی ہیں، اسی طرح ان چیزوں کا کسی اور مسجد کے لئے دینا بھی جائز ہے اگر وہ دوسری مسجد ان چیزوں کی محتاج ہو لیکن یہاں بھی قریب ترین مسجد کا خیال رکھا جائے۔

(مسئلہ نمبر 1084:) کیا مسجد کا متولی شادی بیاہ کی تقریبات یا فاتحہ خوانی کے لئے مسجد کا فرش امانت کے طور پر دے سکتا ہے؟ کیا مسجد کا متولی مسجد کا لوڈ اسپیکر مائیکروفون وغیرہ جبکہ مسجد مذکورہ چیزوں کی محتاج نہ ہو کرائے پر دے سکتا ہے؟

جواب: اگر فرش اور دوسرے وسائل مسجد کے لئے وقف ہوں تو بطور امانت یا کرائے کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 1085:) جو مسجد غصب ہونے کی وجہ سے اب اس نے دکان یا گھر کی صورت اختیار کرلی ہے غاصب اور غیر غاصب کے لئے اس میں آمد و رفت جائز نہیں ہے۔

صدقہ کے احکام

جو روایات صدقہ کی ترغیب و تشویق کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان روایات کے بارے میں تواتر کا دعوی درست ہے، روایات بتاتی ہیں کہ صدقہ بیماری کی قطعی دوا اور مسلم بلاؤں کو دور کرنے کا سبب بنتا ہے اور روزی کے نزول کا سبب ہے اور قبل اس کہ صدقہ بندہ کے ہاتھ تک پہنچے خدائے متعال کے ہاتھ پہنچتا ہے، صدقہ برکت کا موجب بنتا ہے مال میں اضافے کا سبب بنتا ہے اور قرض اترنے کا سبب بنتا ہے صدقہ دینے والا کبھی ناگہانی موت کا شکار نہیں ہوتا اور آتش سوزی اور غرق ہونے سے بچتا ہے صدقہ دینے والا چیچک کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے اور ستر قسم کی بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے اوّل صبح اور اوّل شب صدقہ دینا مستحب ہے تا کہ اس دن کی اور شام کی بلاؤں سے محفوظ رہا جاسکے۔

(مسئلہ نمبر 1086:) صدقہ میں قصد قربت شرط ہے یعنی اللہ کے تقرب کی نیت سے صدقہ دیا جائے۔

(مسئلہ نمبر 1087:) ہاشمی، ہاشمی کو صدقہ دے سکتا ہے اور ہاشمی، ہاشمی اور غیر ہاشمی کو مال کی زکات اور فطرہ کی زکات دے سکتا ہے لیکن غیر ہاشمی مال کی زکات اور فطرہ کی زکات ہاشمی کو نہیں دے سکتا اور مال کی زکات و فطرہ کی زکات دینے والا غیر ہاشمی بری الذمہ نہیں ہو سکتا، لیکن مذکورہ

ان دو موارد کے علاوہ بنابر اقوی واجب صدقات جیسے روزے کا کفارہ، رد مظالم اور کفارہ اسی طرح مستحب صدقات دینا جائز ہے۔

(مسئلہ نمبر 1088:) اگر صدقہ میں دیا جانے والا مال بہت ہی کم اور حقیر و معمولی ہو جو کہ دفع بلا کی نیت سے دیا جائے اور وہ مال ذلت و خواری کی علامت ہو تو ایسے صدقے کا سادات کو دینا محل اشکال ہے۔

(مسئلہ نمبر 1089:) مستحب صدقہ بے نیاز شخص، مخالف، کافر اور کافر ذمی کو دینا جائز نہیں ہے۔

(مسئلہ نمبر 1090:) اپنے ہی اہل و عیال کے رفاہ کے لئے صدقہ دینا دوسروں کو صدقہ دینے سے بہتر ہے، اسی طرح محتاج رشتدار کو دینا دوسروں کی نسبت بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ صدقہ دشمن رشتدار کو دیا جائے، مسکین تک صدقہ پہنچانے میں واسطہ بننا مستحب ہے، روایات میں آیا ہے کہ کوئی بھی نیک کام اگر اسی ہاتھوں سے ہو کر انجام پائے تو ان سب کو اجر دیا جائے گا جبکہ اس کار خیر میں جس کا مال قرار پایا ہے اس کے ثواب کو کم نہیں کیا جائے گا۔

(مسئلہ نمبر 1091:) گدا گر کو دست خالی واپس بھیجنا مکروہ ہے چاہے اس کے محتاج نہ ہونے پر گمان ہی کیوں نہ ہو اور کم چیز پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے۔

(مسئلہ نمبر 1092:) اضطرار کی حد تک انسان مجبور نہ ہو تو مانگنا مکروہ ہے، لیکن محتاج نہ ہونے کے باوجود مانگنا اور اپنے آپ کو محتاج ظاہر کرکے مانگنا حرام ہے۔

والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین

فہرست

تقلید کے احکام 1
فروع دین سے وابستہ احکام 1
طہارت کے احکام 8
مطلق پانی کی قسمیں 8
آب کر 9
کثیر و قلیل پانی کے احکام 9
مضاف پانی کے احکام 10
بیت الخلا کے احکام 11
وضوء کا طریقہ 13
وضوء کے شرائط 13
جبیرہ وضوء کے احکام 15
مبطلات وضو 17
مبطون، مسلوس کے احکام 18

بے وضوء شخص کے احکام 19
غسل 20
غسل کرنے کے دو طریقے ہیں 20
واجب غسل 21
پانچ چیزیں مجنب پر حرام ہیں 23
حیض 25
خون حیض کی چار شرائط ہیں 25
حیض کے احکام 26
استحاضہ 27
نفاس 30
میت کے احکام 32
مس میت 35
تیمّم 36
نجاسات 39
نجساسات کے احکام 44
جن صورتوں میں نمازی کا بدن اور لباس کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے 47
مُطہرات 50
استبراء کی مدت 54
نماز کے احکام 55

اہمترین واجب نمازیں..... 55
نماز گزار کی شرائط..... 56
نماز پڑھنے کی جگہ..... 57
آذان واقامہ..... 59
اجزاو واجبات نماز..... 61
سجدے میں چند چیزیں شرط ہیں..... 64
مبطلات نماز..... 67
وہ مقامات جہاں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی..... 68
شکیات نماز..... 70
نماز جماعت..... 76
مسافر کی نماز..... 83
وہ چیزیں جو سفر کو توڑنے کا باعث بنتی ہیں..... 93
قضاء نماز..... 99
نماز آیات..... 101
نماز آیات کا وقت..... 101
نماز آیات پڑھنے کا طریقہ..... 102
نماز جمعہ..... 103
نماز جمعہ کی شرائط..... 103

روزے کے احکام..... 105
مبطلات روزہ..... 108
مہینے کی پہلی تاریخ ثابت ہونے کا طریقہ..... 112
زکات..... 116
اونٹ کا نصاب..... 117
بھیڑ کا نصاب..... 117
گائے اور بھینس کا نصاب..... 118
چاندی کا نصاب..... 119
زکات کا مصرف..... 120
زکات فطرہ..... 122
زکات فطرہ کی شرائط..... 122
خمس..... 124
انسان کے اخراجات کی قسمیں:۔..... 130
امر بالمعروف و نہی از منکر..... 139
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مشہور مراتب..... 140
احکام نکاح..... 142
عقد نکاح..... 144
اولیاء کی ولایت..... 147
محرم عورتیں..... 149

(مُتعہ) عقد موقت 160
وہ عیب جو خیار فسخ کے باعث بنتے ہیں 162
مہر 166
قِسمت و نشوز 169
اولاد کے احکام 172
نفقہ 178
طلاق کے احکام 182
طلاق دینے والے کی شرائط 182
طلاق لینے والی عورت کی شرائط 183
صیغہ طلاق 185
طلاق کے گواہ 185
طلاق کی قسمیں 186
طلاق بدعت 186
طلاق سُنّت 187
قائدہ الزام 189
عدت کے موجبات 190
طلاق خلع 198
طلاق خلع کی شرائط 198
خلع کا صیغہ 200

خلع کے احکام..... 200
طلاق مبارات..... 201
ظہار..... 202
احکام ظہار..... 203
ایلا کے احکام..... 205
لعان کے احکام..... 206
قَسم کے احکام..... 208
نذر کے احکام..... 211
عہد و پیمان کے احکام..... 213
کفارات کے احکام..... 214
شکار اور ذبح کے احکام..... 217
شکار کے احکام..... 217
مچھلی کا شکار..... 220
ٹڈی کا شکار..... 222
ذبح کے احکام..... 222
جانوروں کو ذبح کرنے کے مستحبات..... 228
کھانے پینے کے احکام..... 230
دریائی جانور..... 230
چوپائے..... 231

پرندے..... 232
جامد..... 233
میراث کے احکام..... 236
ارث کے موجبات..... 236
نسب..... 236
ارث کے موانع..... 237
ارث کے طبقات..... 239
میراث کا دوسرا طبقہ..... 243
میراث کا تیسرا طبقہ چاچے اور خالائیں..... 244
میراث بہ واسطہ سبب..... 246
ولایت کی اقسام..... 248
حمل کی میراث..... 249
گمشدہ کی میراث..... 249
خرید وفروخت کے احکام..... 251
حرام و باطل معاملات..... 252
خرید وفروخت کے آداب..... 266
مکروہ معاملات..... 267
بیچنے والے اور خریدار کی شرائط..... 268

جنس اور اس کے عوض کی شرائط 273
خیارات 278
خیار کی قسمیں 278
1۔ خیار مجلس 278
2۔ خیار حیوان 279
3۔ خیار شرط 281
4۔ خیار غبن 281
5۔ خیار تاخیر 283
6۔ خیار رویت 284
7۔ خیار عیب 285
قبضے میں لینا اور قبضے میں دینا 286
نقد اور ادھار کے احکام 287
رِبا کے احکام 290
بیع صرف 296
معاملہ سلف کے احکام 299
پھلوں کی خرید و فروخت 302
اِقالہ 304
شفعہ کے احکام 306
شفعہ ثابت ہونے والے موارد 306

حق شفعہ رکھنے والے کے احکام و شرائط 307
کرائے کے احکام 309
جعالہ کے احکام 323
شراکت کے احکام 325
مضاربہ کے احکام 328
امانت کے احکام (ودیعت) 333
عاریہ کے احکام 337
گُم شدہ مال پانے کے احکام 339
گم شدہ جانور کے احکام 340
گُم شدہ مال کے احکام 341
غضب کے احکام 345
مشترکات کے احکام 347
قرض اور ادھار کے احکام 349
رہن کے احکام 358
ان لوگوں کے احکام جو اپنے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتے (حجر) 362
ضامن ہونے کے احکام 366
حوالہ کے احکام 370
کفالت کے احکام 371
صلح کے احکام 374
اقرار کے احکام 376

وکالت کے احکام 378
ہبہ کے احکام 381
وصیت کے احکام 385
وصیت کرنے والے کی شرائط 387
وقف کے احکام 393
وقف ثابت کرنے کے طریقے 395
صدقہ کے احکام 399
فہرست 401